ماہنامہ
روحانی ڈائجسٹ
کراچی
جون ۱۹۹۱ء

یہ پرچہ بندہ کو خدا تک لے جاتا ہے
اور بندہ کو خدا سے ملا دیتا ہے

بڑا مہربان نہایت رحم والا ۔ انصاف کے دن کا حاکم

The Beneficent, the Merciful.
Owner of the Day of Judgment.

سَو بیماریوں کی ایک بیماری

ہاضمہ کی خرابی

ماہرینِ طب اس بات پر متفق ہیں کہ ہاضمہ کی خرابی سے انسان متعدد دوسرے امراض کا شکار ہو سکتا ہے۔

ہاضمہ کی خرابی میں

کاسرین

استعمال کیجئے

تیار کردہ

طبی دواخانہ (پرائیوٹ لمیٹڈ)

ہیڈ آفس: نیپیئر روڈ، کراچی۔ فون: ۲۲۷۹۲۱

شاخیں:
گرومندر کارنر جہانگیر روڈ
فون: ۴۱۹۴۴۰
ناظم آباد
بلاک نمبر ۲
بجٹ روڈ
حیدرآباد
فون: ۲۵۴۳۱

وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا

اور کہہ دیجئے (صلی اللہ علیہ وسلم) کہ حق آیا اور باطل مٹ گیا، بے شک باطل مٹنے ہی والا تھا۔

تیرہویں سال کا نواں شمارہ

جون سنہ ۱۹۹۱ء ذیقعد

ماہنامہ

روحانی ڈائجسٹ کراچی

ممبر آل پاکستان نیوز پیپر سوسائٹی

سرپرست اعلیٰ، ابدال حق قلندر بابا اولیاءؒ

ادارۂ تحریر: خواجہ شمس الدین عظیمی

سید راشدہ عفت۔ حکیم وقار یوسف

ھدیہ فی پرچہ ۱۲ روپے

خط و کتابت کا پتہ: ۱۔ کے ۱۳، ناظم آباد کراچی ۱۸۔ پوسٹ بکس ۲۲۱۲ ٹیلیگرام فورعظیم کراچی

فون ۶۶۲۴۳۲ ـ ۶۲۴۷۸۵

خواجہ شمس الدین عظیمی ایڈیٹر، پرنٹر و پبلشر نے عظیمی پرنٹرز سے چھپوا کر ۱۔ کے ۱۳ ناظم آباد کراچی سے شائع کیا۔

اس شمارے میں

صفحہ نمبر

نورِ الٰہی نورِ نبوت ـــــــ ۱۰

صدائے جرس ـــــــ ۱۱

رباعیات ـــــــ حضور قلندر بابا اولیاءؒ ـــــــ ۱۷ - ۱۶

روحانی شخصیت

سلطان باہو ـــــــ ارشد علی عظیمی ـــــــ ۱۹

رُوحانیات

کہاں سے آیا ہے اور کہاں ہے جانا ـــــــ ڈاکٹر ممتاز ظفر عظیمی ـــــــ ۳۳

ماورائی دنیا ـــــــ ایک طالب علم ـــــــ ۵۵

تذکرۂ غوثیہ ـــــــ سید شاہ گل حسن قادری ـــــــ ۶۷

پیرا سائیکلوجی ـــــــ خواجہ شمس الدین عظیمی ـــــــ ۱۲۶

روح کہانی ـــــــ سعیدہ خاتون عظیمی ـــــــ ۹۱

طب و صحت

نیند کی کمی اور زیادتی ـــــــ ڈاکٹر جم پورن ـــــــ ۴۷

پپیتا ـــــــ فاطمہ عابدی ـــــــ ۸۷

بچے اور امراضِ قلب ـــــــ مسز مسرت اکرم ـــــــ ۹۹

آنکھیں ـــــــ عدیل نفیس خان ـــــــ ۱۰۵

سائنس کی دنیا

۲ کھرب کہکشائیں ـــــــ ریاض حیدر ـــــــ ۱۴۷

اسلامیات

صفحہ نمبر

انوکھا خواب ـــــــ گل محمد فیضی ـــــــ ۱۲۰

رسمِ قربانی ـــــــ ف۔ الف ـــــــ ۱۳۷

لبیک اللھم لبیک ـــــــ فتح شیر خان ـــــــ ۱۲۹

قربانی اور مسائل ـــــــ حافظ سلیم تابانی ـــــــ ۱۴۴

متفرقات

صلائے عام ہے ـــــــ جمیل احمد خان عظیمی ـــــــ ۳۷

عُرس کی حقیقت ـــــــ قاضی شفیق احمد ـــــــ ۷۷

مستقل سلسلے

سنہرے باب ـــــــ انتخاب ـــــــ ۵۷

سیرت النبیؐ ـــــــ انتخاب ـــــــ ۶۱

سفر وسیلۂ ظفر ـــــــ محمد اکرم اعوان ـــــــ ۷۲

شیطان کے سفر ـــــــ آسیہ سحر ـــــــ ۵۰

آپ کے مسائل ـــــــ خواجہ شمس الدین عظیمی ـــــــ ۱۱۷

مراقبہ کے نام ـــــــ ۴۱

خواتین کے صفحات ـــــــ نگران حمیرا وقار ـــــــ ۸۹

بچوں کے صفحات ـــــــ نگران آسیہ سحر ـــــــ ۱۰۸

نورِ نبوت نورِ الٰہی

احادیث کی روشنی میں:-

جب کوئی مرد رات کو اپنی بیوی کو جگاتا ہے اور وہ دونوں مل کر دو رکعت نماز قائم کرتے ہیں تو شوہر کا نام ذکر کرنے والوں میں اور بیوی کا نام ذکر کرنے والیوں میں لکھ لیا جاتا ہے۔

اگر کسی کی دو بیویاں ہیں اور اس نے ان کے ساتھ انصاف اور برابری کا سلوک نہ کیا تو قیامت کے روز وہ شخص اس حال میں آئے گا کہ اس کا آدھا دھڑ گر گیا ہوگا۔

دو قسم کے آدمی وہ ہیں جن کی نمازیں ان کے سروں سے اونچی نہیں اٹھتیں۔ ----- اس غلام کی نماز جو اپنے آقا سے فرار ہو جائے۔ اور اس عورت کی نماز جو شوہر کی نافرمانی کرے۔

عورت جب پانچوں نمازیں قائم کرے اپنی آبرو کی حفاظت کرے۔ اپنے شوہر کی فرمانبردار رہے تو وہ جنت میں جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے۔

نکاح سے بہتر کوئی چیز دو محبت کرنے والوں کیلئے نہیں پائی گئی۔ حضرت صفیہ کو نبی مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بے انتہا محبت تھی۔ جب آپ بیمار ہوئے تو انتہائی حسرت کے ساتھ بولیں۔ کاش آپ کی بجائے میں بیمار ہوتی۔ جب دوسری ازدواج مطہرات نے حیرت سے حضرت صفیہ کی طرف دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

یہ دکھاوا نہیں ہے بلکہ صفیہ سچ کہہ رہی ہیں۔

خدا قیامت کے روز اس عورت کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھے گا۔ جو شوہر کی ناشکر گزار ہوگی۔

ایک بار بیگم عثمان ابن مظعون سے حضرت عائشہ کی ملاقات ہوئی تو دیکھا کہ بیگم عثمان نے بناؤ سنگھار نہیں کیا ہوا ہے۔ حضرت عائشہ کو بہت تعجب ہوا۔ اور ان سے پوچھا۔

بی بی۔ کیا عثمان باہر سفر پر گئے ہوئے ہیں؟

چھوٹے بچوں کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرئے۔ بچوں کو گود میں لیجئے۔ پیار کیجئے۔ اور ان کے ساتھ کھیلئے۔ خوش خلقی کے ساتھ ان کے ساتھ رہیئے سخت گیر نہ رہیئے اس طرز عمل سے بچوں کے دل میں والدین کیلئے والہانہ جذبہ محبت پیدا نہیں ہوتا۔ ان کے اندر خود اعتمادی پیدا نہیں ہوتی۔ اور ان کی فطری نشو و نما رک جاتی ہے۔

باپ اپنی اولاد کو جو کچھ دے سکتا ہے اسمیں سب سے بہتر عطیہ اولاد کی اچھی تعلیم و تربیت ہے۔

مومن سراپا محبت ہے اور اس آدمی میں سرے سے کوئی خیر و خوبی نہیں ہے جو نہ تو دوسروں سے محبت کرے اور نہ دوسرے اس سے محبت کریں۔

قرآن کی روشنی میں:

مومن مرد اور مومن عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے دوست اور معاون ہیں۔ (سورہ توبہ)

حقیقت میں خدا کے محبوب وہ لوگ ہیں جو خدا کی راہ میں اسطرح پیر جما کر لڑتے ہیں گویا سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔ (سورہ الصف)

سنو اللہ کے دوستوں کیلئے نہ کسی بات کا خوف ہوگا اور نہ غم

اے انسانو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا۔ تمہارے کنبے اور قبیلے بنائے تاکہ تم باہم پہچانے جاؤ۔ بلاشبہ خدا کے نزدیک تم سب میں زیادہ معزز و مکرم وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہے۔

یہ خدا کی رحمت ہی تو ہے کہ آپ ان لوگوں کیلئے انتہائی نرم دل ہیں ورنہ آپ اگر سخت مزاج اور سخت گیر ہوتے یہ سب آپ کے گرد و پیش سے چھٹ جاتے۔ آپ شفقت کے بازو ان مومنوں کے لیے جھکائے رکھئے جو آپ کی پیروی کر رہے ہیں (الشعراء)

اور اپنے آپ کو ان لوگوں کی حقیقت اور رفاقت پر مطمئن رکھئے جو ..... رب کی رضا کے طالب بنکر صبح و شام اسکو پکارتے رہتے ہیں۔ اور ان کو نظر کرکے دنیوی شان و شوکت کی طلب میں اپنی نگاہیں نہ دوڑائیے۔ (الکہف)

ان سب کیلئے ابا جان! ہمارے گناہوں کی بخشش کیلئے دعا کیجئے۔ واقعی ہم بڑے خطا کار تھے۔

حضرت یعقوب نے کہا۔ میں اپنے رب سے تمہارے لئے ضرور معافی کی دعا مانگوں گا۔ اور وہ تمہیں ضرور معاف کر دے گا۔ یقیناً وہ بڑا ہی معاف کرنے والا۔ اور انتہائی رحم کرنے والا ہے۔ (سورہ یوسف)

اور ان تینوں کو بھی خدا نے معاف کر دیا جن کا معاملہ ملتوی کر دیا گیا تھا جب زمین اپنی ساری وسعتوں کے باوجود ان پر تنگ ہو گئی اور ان کی جانیں بھی ان پر بار ہونے لگیں اور انہوں نے جان لیا کہ خدا سے بچنے کیلئے کوئی پناہ گاہ نہیں ہے۔ سوائے اس کے کہ خود اسی کی پناہ لی جائے تو خدا اپنی مہربانی سے ان کی طرف پلٹا تاکہ وہ اسی کی طرف پلٹ آئیں بلاشبہ وہ بڑا ہی معاف فرمانے والا اور انتہائی مہربان ہے۔ (سورہ التوبہ)

حضرت عمر فرماتے ہیں کہ ایک شب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو پریشان کرنے کے خیال سے گھر سے نکلا۔ آپ مسجد حرام میں جا رہے تھے۔ آپ بڑھ کر مسجد میں داخل ہو گئے اور نماز شروع کر دی۔ میں سننے کھڑا ہو گیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سورہ الحاقہ کی قرآت فرمائی۔ میں اس کلام کو سنکر حیرت میں تھا۔ کلام کا نظم اور انداز نہایت دلکش معلوم ہوتا تھا۔ میرے دل میں خیال آیا کہ خدا کی قسم یہ شاعر ہے ابھی یہ خیال آیا ہی تھا۔ کہ آپ نے یہ آیت پڑھی۔

یہ ایک بزرگ قاصد کا کلام ہے اور یہ کسی شاعر کا کلام نہیں (لیکن) تم بہت کم ہی ایمان لاتے ہیں۔

میں نے جو سنا تو فوراً دل میں خیال آیا او ہو یہ تو میرے دل کی بات جان گیا۔ یہ کاہن ہے اس کے اس کے بعد ہی آپ نے یہ آیت پڑھی۔

نہ یہ کسی کاہن کا کلام ہے۔ تم بہت کم نصیحت پاتے ہو۔ یہ تو جہانوں کے رب کی طرف سے اترا ہے۔ (قرآن)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ سورہ آخر تک پڑھی اور میں نے محسوس کیا کہ اسلام میرے دل میں گھر کر رہا ہے۔

صدائے جرس

یہ کون نہیں جانتا کہ آدم برادری کا ہر فرد روح اور جسم کا مجموعہ ہے۔ جسم اور جسمانی توانائی، زندگی اور حرکت کا تعلق مادیت سے ہے۔ جسم کی غذا بھی مادی ہے۔ آدم زاد کے اندر تین حصے پانی ہر وقت جسم کی کارکردگی کو بحال رکھتا ہے، شریانوں، وریدوں میں خون دور کرتا رہتا ہے۔ پھیپھڑوں کا پھیلنا اور سکڑنا بھی ہوا اور آکسیجن کے اوپر قائم ہے جس زمین پر آدم رہتا ہے، چلتا پھرتا ہے۔ مکر و فریب کی دنیا بساتا ہے، کبر و نخوت سے اسکی گردن اونٹ کا کوہان بنی رہتی ہے۔ جس دھرتی کی کوکھ سے وسائل مہیا ہوتے ہیں اور جو دھرتی آدم زاد کو اسکی تمام تر رعونت اور تعفن کے ساتھ اپنے اندر سمیٹ لیتی ہے، وہ بھی مادیت کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

اس کے برعکس روح، جو لطیف ہے، پاکیزہ ہے، طاہرہ ہے اور منزہ ہے، عالم قدس سے ہم رشتہ ہے۔ اسکی غذا نور اور روشنی ہے۔ تجلی راہ راست اسے فیڈ کرتی ہے۔ روح کی توانائی، روح کی زندگی، روح کی حرکت، روح کا حسن، اللہ کی محبت اور قربت ہے۔

جسطرح جسم مادی غذا نہ ہونے سے کمزور و ناتواں اور ناکارہ ہو جاتا ہے۔ اسطرح اگر روح کو قرب الٰہی حاصل نہ ہو وہ بھی ضعیف و ناتواں ہو جاتی ہے۔ بے چین و بے قرار رہتی ہے۔

کبھی آپ نے سمندر میں سے اٹھتی ہوئی موجوں کو دیکھا ہے؟ یہ موجیں سمندر میں سے نکلتی ہیں ساحل پر جبیں ریز ہوتی ہیں۔ آپ نے کبھی سوچا ہے کہ موجوں اور لہروں کی بے قراری، بے تابی، تڑپ اور کروٹ کروٹ طغیانی کا راز کیا ہے؟

موج جب اپنی اصل، سمندر سے دور ہوتی ہے تو اس کے اوپر دوری کا احساس غالب آجاتا ہے۔ وہ بار بار ساحل سے اپنے سر ٹکراتی ہے کہ اسے فراق کی گھڑیاں قیامت لگتی ہیں۔ سمندر اپنا ایک تشخص رکھتا ہے۔ جوش، جلال، اور عظمت ہے۔ جب وہ اپنی حیثیت کا مظاہرہ کرتا ہے تو آسمانوں کے کناروں کو چھوتی ہوئی لہریں اس کے باطن سے باہر آجاتی ہیں اور ساحل پر اپنی پیشانی رکھ دیتی ہیں عظمت و جبروت کا مظاہرہ انہیں اس بات پر مجبور کر دیتا ہے کہ وہ فرش پر سجدہ میں گر جائیں۔ لہریں جیسے ہی فرش پر جبین نیاز رکھتی ہیں سمندر اسے اپنی آغوش میں ایسے سمیٹ لیتا ہے کہ لہر اور سمندر ایک ہو جاتے ہیں۔ سمندر میں مد و جزر، جوار بھاٹا، لہروں کا تلاطم سمندر کے تشخص میں ٹوٹ پھوٹ کا عمل بن جاتا ہے۔

پانی جب ذرہ ذرہ ہو کر لطیف ہو جاتا ہے، تو ہوا اسے اپنے کاندھوں پر سے خلا میں اچھال دیتی ہے۔ خلا جب لطافت سے معمور ہو جاتا ہے اور اسے سکون کا ایک ابدی لمحہ میسر آجاتا ہے تو یہ ساری لطافت یہ سارا ترشح، یہ ساری نمی بادل کے روپ میں خود کو منتقل کر دیتی ہے۔ بادل کے بڑے بڑے مشکیزے قافلہ در قافلہ، کارواں در کارواں اڑتے ہوئے شمال سے جنوب، اور جنوب سے شمال، مشرق سے مغرب اور مغرب سے مشرق میں محوِ سفر ہو جاتے ہیں۔ جہاں ان کا قیام ہوتا ہے وہاں حرکت منجمد ہو جاتی ہے اور جمود اپنے وجود کو ٹھہرا ہوا دیکھتا ہے تو وہ سورج سے معاونت چاہتا ہے سورج جب بلند و بالا پہاڑوں کی چوٹیوں پر بکھری ہوئی چاندنی کو گہری آنکھوں سے دیکھتا ہے تو سورج کی آنکھوں سے نکلنے والی شعاعیں اس وجود کو ریزہ ریزہ کر دیتی ہیں

یہ ریزہ ریزہ جمود سیال بن کر اعلیٰ سے نشیب کی طرف، چشموں، آبشاروں، ندی، نالوں میں سے سیل بے کراں کی طرح رواں دواں ہو جاتا ہے۔ اور اپنی اصل سمندر سے جا ملتا ہے ———— یہ سب کیوں ہوتا ہے؟ اس لئے کہ سمندر میں سے نکلا ہوا پانی کا ایک ایک قطرہ آب اصل سے اپنا رشتہ قائم رکھنا چاہتا ہے۔

کسی بھی درخت کا بیج پسند نہیں کرتا کہ وہ فنا ہو جائے۔ اسطرح فنا ہو جانے کہ موت اس کے مستقبل کو کھا جائے۔ ہر بیج اپنے اندر تناور درخت کی حفاظت کرتا ہے خود فنا کا لباس زیب تن کر کے درخت کے وجود کو قائم رکھتا ہے۔ یہ کیوں ہو رہا ہے؟ ———— اس لئے کہ بیج اپنی اصل سے رشتہ مستحکم رکھنا چاہتا ہے

حرکت ہمہ وقت حرکت ہے۔ یہ حرکت پہاڑوں کو بڑے بڑے ٹکڑوں میں پہاڑوں کے بڑے تودوں کو، چھوٹے چھوٹے پتھروں میں چھوٹے پتھروں کو کرش میں اور کرش کو بجری میں، بجری کو ریت میں کیوں تبدیل کرتی رہتی ہے؟ اس لئے کہ پہاڑوں، کوہساروں اور ریت کے ذرات میں، قدر مشترک ختم نہ ہو جائے۔

آدم زاد نے جب روح سے اپنا رشتہ توڑ لیا۔ اور روحانی طریقات کو نظر انداز کر دیا۔ سیم و زر کی فراوانی اور عیش و عشرت کو سب کچھ جان لیا تو ———— روح کی بے قراری میں اضافہ اسلئے ہو گیا کہ روح جانتی ہے کہ صرف مادیت کا عروج روح کی غذا کو زہریلا اور مسموم بنا دیتا ہے۔ جیسے ہی روح سے آدم زاد کا رشتہ کمزور ہوتا ہے وہ قرب الٰہی اور خالق اکبر کی محبت سے دور ہوتا رہتا ہے۔ دنیا میں جنگ و جدال، خون ریزی، نفرت و حقارت اور بھیانک موت کی تاریکی اس لئے پھیل گئی ہے کہ، آدم برادری کی روح بے قرار اور بے چین ہے۔ اسے سکون اسلئے نہیں ہے کہ اشرف المخلوقات آدم، درندہ بن گیا ہے۔ زر و جواہر کو اہمیت دیتا ہے لیکن، جس نے زر و جواہر کے ذخائر آدم کو منتقل کر دیئے ہیں اور برابر منتقل ہو رہے ہیں اس سے صرف لفظی تعلق ہے۔

اعداد و شمار بتاتے ہیں کہ ان ممالک میں، جہاں دولت کی فراوانی ہے۔ آسائش و آرام کی اتنی سہولت ہے کہ لوگ سوچتے ہیں کہ اب ہم کس زاویہ سے آسائش حاصل کریں ———— وہاں ہر شہر کے ہر اسپتال میں آدھی سے زیادہ آبادی دماغی مریض ہے۔ اسپتالوں میں نصف سے زیادہ بستر دماغی امراض کے مریضوں کیلئے مخصوص ہیں۔ خود کشی کی واردات بھی ان ملکوں میں بہت زیادہ ہے۔ وہاں کا کروڑپتی تاجر سب کچھ خرید سکتا ہے۔ لیکن سکون میسر نہیں ہے۔ اس کے اندر ایک ختم نہ ہونے والی بے چینی، اسے کسی کل چین نہیں لینے دیتی ———— وہ دبیز قالینوں پر فانوسوں کے نیچے ٹہلتا ہے۔ اور سوچتا ہے۔ میرے پاس سب کچھ ہے لیکن میں بے چین اور پریشان کیوں ہوں۔

دولت کے پجاری کو کون بتائے کہ وہ اس لئے بے کل اور پریشان ہے کہ اس کے اندر ایک ہستی ہے جس نے اس کے وجود کو سہارا دیا ہوا ہے۔ جس نے اسے زندہ رکھا ہوا ہے.... وہ بھی بے چین ہے۔ وہ ہستی کون ہے؟ وہ ہستی روح ہے۔ اور روح کی غذا اللہ کی محبت ہے۔ جب تک روح کو غذا میسر نہیں آئے گی۔ آدم زاد سب کچھ ہوتے ہوئے بھی بے چین رہے گا۔

آج کا مسلمان جو ایمان سے خالی دامن ہے۔ جس کے قول و فعل میں تضاد ہے۔ جو جھوٹ کو سچ اور سراب کو حقیقت سمجھ بیٹھا ہے۔ جس کے اندر منافقت، بغض، کینہ، تعصب، نفرت اور درندگی نے بسیرا کر لیا ہے۔ جو گریباں چاک، افسردہ چہرہ، تصنع، بناوٹ، اور گدلی آنکھوں والی تصویر بن گیا ہے۔ کہتا ہے مجھے سکون

نہیں ہے۔ قرار نہیں ہے۔ کوئی بتائے کہ میں اس بے چینی کا کیا تدارک کروں؟

اے میرے بھائی مسلمان --------- تو کیوں نہیں سوچتا کہ تو اس لئے بے چین ہے کہ منافقت اور مکر تیری زندگی میں داخل ہو گیا ہے۔ جیسے جیسے تو مکر و فریب سے قریب ہو رہا ہے۔ تیری روح اپنی غذا اللہ کی محبت اور قربت سے دور ہو رہی ہے۔

اے مسلمان بھائی!

تو اپنی منافقت پر بے پردہ تھا --- تجھے تیرا چہرہ بھیانک نظر آنے گا --------- اللہ کہتا ہے۔ سود لینے اور سود دینے والے۔ سودی معیشت میں زندگی گزارنے والے اللہ کے کھلے دشمن ہیں۔

اے میرے بھائی ---

تو یہ کیوں نہیں سوچتا ہے کہ۔

جسکو اللہ اپنا دشمن کہہ رہا ہے۔ اسکی نمازیں۔ اس کا حج کیسے قابل قبول ہو گا ------ تو کیوں اللہ کا دوست نہیں بن جاتا۔ کیا تجھے اسوقت روزگار نہیں ملی جب تو ماں کے پیٹ میں تھا۔ کیا تو اسوقت بھوک سے مر گیا تھا ---- جب کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے۔ تو سانس لیتا ہے۔ کیا اسمیں تیرا کوئی دخل ہے۔ ؟ زمین کو اللہ نے تیرے لئے دستر خوان بنا دیا ہے ------ اگر اللہ نہ چاہے تو کیا تو زمین کو اپنی خدمت پر مجبور کر سکتا ہے۔ سوا تیری خدمت گزاری سے انکار کر دے۔ تیرے پاس کون سی طاقت ہے کہ تو ہوا کو مجبور کر دے کہ وہ تیرے پھیپھڑوں کو بھر دے۔ کیا سورج کو تو مجبور کر سکتا ہے کہ وہ تجھے روشنی فراہم کرتا رہے۔ ہمارا ماحول زہر آلود ہو گا تو ہم کیوں بیمار نہیں ہونگے۔ جب روح کی غذا اللہ کی محبت۔ اور اسکی مخلوق سے نسبت ہمارے اندر نہیں ہوگی تو ہم کیسے خوش رہ سکتے ہیں؟ خوش نہیں ہونگے تو سکون کہاں ملے گا۔ سکون نہیں ملے گا تو کیسے ممکن ہے، آدم زاد دوزخ کا ایندھن نہ بنے ------ دوزخ کے ایندھن کا مصرف جلنے اور کوئلہ بن جانے کے علاوہ کیا ہو سکتا ہے؟ ---------

میں بہت پہلے سے رسالہ روحانی ڈائجسٹ پڑھ رہی ہوں لوگ جن میں خواتین و حضرات اپنی آراء دبستان خیال میں بھیجتے ہیں میں بھی اپنے خیالات اپنے شفیق روحانی باپ کیلئے بھیج رہی ہوں جو مجھ جیسے کئی اور لوگوں کی بھی دل کی آواز ہے۔

بابا جی قبلہ! ایک سمندر اور پیاری سی شفیق ہستی ہیں جنہیں دیکھ کر آنکھیں خوشیوں سے جگمگا جاتی ہیں جن کی محبتوں اور شفقتوں سے دنیا جنت نظر آتی ہے۔

سیما اکرام

نواب شاہ

انسان اور لوح و محفوظ کا مطالعہ کیا۔ کیا خوب قانون بیان ہوا ہے۔

ماں کا شعور جمع (+) باپ کا شعور برابر (=) ہے بچہ کا شعور، یہی شعور بتدریج زندگی کے تقاضوں اور حالات کے رد و بدل کے ساتھ ضرب ( ) MULTIPLY ہوتا رہتا ہے۔

۱۔ بچہ کا شعور جمع (+) ماحول کا اثر برابر (=) ہے فرد کا شعور۔

۲۔ تاریخی حالات و واقعات کا شعور جمع (+) آدم کا شعور برابر (=) ہے اسلاف کا شعور برابر (=) قوم کا شعور۔

۳۔ تاریخی حالات و واقعات کا شعور جمع (+) آدم کا شعور برابر (=) ہے اسلاف کا شعور۔

بتانا یہ مقصود ہے کہ جمع در جمع ہی ارتقاء ہے سبحان اللہ کتنے بڑے مسئلے کو کتنا آسان بنا دیا ہے اللہ تعالیٰ خواجہ صاحب کے علم میں اور اضافہ کرے، آمین۔

مستقیم احمد

ابوظہبی

روحانی ڈائجسٹ پڑھ کر نگاہوں کے ساتھ ساتھ روح کو بھی انجانی سی خوشی محسوس ہوتی ہے روحانی ڈائجسٹ علم و آگہی کا بیکراں سمندر اندر سمیٹے ہوئے ہے لیکن کتابت اور طباعت اتنی ناقص ہے کہ طبیعت پر گراں گزرتی ہے یہ تو ایسی بات ہوئی کہ بہترین کھانا سنی ہوئی اور غیر صاف شدہ پلیٹ میں رکھ کر پیش کر دیا جائے۔

مئی ۱۹۹۱ء کا ماہنامہ اس وقت میرے سامنے ہے ٹائیٹل بہت جاذب نظر ہے۔

فرزانہ

بخاری شاہ

ہر ماہ بہت بے چینی سے روحانی جریدے کا انتظار کرتا ہوں خدا خدا کر کے دو ماہ سے ٹھیک تاریخ پر رسالہ بازار سے مل جاتا ہے۔ اس مرتبہ صدائے جرس پڑھکر دل کو انتہائی فرحت محسوس ہوئی ایک بات جو انکساری سے عرض ہے کہ مضامین تو بہت اعلیٰ ہوتے ہیں لیکن لفظوں میں غلطیاں اور خطاطی کا معیار اچھا نہیں ہے۔ نثار حسین ــــ بیدسلا راولپنڈی

رباعیات

قلندر بابا اولیاءؒ

ہے زیرِ زمیں بھی شہر کی آبادی
مٹّی کے صنم سے ہے وہاں آزادی
ہے موت کا سایہ بھی وہاں پر ممنوع
ممکن ہی نہیں حیات کی بربادی

ہر لفظ کا مشرق ہے نہ مغرب ساقی
ہر لفظ کا کوئی نہیں نائب ساقی
چپ چاپ ہیں سب شیشہ و جام و مینا
ہر لفظ ہے سامنے سے غائب ساقی

انسان ہے اک صیدِ زبوں اے ساقی
مٹّی کو چلاتا ہے فسوں اے ساقی
بہتر ہے یہ میخانہ کے اندر ہی رہے
باہر اسے ہوتا ہے جنوں اے ساقی

دس لاکھ برس جو چل چکا ہے وہ بھی
کل جس نے کہ آغاز کیا ہے وہ بھی
یہ راہ فنا ہے سب ہیں اس میں ہمراہ
پہلے جو چلا ہے اب جو چلا ہے وہ بھی

الله

روشنی ہے آسمانوں کی اور زمین کی (القرآن)

محترم السلام علیکم:

قدرت کا یہ بہت بڑا انعام ہے کہ پریشان حال انسانوں کے لئے میرے شعور نے سکون قلب اور راحت جسم و جان ج تسمیں۔ میں کئی سال تک سوچتا رہا کہ کوئی ایسا کام کر جاؤں جو مخلوق کے لئے مفید ہو۔ قدرت کو میری التجائیں میری دعائیں اور میری کوششیں پسند آئیں اور کتاب

رنگ اور روشنی سے علاج

چھپ گئی - خواجہ شمس الدین عظیمی

مارچ ۱۹۷۸ء

قیمت/۲۵ روپے

رنگ روشنی سے علاج ننانوے فیصد کامیاب ہے۔ رنگین پانی کو معدہ جذب نہیں کرتا بلکہ یہ پانی براہ راست خون میں اور اعصاب میں شامل ہو جاتا ہے جب رنگ اور روشنی سے تیار شدہ پانی خون کے اندر گردش کرتا ہے اس وقت رگوں نسوں اور گوشت پوست کے اندر اس کا رنگ اور اس کی روشنیاں تحلیل ہو جاتی ہیں۔ اور اس طرح مرض سے ری ایکشن کے بغیر شفا ہو جاتی ہے۔

مکتبہ تاج الدین باباؒ 1-K-13 ناظم آباد کراچی

سلطان باہوؒ

تحریر: ارشد علی عظیمی

پنجابی شاعری میں سلطان باہوؒ کا جو مقام ہے اس کا تعین کرنے کے لئے ناقدین ادب کو پہلے اپنے قلوب کو عشق حقیقی کی حیات افروز کرنوں سے منور کرنا پڑے گا کیونکہ سلطان باہوؒ محض ایک شاعر ہی نہیں بلکہ ایک بلند پایہ صوفی بزرگ بھی تھے اور ان کے اشعار اس بات کے غماز ہیں کہ وہ عشق حقیقی میں وہاں تک جا پہنچے تھے جہاں صوفی نہ صرف اللہ کا دوست بن جاتا ہے بلکہ جہاں من و تو کا جھگڑا ہی ختم ہو جاتا ہے اور معاملہ من تو شدم تو من شدی والا ہو جاتا ہے۔

صوفی ازم کے شائقین کے لئے سرور عشق میں ڈوبی تحریر۔

واقعہ کربلا کے بعد حضرت فاطمہؓ کی اولاد نے اپنا وقت عبادت و ریاضت میں گزارنا شروع کر دیا۔ لیکن حضرت علیؓ کی وہ اولاد جو حضرت فاطمہؓ کے علاوہ دوسری بیوی کے بطن سے تھی اور علوی کہلاتی تھی اس نے خلافت کے دعویٰ دار کی حیثیت سے تحریک چلانا شروع کر دی۔ یہ لوگ ایران سے ہوتے ہوئے خراسان پہنچے اور ان میں سے ایک علوی شاہ حسین نامی نے ہرات پر قبضہ کر لیا شاہ حسین علوی کا انتقال ہوا تو اس کا بیٹا امان شاہ حکومت کرنے لگا۔ علویوں نے سادات بنو فاطمہ کی بڑی مدد کی اور اسی وجہ سے یہ لوگ اعوان کہلانے یہ اعوان بر صغیر میں داخل ہونے یہ اس زمانے کی بات ہے جب عباسی اپنے دن پورے کر رہے تھے۔ یہ اعوان بر صغیر میں دریائے اٹک کے کنارے کالا باغ میں آباد ہو گئے یہاں انکا ہندو راجاؤں سے مقابلہ شروع ہو گیا اور انہوں نے مقامی راجاؤں کو شکست دے کر اپنے گاؤں اور شہر آباد کرنا شروع کر دیئے۔ جن گاؤں اور شہر میں اعوان آباد تھے وہ اعوان کار کہلانے لگے۔

اس خاندان اعوان کے کچھ لوگ پنڈ دادن خان اور احمد آباد میں مقامی کافروں سے معرکہ آرا ہوئے اور انہیں شکستیں بھی دیں اور حلقہ بگوش اسلام بھی کیا۔ یہاں تک کہ مغل فرماں روا شاہجہاں کا زمانہ آیا تو اس دین دار بادشاہ نے ان کی بڑی عزت کی اور انہیں مناسب عہدے دے کر شادمان و خوشحال کر دیا۔

اعوان خاندان کے ایک بزرگ بازید محمد کی نیکی اور علمیت کا بڑا شہرہ تھا۔ یہ حافظ قرآن ہونے کے ساتھ ساتھ متبع شریعت فقیہہ اور عالم بھی تھے انہوں نے اپنے خاندان ہی کی ایک دین دار خاتون بی بی راستی سے شادی کر لی۔ بادشاہ نے انہیں کوہستان کا منصب دار بنا دیا۔ یہ کچھ عرصہ یہاں رہے پھر ملتان بھیج دیئے گئے ملتان میں ان کا دل لگ گیا۔ بادشاہ نے ایک بار پھر انہیں کوہستان بھیجنا چاہا مگر انہوں نے انکار کر دیا بادشاہ ان سے بے حد خوش تھا۔ چنانچہ بادشاہ نے انہیں شورکوٹ ضلع جھنگ میں ایک سالم گاؤں قہرگان اور پچاس بیگھہ زمین احمد آباد کنویں بطور انعام دیئے اور آخر کار بازید محمد نے یہیں سکونت اختیار کر لی۔

شورکوٹ میں آنے ہوئے انہیں زیادہ دن نہیں گزرے تھے کہ ان کے گھر ایک لڑکا پیدا ہوا۔ یہ ۱۰۳۹ھ کا ذکر ہے ماں نے اپنے بیٹے کا نام معلوم نہیں کیوں سلطان محمد باہو رکھ دیا۔ ولادت کے کچھ دن بعد بازید محمد کا انتقال ہو گیا۔ اور سلطان باہو کی ساری ذمہ داری بی بی راستی پر آن پڑی۔

رمضان شریف کا مہینہ آیا تو انہوں نے روزے رکھنے شروع کر دیئے انہیں اپنے بچے کا بڑا خیال تھا۔ انہیں معلوم تھا کہ اگر وہ روزے رکھیں گی تو دودھ کم ہو جائے گا اور ان کا بیٹا بھوکا رہے گا مگر انہیں یہ دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی کہ شیر خوار سلطان باہو دن میں دودھ نہیں پیتا۔ لیکن افطار کے وقت ضرور پیتا ہے۔ بی بی راستی کئی دن تک یہ تبدیلی محسوس کرتی رہی اور اس نتیجے پر پہنچیں کہ ان کا بیٹا مادرزاد ولی ہے جو ایام شیر خواری میں بھی روزے رکھ رہا ہے۔

جب سلطان باہو نے ہوش سنبھالا تو انہیں پڑھنے بٹھا دیا گیا۔ ماں نے ان پر غیر معمولی توجہ دی اور لائق ترین اساتذہ کی نگرانی میں دے دیا بہت جلد سلطان باہو کا شمار عالموں میں ہونے لگا والدہ نے اپنے بیٹے میں ایک خاص بات یہ محسوس کی کہ یہ گھنٹوں مست و مستغرق بیٹھے رہتے ہیں کسی بات کا ہوش نہ رہتا۔ ماں اپنے بیٹے کی اس کیفیت کو بغور محسوس کر رہی تھی۔

رات کو بیٹا ان کے قریب ہی سوتا تھا۔ ماں دیکھتیں کہ سلطان باہو بظاہر تو سو رہے ہیں مگر ذرا سی بھی آہٹ پر چونک کر دیکھنے لگتے۔ ایک بار سلطان باہو عشاء کی نماز پڑھ کر وظیفہ پڑھنے لگے اسی مشغلے میں ان کی آنکھ لگ گئی۔ انہوں نے عالم رویا میں دیکھا۔ ایک بزرگ ان کے پاس آئے اور کہا باہو یہاں کیا کر رہا ہے میرے ساتھ چل۔ سلطان باہو نے پوچھا کہاں؟ جواب ملا وہاں جہاں کی لوگ آرزو کرتے ہیں مگر نہیں پہنچ پاتے باہو نے پھر سوال کیا آخر کہاں۔ پھر جواب ملا اگر تجھ سے یہ پوچھا جائے کہ تیرے دل میں سب سے زیادہ کس کی چاہ ہے اور تو کس کا دیدار کرنا چاہتا ہے تو کیا جواب دے گا۔

سلطان باہو نے جواب دیا آپ کے سوال کا ایک ہی جواب ہے عاشق صادق ہوں اور میری سب سے بڑی خواہش یہ ہے کہ مجھے رسول مقبول کا دیدار ہو جائے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں چاہتا۔

ان بزرگ نے فرمایا اس وقت تجھ کو وہیں لے جانا چاہتا ہوں بس اب دیر نہ کر۔ اٹھ اور میرے ساتھ ہو لے۔ تیری تمنا اسی وقت پوری ہو جانے کی سلطان باہو کے پورے وجود پر ایک نشہ سا طاری ہو گیا۔ وہ ان بزرگ کے ساتھ ہو لئے اور ان کے پیچھے پیچھے یوں چلنے لگے کہ پاؤں رکھتے کہیں تھے اور پڑتے کہیں تھے انہیں یقین نہیں آ رہا تھا کہ ان کے کانوں نے جو کچھ سنا ہے وہ سچ ہے۔

کچھ دیر بعد وہ بزرگ سلطان باہو کو ایک ایسے دربار

میں لے گئے جہاں ایک ہجوم پھیلا ہوا تھا اور اس ہجوم کے بیچ میں جو نورانی شکل موجود تھی ان کے چہرے کا جاہ و جلال اور باوقار جمال سلطان باہو کو مرعوب کرنے لگا انہوں نے اس نورانی پیکر کو دیکھنے کی کوشش کی مگر ناکام رہے۔

ان بزرگ نے سلطان باہو کو حکم دیا باہو یہ دربار نبوی ہے مؤدب ایک طرف کھڑا ہو جا۔ اور انتظار کر تیری بابت کیا حکم ہوتا ہے کچھ کہنے سننے کی ضرورت نہیں۔

سلطان باہو دہشت زدہ ہو رہے تھے اٹک اٹک کر پوچھا حضرت میرا دل زور زور سے دھڑک رہا ہے اور مجھے کچھ پتہ نہیں کہ میرا کیا حشر ہونے والا ہے بزرگ نے فرمایا اپنے حواس پر قابو رکھ یہاں سے جو کچھ تجھے ملنے والا ہے اس سے تو ایک بلند مرتبہ حاصل کر لے گا۔

سلطان باہو ایک طرف مؤدب کھڑے ہو گئے کچھ دیر بعد دربار نبوی سے اعلان ہوا سلطان باہو کو بلایا جائے اور اس سے پوچھا جائے کہ وہ یہاں کیوں آیا ہے اور کیا چاہتا ہے۔

سلطان باہو کی گھگھی بندھ گئی تھی۔ ہکلا کر جواب دیا ایک غلام اپنے آقا سے کیا چاہتا ہے اب میں اپنی زبان سے کیا عرض کروں۔

دربار نبوی سے ارشاد ہوا۔ تو جو کچھ چاہتا ہے عطا ہوا تو اپنی ماں کا شکر گزار ہو جس نے تیرا نام باہو رکھ دیا باہو اور یاہو میں صرف ایک نقطے کا فرق ہے۔

سلطان باہو کو اپنے جسم میں اور روح میں ایک چمک اور ایک لہر سی پیدا ہوتی ہوئی محسوس ہوئی خوف زدہ لہجے میں پوچھا کیا میں اپنی مراد کو پہنچ چکا کیا جو میں نے چاہا تھا اسے پالیا۔

سلطان باہو پر وجدانی کیفیت سی طاری ہو گئی وہ بے ہوش ہو کر گر گئے کتنی دیر بے ہوش رہے انہیں کچھ پتہ نہ تھا لیکن جب ہوش آیا تو وہ اپنے بستر پر پڑے تھے اور ماں ان پر جھکی ہوئی پوچھ رہی تھی باہو ہوش میں آ بیٹا یہ خوشبو کہاں سے آ رہی ہے۔

سلطان باہو کو اپنی ماں کی آواز صاف سنائی دے رہی تھی بمشکل آنکھ کھول کر اپنے ماحول کا جائزہ لینے لگے ماں سے پوچھا میں کہاں ہوں۔

ماں نے جواب دیا اپنے بستر پر میرے پاس میرے اپنے کمرے میں سلطان باہو نے زور سے سانس اوپر کھینچی پوچھا ماں کیا وہ خوشبو جو میں محسوس کر رہا ہوں میری ناک سونگھ رہی ہے آپ بھی محسوس کر رہی ہیں آپ بھی سونگھ رہی ہیں

ماں نے جواب دیا۔ ہاں میرے لال وہ خوشبو میں بھی محسوس کر رہی ہوں یہ عجیب سی خوشبو میں نے اپنی زندگی میں آج تک نہیں سونگھی۔

سلطان باہو پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے بولے ماں یہ کیا ہو گیا ابھی ابھی میں رسول اللہ کے دربار میں تھا میں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی اور بیہوش ہو گیا آہ میں اتنی جلدی کیوں بیہوش ہو گیا میں رسول اللہ کے دربار میں تادیر کیوں نہیں رہا۔

ماں نے سانس زور سے اوپر کھینچی اور جواب دیا یہ عجیب خوشبو ہمیں بتا رہی ہے کہ جس دربار کا تو ذکر کر رہا ہے وہ یہیں موجود ہے پھر جدائی کیا معنی۔

سلطان باہو نے کہا نہیں ماں ایسی بات نہیں ہے وہ دربار یہاں نہیں ہے بلکہ یہ خوشبو جو ہم دونوں سونگھ رہے ہیں اس دربار سے میں اپنے ساتھ لایا ہوں

ماں نے اپنے بیٹے کی پیشانی چوم لی بولیں بیٹا میں تیرے جواب سے مطمئن ہوں بخدا اس دربار سے آنے والے بھی اسی طرح معطر ہو جاتے ہیں میں کتنی نادان اور کم عقل ہوں جو یہ کہہ بیٹھی کہ وہ مقدس اور معطر دربار یہیں موجود ہے۔

سلطان باہو افسردہ اور ملول ہو کر بیٹھ گئے ماں کو بھی بے حد ملال تھا کئی دن بعد سلطان باہو نے ایک بار پھر رسول مقبول کو خواب میں دیکھا اور درخواست

کی کہ یارسول اللہ میری روحانی تربیت کون کرے گا۔

جواب ملا میں نے تجھ کو محی الدین عبدالقادر جیلانی کے سپرد کیا اس کے بعد سلطان باہو کا ہاتھ حضرت عبدالقادر جیلانی کے ہاتھ میں دے دیا۔

ایک بار پھر سلطان باہو کی خواب گاہ خوشبو سے معطر ہو گئی یہ خوشبو ماں نے بھی محسوس کی اور انہیں اب اس کا شدت سے یقین ہو گیا کہ ان کا بیٹا سلطان باہو آئندہ ایک بلند پایہ انسان ثابت ہو گا۔ انہوں نے بیٹے کو حکم دیا اب تجھ کو کسی ولی کامل کی بیعت اختیار کر لینی چاہیے۔

سلطان باہو نے عرض کیا یارسول مقبول اور شیخ عبدالقادر جیلانی کے بعد بھی کس کی بیعت ضروری ہے

ماں نے جواب دیا بیٹے باہو یہ دنیا ہے عالم اسباب پر نظر رکھتی ہے اسلئے تیرا ولی کامل سے بیعت کرنا بہت ضروری ہے۔ پھر سلطان باہو بولے آپ کا ارشاد بجا میں کسی ولی کامل کو ضرور تلاش کروں گا پھر سوچ کر عرض کیا اور جہاں تک میری ناقص عقل کام کرتی ہے مجھے ولی کامل کی تلاش میں کہیں جانا نہیں پڑے گا وہ تو میرے سامنے ہی موجود ہے ماں نے پوچھا تو کیا کہنا چاہتا ہے۔

سلطان باہو نے جواب دیا میں آپ کو ولی کامل سمجھتا ہوں کیوں نہ آپ ہی سے بیعت ہو جاؤں۔

ماں نے کہا بیٹے بات یہ ہے کہ عورت کو یہ اجازت نہیں دی گئی کہ وہ کسی کو بیعت کرے اسلئے میں مجبور ہوں۔ سلطان باہو نے مایوسی سے عرض کیا ماں آپ ہی فرمائیں کہ پھر میں مرشد کو کہاں تلاش کروں۔ ماں نے جواب دیا مشرق کی طرف بس اس طرف چلے جاؤ اللہ نے چاہا تو تم اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاؤ گے۔

سلطان باہو نے اسی وقت گھر چھوڑ دیا اور مشرق کی طرف روانہ ہو گئے یہ جہاں سے بھی گزرتے لوگوں سے یہی پوچھتے کہ اس نواح میں کوئی ایسا بزرگ ہے جو انسانوں کی ظاہری اور باطنی رہنمائی کر سکے اور ہر جگہ سے یہی جواب ملتا ہاں ایک شخص ہے بس ایک شخص شاہ حبیب اللہ صاحب۔ سلطان باہو پوچھتے وہ کہاں ہیں ان سے کہاں ملاقات ہو سکتی ہے۔

ہر جگہ سے ایک ہی جواب ملتا۔ دہلی سے پہلے کسی بھی قصبے میں ان سے ملاقات ہو سکتی ہے کیونکہ وہ تبلیغ دین کیلئے دوروں پر رہتے ہیں۔ چنانچہ ایک جگہ سلطان باہو کی ملاقات شاہ حبیب اللہ سے ہو گئی یہ شاہ صاحب سے بہت متاثر ہوئے اور ان کی خدمت میں عرض کیا حضرت مجھے میری ماں نے آپ کے پاس بھیجا ہے کیا آپ مجھے اپنی خدمت میں رہنے کی اجازت مرحمت فرمائیں گے۔

شاہ حبیب اللہ نے پوچھا میں کس طرح یقین کروں کہ تم جو کچھ کہہ رہے ہو اس میں جذبہ صادق بھی کارفرما ہے۔

سلطان باہو نے جواب دیا حضرت میں جھوٹ نہیں بولتا آپ جس طرح چاہیں یقین دلانے کو تیار ہوں۔

شاہ حبیب اللہ نے پوچھا۔ شور کوٹ میں تیری جاگیر ہے یا نہیں سلطان نے جواب دیا ہے کیوں نہیں مگر اس سے آپ کا مطلب؟ شاہ حبیب اللہ نے کہا اس سے میرا مطلب یہ ہے کہ جو جاگیردار ہو جس کے پاس زمینیں ہوں جائیداد ہو اس کے پاس دنیا کے بکھیڑوں کی کوئی کمی نہیں اور جو دنیا کے بکھیڑوں میں پھنسا ہو وہ اللہ سے کیا لو لگائے گا۔

سلطان باہو سناٹے میں آ گئے کہ یہ کس آزمائش میں ڈال دیا شاہ حبیب اللہ نے باہو کی طرف دیکھا تو مسکرا کر فرمایا خاموش کیوں ہو گئے کیا سوچنے لگے دنیا کا بکھیڑا ایسی ہی چیز ہے جو انسان کو سوچ میں ڈال دیتا

ہے تو بھی کیا کرے مجبور ہے۔

سلطان باہو نے جواب دیا یہ بات نہیں ہے میں نے جب یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ علائق دنیا سے پیچھا چھڑانا ہے تو پھر فکر کس بات کی آپ مجھ کو موقع دیجئے میں آج ہی شور کوٹ واپس جا رہا ہوں دوبارہ جب حاضری دوں گا تو میں دنیا کے بکھیڑوں سے نجات حاصل کر چکا ہوں گا۔

شاہ حبیب اللہ نے کہا بہتر ہے میں تیرا انتظار کروں گا۔ سلطان باہو اسی دن شور کوٹ واپس چلے گئے ماں نے واپس آتا دیکھ کر پوچھا کہو بیٹے کیا خبر لائے کام بنا یا نہیں، مرشد ملا یا نہیں۔ سلطان باہو نے جواب دیا ہاں میں نے مرشد کو پا لیا ہے ماں نے کہا نہیں ایسی بات نہیں ہے مرشد ابھی تک تجھے نہیں ملا۔

سلطان باہو نے حیرت سے پوچھا ماں یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں۔ اگر شاہ حبیب اللہ مرشد نہیں ہیں تو اور کیا ہیں۔

ماں نے جواب دیا میں نے کہہ جو دیا کہ وہ مرشد تو ہیں مگر تیرے مرشد نہیں ہیں۔ سلطان باہو نے عرض کیا اگر وہ میرے مرشد نہیں ہیں تو انہوں نے یہ کیوں کہا کہ دنیا کے بکھیڑوں سے نجات حاصل کر لوں اس کے بعد ان سے ملوں تاکہ وہ بیعت لے کر علوم باطنی سکھائیں۔

ماں نے کہا انہوں نے یہ بات ہرگز نہیں کہی کہ پہلے تو دنیا کے بکھیڑوں سے نجات حاصل کرے اس کے بعد ان سے بیعت ہو کر علوم باطنی حاصل کرے انہوں نے صرف یہ کہا ہے کہ پہلے تو دنیا کے بکھیڑوں سے نجات حاصل کر اس کے بعد ان سے مل۔

سلطان باہو کو یاد آیا کہ واقعی شاہ حبیب اللہ نے یہی کہا تھا۔ ماں کے قدموں میں گر کر عرض کیا ماں آپ تو خود ولی ہیں۔ مجھے کسی اور ولی کی ضرورت نہیں ہے۔

ماں نے جواب دیا لیکن افسوس جیسا کہ پہلے میں کہہ چکی ہوں کہ عورتوں سے بیعت ہونے کا حکم نہیں دیا گیا ہے تو پھر میں تجھ کو کس طرح بیعت کر لوں۔

سلطان باہو نے کہا ماں میں کیا کروں میرے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے آپ اس سے اچھی طرح واقف ہیں۔ لیکن میں آپ سے بیعت نہیں ہو سکتا۔ ماں نے جواب دیا سر دست تو یہ کر کہ تجھ کو شاہ حبیب اللہ نے جو حکم دیا ہے تو تو اس پر عمل کر اللہ جو کچھ کرے گا۔ وہ اچھا ہی ہو گا۔

سلطان باہو نے کہا شاہ صاحب نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ میں دنیا کے بکھیڑوں سے نجات حاصل کر کے ان کے پاس پہنچوں تو وہ میرے لئے کچھ کریں اس سلسلے میں آپ کا کیا حکم ہے۔

ماں نے جواب دیا اس سلسلے میں میرا کیا حکم چلے گا شاہ صاحب نے جو حکم دیا ہے اس پر عمل کرو۔ سلطان باہو نے عرض کیا اگر میں شاہ صاحب کے حکم پر عمل کروں گا تو آپ کا کیا ہو گا۔

ماں نے کہا بیٹے تو میری فکر نہ کر

سلطان باہو نے اپنا سب کچھ راہ خدا میں دے کر فراغت حاصل کر لی اور شاہ حبیب اللہ کی خدمت میں روانہ ہو گئے کئی دن بعد جب یہ شاہ صاحب کی خدمت میں پہنچے تو انہوں نے ان کا بڑی گرم جوشی سے استقبال کیا سلطان باہو نے عرض کیا حضرت آپ نے جو کچھ فرمایا تھا اس پر عمل درآمد کر کے آ گیا ہوں اب تو آپ مجھے بیعت کر لیں۔ شاہ صاحب نے فرمایا باہو میں خوش ہوں کہ میں نے جو کچھ کہا تھا تو نے اس پر عمل کر کے مجھے شاد ماں کیا لیکن میں تجھ کو بیعت نہیں کر سکتا۔

سلطان باہو نے پوچھا وہ کیوں آخر کیوں؟

شاہ صاحب نے جواب دیا کیا تیری ماں نے تجھ کو کچھ نہیں بتایا باہو نے کہا انہوں نے بتایا تو تھا کہ میں کچھ بھی کروں گا مگر آپ مجھ کو بیعت نہیں کریں گے۔

شاہ صاحب نے کہا بے شک تیری ماں روشن ضمیر ہے تو جس مرتبے کا مالک ہے میں اس کا اہل نہیں کہ تیری تربیت کروں۔ بہر حال تو دہلی چلا جا وہاں تجھ کو شیخ عبدالرحمن قادری ملیں گے تو ان کے پاس چلا جا وہی تیری تربیت کر سکیں گے ورنہ یہ کام میرے بس کا نہیں ہے۔

باہو نے مایوسی سے عرض کیا تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ اب میں دہلی جاؤں اور وہاں در بدر ٹھوکریں کھا کر میں شیخ عبدالرحمن قادری کو تلاش کرتا پھروں۔

شاہ صاحب نے جواب دیا بیشک میں جو کہہ رہا ہوں اس کو بطور خاص ذہن نشین کر لے کیوں کہ یہ خشت اول ہے۔ اگر پہلی اینٹ ہی غلط رکھ دی گئی تو پوری عمارت میں کجی آجائے گی۔ اور پھر کوئی طاقت بھی اس کو سیدھا اور مضبوط نہیں کر سکے گی۔

باہو چپ ہو گئے کچھ دیر بعد پوچھا۔ حضرت آپ نے میری بابت کیا فیصلہ کیا۔

شاہ صاحب نے جواب دیا میں نے کہہ جو دیا کہ یہاں سے تجھ کو دہلی جانا ہے وہاں تو شیخ مرشد کو بتانے گا کہ تجھ کو میں نے ان کی خدمت میں بھیجا ہے۔ اور کچھ نہیں بتائے گا تو تجھے خود ہی مصیبتوں میں گرفتار ہو جانا پڑے گا۔

سلطان باہو شاہ صاحب کی خدمت میں رہ کر چلے گئے۔ ابھی یہ دہلی میں داخل ہی ہوئے تھے کہ ایک شخص ان کے پاس آیا اور بڑی ملتجانہ نظریں ڈال کر پوچھا نوجوان تمہارا نام کیا ہے۔

تم میرا نام جان کر کیا کرو گے؟ باہو نے پوچھا۔

اجنبی شخص نے جواب دیا میں شیخ عبدالرحمن قادری کا مرید ہوں اور ان ہی کی ایماء پر یہاں آیا ہوں۔ میں شیخ جی کے پاس کیا منہ لے کر جاؤں گا۔ باہو نے کہا آپ لوگ خود بھی بہت جانتے ہیں کیا میرے لئے کوئی خاص حکم لے کر آئے ہو۔

اجنبی شخص نے جواب دیا ابھی ابھی پیر و مرشد نے مجھے حکم دیا تھا کہ شور کوٹ کا سلطان باہو آرہا ہے اس کو عزت و احترام سے میرے پاس لایا جائے آخر ایک بار پھر باہو نے پوچھا آپ پریشان کیوں ہو گئے کیا کوئی خاص بات ہو گئی ہے۔ اجنبی شخص نے جواب دیا صاحبزادے مجھے تو بس اتنی سی بات معلوم ہے کہ ابھی تھوڑی دیر پہلے مرشد نے مجھ کو یہ حکم دیا تھا کہ سلطان باہو شور کوٹ سے آرہا ہے اس کو باعزت میرے پاس لایا جائے۔

سلطان باہو نے سوال و جواب کا سلسلہ بند کر دیا اور شیخ عبدالرحمن قادری کی خدمت میں روانہ ہو گئے۔ شیخ عبدالرحمن قادری نے ان کے پہنچنے سے پہلے ہی حجرے سے باہر نکل کر ادھر ادھر دیکھا جب کوئی نظر نہ آیا تو بولے یہ باہو آخر رہ کہاں گیا؟ اتنی دیر میں تو میرے پاس آجانا چاہیے تھا۔

ابھی ان کا فقرہ پورا بھی نہ ہوا تھا کہ سلطان باہو ان کے پاس پہنچ گئے اور مودبانہ سلام پیش کیا شیخ قادری نے انہیں بڑی دعائیں دیں۔۔۔ اور پوچھا باہو کیا تیری ماں تیرے لئے کافی نہیں تھی؟

باہو نے جواب دیا تھی کیوں نہیں؟ لیکن انہوں نے مجھے بیعت کرنے سے منع کر دیا تھا۔

قادری شیخ نے مسکرا کر کہا بے شک اس نے انکار ہی کر دینا تھا خیر اب تو مجھ سے کیا چاہتا ہے؟

باہو نے جواب دیا میں اپنے رب کی تلاش میں نکلا ہوں اور جب تک اس کو نہ پالوں یا اس کے خاص اشارے کو سمجھ نہ لوں میں یہیں رہوں گا۔ واپس نہیں جاؤں گا۔

قادری شیخ نے بڑی محبت سے کہا اچھا اگر یہ بات ہے تو اسی وقت میرے ساتھ حجرے میں چل تو بھی کیا یاد کرے گا کسی مرشد سے واسطہ پڑا تھا۔ باہو اسی وقت مرشد کے ساتھ ان کے حجرے میں چلے گئے۔

وہاں قادری شیخ نے ذرا سی دیر میں سلوک کے مدارج طے کرا دئے۔ باہو کو ذرا سی دیر میں یہ محسوس ہونے لگا کہ وہ صاحب کمال ہو چکے ہیں۔

دوسرے دن باہو اپنی حالت اور مقام کا پتہ چلانے کے لئے باہر نکلے اور بازاروں میں گھومنے پھرنے لگے۔

ایک جگہ باہو نے ایک نابینا شخص کو اپنے عصاء کے سہارے چلتے دیکھا تو اس کے پاس پہنچ گئے اور اس کے داہنے شانے پر اپنا ہاتھ رکھ کر پوچھا اے شخص تو پیدائشی نابینا ہے۔ نابینا نے ایک سرد آہ بھری اور عرض کیا ہاں جناب میں پیدائشی نابینا ہوں۔

باہو نے جواب دیا یہ تو کوئی ایسی بات نہیں ہے بینائی ابھی آجاتی ہے اس کے بعد شیخ مرشد سے اجازت لئے بغیر باہو نے کچھ پڑھ کر اس کی آنکھوں پر دم کیا اور کہا ذرا پیچھے ہٹ کر کھڑے ہو جاؤ۔

نابینا چند قدم ہٹ کر کھڑا ہوا تو اس کی بند آنکھوں تلے لاتعداد جگنو نظر آنے لگے۔

اس شخص نے یہ حیرت انگیز منظر دیکھا تو اس کو کسی بات کا یقین ہی نہیں آیا۔ وہ چپ چاپ خاموش کھڑا رہا۔

آخر باہو نے پوچھا اے شخص تیرا کیا حال ہے؟

اس نے جواب دیا پیر و مرشد اب مجھ کو نظر آرہا ہے، دکھائی دے رہا ہے، میری آنکھوں تلے روشنیاں رقص کر رہی ہیں۔

باہو نے کہا اگر تجھ کو تیری بینائی واپس مل گئی ہے تو۔ تو اپنے رب کا شکر ادا کر۔ وہ شخص سجدے میں گر گیا۔

کئی دن بعد باہو نے ایک شخص کو گھسٹ گھسٹ کر چلتے دیکھا اس شخص کی ایک ٹانگ فالج زدہ تھی جو سوکھ کر بیکار ہو گئی تھی باہو نے اس سے پوچھا یہ تیری ٹانگ کو کیا ہوا؟

اس شخص نے جھنجلا کر جواب دیا جو کچھ ہو گیا ہے کیا تجھ کو نظر نہیں آرہا میرا آدھا دھڑ فالج نے ناکارہ کر دیا ہے۔

باہو نے ہنس کر کہا وہ تو میں بھی دیکھ رہا ہوں مگر یہ تو بتا کہ تو نے اس کا علاج کیوں نہیں کرایا؟

اس نے جواب دیا میں نے اس کا بہت علاج کرایا مگر تھک ہار کر چپ ہو رہا۔ کسی دوا نے فائدہ ہی نہیں کیا تو میں نے صبر کر لیا اور اس کی رضا کے آگے خاموشی اختیار کر لی۔

باہو نے کہا کیا میں تری ٹانگ ٹھیک کر دوں۔

اس شخص نے حیرت سے پوچھا تو میری ٹانگ کو ٹھیک کر دے گا؟ باہو نے جواب دیا ہاں میں تیری ٹانگ ٹھیک کر سکتا ہوں اس شخص نے چڑ کر کہا کیا تو خدا ہے؟

باہو نے جواب دیا میں خدا تو نہیں ہوں لیکن خدا کا بندہ ضرور ہوں اور خدا نے مجھے ایسی خوبی عطا فرمائی ہے کہ میں تیری ٹانگ ٹھیک کر سکتا ہوں۔ اس شخص نے کہا اگر یہ بات ہے تو پھر انتظار کس بات کا ہے میں بھی تو تیری کرامت دیکھوں۔ خالی خولی باتیں ہی کر سکتا ہے یا وہ کام بھی کر سکتا ہے جس کا تو دعویٰ دار ہے۔

باہو نے جواب دیا میں تیری فالج زدہ سوکھی ٹانگ اسی وقت درست کر سکتا ہوں۔

وہ شخص عاجز آیا ہوا تھا بولا تب پھر کرنا انتظار کس بات کا، باہو نے چپکے چپکے بارگاہ ایزدی میں مناجات کی اور پھر درخواست کی اے میرے رب اس مجبور شخص کی ٹانگ درست فرما دے اپنے محبوب کے صدقے میں۔

اس کے بعد آپ نے اس شخص سے کہا میں تیرے حق میں دعا کر رہا ہوں۔ اثر کے لئے چند دن درکار ہیں۔ اگلے ہفتے ملنا۔

یہ شخص تو مایوس تھا ہی بولا اگر یہ کہتے ہو تو انتظار کر لوں گا۔ حالاں کہ امید تو نہیں۔ چنانچہ ایک ہفتے بعد جب وہ دوبارہ آپ سے ملا تو اس کے پاؤں کا لنگ دور ہو چکا تھا۔ وہ فرط عقیدت سے آپ کے قدموں

میں گر گیا۔ فالج زدہ حصے میں دوران خون جاری ہوچکا تھا۔ جب اس واقعے کی اطلاع اطباء کو ہوئی تو انہوں نے اس پر یقین کرنے سے انکار کر دیا لیکن جب اپنی آنکھوں سے دیکھا تو عجز و تحیر کا اظہار کیا۔

سلطان باہو کی کرامات کا چرچا ہونے لگا لوگوں نے ان کے مرشد عبدالرحمن قادری سے عرض کیا کہ باہو کو روکئے اس نے کشف و کرامات کو عام کر دیا ہے۔ جس پر نظر ڈال دیتا ہے اس کی کایا پلٹ جاتی ہے

مرشد نے اسی وقت سلطان باہو کو طلب کیا اس وقت مرید اور مرشد کے پاس وہ لوگ بھی موجود تھے جنھیں سلطان باہو سے حسد تھا وہ دل ہی دل میں خوش ہو رہے تھے کہ آج خبر لی جائے گی اور وہ اس کا نظارہ اپنی آنکھوں سے کر سکیں گے۔

مرشد نے پوچھا کیوں باہو یہ میں کیا سن رہا ہوں؟

سلطان باہو نے حیرت سے سوال کیا۔ آپ کیا سن رہے ہیں؟ ذرا وضاحت بھی فرما دیں تو نوازش ہوگی۔

مرشد نے کہا۔ میں نے سنا ہے تو نے کشف کرامات کو عام کر دیا ہے کیا یہ درست ہے؟

سلطان باہو نے جواب دیا آپ نے جو کچھ سنا ہے وہ درست ہے۔ آپ نے مجھ پر الٰہی نظر کرم ڈالی کہ میں خاک تھا پاک ہو گیا، مٹی تھا سونا ہو گیا، بے کار تھا کارآمد ہو گیا، نالائق تھا لائق ہو گیا۔ میں نے اپنے آپ میں نمایاں انقلاب محسوس کیا، تبدیلیاں پائیں مجھے ایسا لگا کہ میں کچھ کا کچھ ہو گیا ہوں۔ بس یہ دیکھنے کیلئے کہ میں کیا ہو گیا ہوں اور میں کیا کچھ کر سکتا ہوں۔ چھوٹے چھوٹے تجربے کرنے لگا ہوں ان تجربوں میں کامیاب ہوا میرے حاسد اس کو برداشت نہ کر سکے انہوں نے آپ سے شکایت کر دی۔ اگر میں خطاکار ہوں تو سزا کا سزاوار ہوں، حاضر ہوں سزا سنائیں میں بھگتنے کو تیار ہوں۔

اس جواب نے مرشد کو بے حد خوش کر دیا۔ حاضرین پر نظر ڈالی اور فرمایا تم سب نے سلطان باہو کا جواب سن لیا اب کیا کہتے ہو اس کو کیا سزا ملنی چاہیے

لوگوں کے منہ بند ہو چکے تھے۔ پھر بھی جو حسد مجسم تھے انہوں نے عرض کیا ہم پیرو مرشد کو کیا مشورہ دیں گے آپ نے سلطان باہو کو نعمت خاص مرحمت فرمائی انہوں نے اس نعمت کو عام کر دیا ہے ہمارے خیال میں یہ گستاخی ہے اب اس کی کیا سزا ہو سکتی ہے۔ آپ خود تجویز فرمائیں۔

مرشد نے جواب دیا بیشک سلطان باہو سزا کا مستحق ہے اس نے جو کچھ کیا ہے اس کی میرے پاس یہ سزا ہے کہ اس نعمت خاص میں مزید اضافہ کر دیا جائے۔ پھر سلطان باہو سے کہا جا میں نے تجھے زبان کی شیرینی اور عرفان بخش دیا تیرے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ لوگوں کے دلوں میں گھر کریں گے۔ اور تیرے کلام کی تاثیر انسانوں کو تیرا والہ و شیدا بنا دے گی

حاسدوں کے چہرے اتر گئے سلطان باہو کو اب تک جو کچھ ملا تھا اس میں مزید اضافہ ہو گیا۔

اس نے بعد مرشد نے حاضرین سے کہا جس نے دوسروں کی فکر کی اور اپنے اعمال سے غافل ہوا وہ کہیں کا بھی نہ رہا لوگوں اپنی فکر کرو اپنے اعمال پر نظر رکھو۔

لوگوں کی سرزنش ہو گئی تھی اس لئے وہ کچھ عرصے کیلئے خاموش ہو گئے

عبدالرحمن قادری نے جب یہ سمجھ لیا کہ حاسد اپنی شرارتوں سے باز نہیں آئیں گے تو انہوں نے سلطان باہو کو بلا کر حکم دیا باہو اگر تم خوشی سے یہاں رہنا چاہو تو شوق سے رہو اور اگر شور کوٹ جانا چاہو تو اس کی بھی میری طرف سے اجازت ہے۔

سلطان باہو نے عرض کیا آپ مجھے کیوں رخصت کرنا چاہتے ہیں۔ مرشد نے جواب دیا مجھے جو کچھ دینا تھا تمہیں دے دیا اس میں مزید اضافہ تم عبادت و ریاضت سے کرو میرا کام ختم ہوا۔

سلطان باہو بچشم نم شور کوٹ کے لئے روانہ ہو گئے۔

آپ کی ماں نے بیٹے کو جس حال میں پالا اس پر بہت خوش ہوئیں جو زمین بچ رہی تھی اس پر کھیتی باڑی کرنے لگے ہر کام خود کرتے اس کے ساتھ ساتھ رشد و ہدایت کا سلسلہ بھی جاری رہا۔

شور کوٹ میں ایک عقیدت مندوں کا ہجوم رہنے لگا۔ آپ کی تعلیمات اور عرفان کا شہرہ ہونے لگا۔ سلطان باہو زیادہ پڑھے لکھے نہیں تھے اس لئے علماء ان کو خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ انہیں حیرت تھی کہ یہ کم پڑھا لکھا شخص عوام میں اتنا مقبول کیوں ہو گیا؟

بعض عالم آپ کے پاس اس لئے آتے کہ آپ کے علم و فضل کا امتحان لیں۔

ایک دن ایک عالم آپ کے پاس آیا بظاہر وہ ارادت مند بن کر آیا تھا لیکن وہ حقیقتاً آپ کا امتحان لینے آیا تھا۔

اس نے آپ سے دوران گفتگو پوچھا میں آپ کے پاس اس لئے آیا ہوں کہ فقر کی بات آپ کی زبانی معلوم کروں۔ کیوں کہ فقر کے بارے میں مختلف صوفیائے کرام نے مختلف معنی بتائے ہیں۔ فقر سے آپ کی کیا مراد ہے؟

آپ نے جواب دیا۔ تم تو عالم ہو مجھ سے فقر کے معنی پوچھ رہے ہو۔ پھر بھی اگر تم اس کے معنی مجھ سے معلوم کرنا چاہتے ہو تو سنو فقر میں تین حرف ہیں (ف۔ق۔ر) ف سے فنائے نفس، ق سے قہر در نفس، اور ر سے رضا...... یہ رضائے الٰہی۔ اسی طرح ف سے فز، ق سے قرب، اور ر سے راز ہے۔ یہ مراتب انہیں حاصل ہوتے ہیں جو فقر محمدی حاصل کر لیتے ہیں۔ اگر کسی کو یہ مراتب حاصل نہ ہوئے تو پھر ف سے فضیحت، ق سے قہر خدا اور ر سے رد مراد ہے۔

عالم آپ کی زبان سے یہ سب سن کر سکتے میں آ گیا اس کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب ایک کم پڑھا لکھا شخص کہہ رہا ہے۔

عالم نے ایک سوال اور کیا پوچھا حضرت آپ کی نظر میں فقیر کی کیا تعریف ہے۔

سلطان باہو نے جواب دیا۔ پہلے تمہیں مرشد کی بات پوچھنا چاہیے تھا۔ عالم نے کہا اگر مرشد کی تعریف جاننا ضروری ہے تو پہلے اس کی تعریف فرما دیجئے۔

سلطان باہو نے جواب دیا۔ مرشد تین قسم کے ہوتے ہیں۔ اول مرشد، مرشد کامل، یہ طالب کے حق میں رحمت ہوتا ہے، دوم مرشد ناقص جو طالب کے حق میں زحمت ہوتا ہے، اور ان دو کے علاوہ ایک مرشد اور ہے۔ یہ تیسرا مرشد دنیاوی مراعات اور مناصب حاصل کرنے میں اپنا جواب نہیں رکھتا اور یہیں تک کہ ترقی حاصل کر لیتا ہے، کہ مرتبہ فرعون بھی اس کیلئے ایک معمولی مقام ہوتا ہے۔ ان تین کے علاوہ ایک چوتھی قسم کا مرشد بھی ہوتا ہے۔ یہ مرشدوں کی ذلیل ترین قسم ہے یہ مرشد دونوں جہاں کی ذلت اور رسوائی اپنے سر لیتا ہے۔

سلطان باہو کی عالمانہ باتوں نے عالم کو رنج کر کے رکھ دیا۔ وہ خود کو سلطان باہو سے اعلیٰ و ارفع سمجھ کر آیا تھا۔ اس کا ارادہ تھا کہ وہ سلطان باہو کو اپنی عالمانہ باتوں سے انتہائی مرعوب اور متاثر کرے گا کہ باہو ان سے درخواست کریں گے کہ عالم انہیں اپنا مرید کر لے لیکن یہاں تو معاملہ ہی الٹ گیا تھا۔

سلطان باہو نے بولنا شروع کیا لوگوں خدائی طرف آؤ، اپنے دلوں سے غرور و تکبر کو نکال دو وہ بولتے بولتے خاموش ہو گئے مگر پھر اچانک بولنے لگے مگر افسوس کہ خدائی طرف آنا کیا معنی، وہ اس سے بھاگتے اور گریز کرتے ہیں حالاں کہ ان پر معرفت الٰہی کی جھلک تک نہیں پڑی۔ مگر وہ اپنے آپ کو عارف اور صاحب حضور جانتے ہیں۔ جب کے یہ لوگ درحقیقت بے معرفت اور مقام حضور سے کوسوں دور ہیں۔ یہ اپنے کشف و کرامت اور بدعت و استدراج میں مغرور رہتے ہیں۔

یہ دنیائے دوں اور سیم و زر میں شب و روز خراب اور پریشان رہتے ہیں۔

اب عالم سرنگوں و شرمسار ہو چکا تھا بولا حضرت اب برداشت کی طاقت نہیں رہی۔ مجھے اپنے مریدوں اور

ارادت مندوں میں شامل فرمالیں۔

سلطان باہو نے فرمایا رسول مقبول کی متابعت اختیار کر۔ اس کے بعد کسی اور کی ضرورت نہیں رہے گی زندگی بھر اس حقیقت کو ذہن نشین رکھ کر جو شخص بھی رسول اللہ کی متابعت کے بغیر کسی اور شخص یا شے کی رہبری اور پیشوائی پر بھروسہ کرے گا۔ وہ خود بھی گمراہ ہو گا اور دوسروں کو بھی گمراہ کرے گا۔

عالم نے سوال کیا میں نے ایسے صوفی بھی دیکھے ہیں جن کے کئی افعال شرع محمدی کے خلاف ہیں ان کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے۔ آپ نے جواب دیا۔ اگر کسی صوفی کا ایک فعل بھی شرع محمدی کے خلاف ہے تو وہ صوفی نہیں بلکہ شیطان ہے۔ اس سے کنارہ کشی اختیار کرنی چاہیے۔

عالم نے دوسرا سوال کیا۔ حضرت آپ کی باتوں نے مجھے مست و مسحور کر رکھا ہے۔ آپ الفاظ و معانی پر سے نقاب اتارتے چلے جا رہے ہیں ابھی چند سوال اور باقی ہیں جو میرے دل و دماغ میں کلبلا رہے ہیں۔ براہ کرم یہ بھی بتاتے چلئے کہ یہ سخاوت کیا چیز ہے اور اس کا مقصد اور مطلب کیا ہوتا ہے۔

سلطان باہو نے جواب دیا سخاوت کرنے سے خلق اللہ کا حق ادا ہو جاتا ہے۔ اور ہمیں یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ صاحب مال کو اللہ کے مقابلے میں اپنے مال سے کتنی محبت ہے۔

عالم نے پوچھا مزید کچھ یا بس۔

آپ نے جواب دیا فقر اور معرفت الٰہی دریائے رحمت کی موجیں ہیں اور سخاوت اور کرم وہ صفات ہیں جو بل کی طرح خدا سے ملا دیتی ہیں۔

عالم سر دھنتا رہا۔ وہ وجدانی کیفیت میں مبتلا ہو چکا تھا بولا حضرت میں ایک بار پھر مرشد کی طرف آتا ہوں۔ آپ یہ بتائیں کہ مرشد کی باطنی باتوں سے مریدوں کو کیا فائدہ پہنچتا ہے

۔ سلطان باہو نے جواب دیا پیر و مرشد میں اتنی باطنی قوت ضرور ہونی چاہیے کہ وہ اس کی مدد سے اپنے مریدوں کی بروقت خبر گیری کر سکے اور ان کو گناہ و معصیت سے روک سکے اور جب کوئی مرید جاں کنی کی حالت میں مبتلا ہو تو اس نازک وقت میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ سے دعا اور عرض کر سکے لیکن جو مرشد اس نازک وقت سے صحیح و سالم نہ گزر سکے وہ پیر و مرشد نہیں ہو سکتا۔

عالم نے عرض کیا اس کے تو یہ معنی ہوئے کہ پیری اور مرشدی بہت مشکل چیز ہے۔

آپ نے جواب دیا بے شک اس میں کیا شک پیری مریدی کوئی معمولی کام نہیں۔ یہ ایک راز و نیاز سّر و اسرار ہے۔

عالم نے کہا حضرت کوئی اور نصیحت۔

آپ نے فرمایا اے عالم یاد رکھو کہ دنیا والے، دنیا اور مال و زر کے غلام ہوتے ہیں۔ لیکن فقیر جو عارف باللہ بھی ہو مال و زر اور دنیا کو غلام بنا کر رکھتا ہے۔ حرص و حسد سے دور رہ کیوں کہ ان کا انجام آخر کار ذلت و خواری ہوتا ہے۔ اگر تو چاہتا ہے کہ کامران و بامراد رہے تو چاروں نفسوں کے پرندوں کو ذبح کر دے۔

عالم نے حیرت سے پوچھا چاروں نفسوں کے پرندے کیا ہوتے ہیں۔ آپ نے جواب دیا شہوت کا مرغ، حرص کا کوا، زینت کا مور اور حسد کا کبوتر۔ عالم نے عرض کیا اب میں اس در کو چھوڑ کر کہاں جاؤں گا۔ خدا کے لئے مجھے اپنی حضوری سے دور نہ رکھئے گا۔

آپ نے فرمایا میری حضوری کوئی معنی نہیں رکھتی۔ اللہ کا قرب اور اس کی حضوری حاصل کرنے کی فکر کر۔

سلطان باہو کھیتی باڑی خود کرتے تھے۔ آپ کی شہرت دور دور تک پہنچ چکی تھی۔ لوگوں نے ان کے بارے میں عجیب عجیب تصور قائم کر رکھے تھے۔ آپ کے پاس آنے والوں میں ان کی اکثریت تھی۔ جو آپ سے کچھ حاصل کرنا چاہتے تھے۔ ان میں دنیا دار بھی تھے اور دین دار بھی

۔ آپ تاروں کی چھاؤں میں نکل جاتے اور زمینوں پر ہل خود چلاتے ایک دن کہیں دور دراز سے ایک شخص آپ سے ملنے آیا۔ اس شخص نے سنا تھا کہ سلطان باہو جو چاہتے ہیں وہ ہو جاتا ہے۔ جس پر نظر ڈال دیتے ہیں وہ کامل ہو جاتا ہے۔ یہ شخص سونے چاندی کا عاشق تھا۔ اس کی یہی ہوس شور کوٹ کھینچ لے گئی۔ جب یہ گھر پہنچا اور سلطان باہو کی بابت دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ وہ کھیت میں ہوں گے۔ یہ پوچھتا ہوا کھیت میں پہنچ گیا اس نے دور ہی سے کسی کو ہل چلاتے ہوئے دیکھا تو ایک راہ گیر سے پوچھا۔ اے بھائی کیا تم یہیں کے رہنے والے ہو۔

راہ گیر نے جواب دیا۔ ہاں۔ یہیں رہتا ہوں۔ کیوں کیا بات ہے۔ اس شخص نے پوچھا تب پھر تم سلطان باہو سے بھی واقف ہو گے۔ راہ گیر نے کہا ہاں میں ان سے بھی واقف ہوں اور یہاں کون ایسا ہے جو سلطان باہو سے واقف نہ ہو۔

اس شخص نے کہا مجھے سلطان باہو کی کشش کھینچ لائی ہے ان کے گھر گیا تھا۔ معلوم ہوا کھیتوں میں گئے ہیں میں ان ہی کو تلاش کرتا ہوا یہاں تک آ گیا ہوں۔ براہ کرم تم مجھے ان کے پاس پہنچا دو

۔ راہ گیر نے کھیت میں ہل چلاتے ہوئے شخص کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا وہ رہے سلطان باہو۔ جاؤ کھیت میں ان سے مل لو۔

آنے والے نے حیرت سے سلطان باہو کی طرف دیکھا اور پوچھا تو یہ ہیں سلطان باہو لیکن مجھے یقین نہیں آ رہا۔

راہ گیر نے پوچھا یقین کیوں نہیں آ رہا۔

اجنبی نے جواب دیا۔ اس لئے کہ اتنا بڑا آدمی یوں ہل نہیں چلا سکتا۔ کیا ان کے مرید اور ارادت مند ان کیلئے یہ کام نہیں کر سکتے

۔ راہ گیر نے کہا۔ سلطان باہو کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ خود محنت کیا کرتے تھے تو انہیں بھی اپنا کام خود کرنا چاہیے۔ وہ اپنے مریدوں اور ارادت مندوں کو یہ زحمت نہیں دیتے۔

اجنبی خاموش ہو گیا۔ راہ گیر نے اپنی راہ لی۔ سلطان باہو تپتپاتی دھوپ میں ہل چلا رہے تھے۔ سارا جسم پسینے میں شرابور تھا۔ اجنبی شخص نے سوچا کہ یہ شخص کسان تو ہو سکتا ہے مگر کچھ اور نہیں ہو سکتا۔ یقیناً لوگوں نے خوش عقیدگی میں بہت کچھ مشہور کر رکھا ہو اگر یہ صاحب کرامت ہیں تو اپنی کرامت سے ہل پر ہل چلانے بغیر زمین کو جوت، بو کیوں نہیں دیتے۔ انہی خیالوں میں وہ پریشان اور ہلکان ہو گیا اور آخر کار یہ فیصلہ کیا کہ ان سے ملے بغیر ہی واپس جانا چاہیے۔ کیوں کہ جو شخص خود اپنے لئے کچھ نہیں کر سکتا وہ دوسروں کے لئے کیا کرے گا؟

اس شخص نے واپسی کا فیصلہ کیا اور جدھر سے وہ آیا تھا اسی طرف واپس ہو گیا۔ ابھی وہ زیادہ دور نہیں گیا تھا کہ کسی نے اسے آواز دی اے شخص کہاں چلا ذرا ادھر تو آ۔

اس نے پلٹ کر دیکھا۔ سلطان باہو اسے بلا رہے تھے۔ اس نے دور ہی سے اشاروں سے پوچھا کیا آپ مجھ سے مخاطب ہیں سلطان باہو نے جواب دیا۔ ہاں میں تجھ ہی سے مخاطب ہوں میرے پاس آ تجھ سے باتیں کرنے کو جی چاہتا ہے۔

وہ شخص آپ کے پاس پہنچ گیا۔ بولا فرمائیے مجھے کیوں یاد فرمایا۔ آپ نے فرمایا تو کتنی دور سے میری تلاش میں آیا ہے اور افسوس کہ جب میرے پاس پہنچا تو مجھ سے ملے بغیر ہی واپس جا رہا ہے۔

اس شخص نے بات بنانی چاہی۔ یہ بات نہیں ہے میں نے سوچا کہ آپ اپنے کام میں مشغول ہیں شام کو ملاقات کر لوں گا۔ آپ نے فرمایا جھوٹ بولنے کی ضرورت نہیں میں جانتا ہوں کہ تو کیوں واپس جا رہا تھا۔

اس نے پوچھا میں کیوں واپس جا رہا تھا۔

آپ نے جواب دیا تو نے سوچا جو شخص خود ہل چلا رہا ہو اور اپنے مریدوں اور ارادت مندوں سے یہ کام نہ لے سکتا ہو وہ کسی اور کے کیا کام آئے گا۔

اس شخص نے کہا لیکن یہ بات نہیں ہے۔
آپ نے فرمایا مجھے افسوس تو اس بات کا ہے کہ تو اتنی دور دراز سے آیا اور ملے بغیر ہی واپس جانے لگا۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تو مال و زر کا شیدا ہے اور میرے پاس سونے چاندی کی ہوس میں آیا ہے۔ اس شخص نے سونے چاندی کی بات سنی تو انکار نہ کر سکا بولا حضرت میں ایک دنیادار آدمی ہوں میرے لئے سونا چاندی ہی سب کچھ ہے۔ پھر اگر میں نے اس کی ہوس کی ہے تو کیا غلطی کی ہے۔
آپ نے فرمایا ادھر میرے پاس آ اور تھوڑی دیر میرا لوٹا لے چل مجھے پیشاب کی حاجت ہو رہی ہے۔
اس شخص نے آپ کے ہاتھ سے جل لے لیا اور چلانے لگا۔ آپ کچھ دیر بعد جب واپس آئے استنجے کے دو ڈھیلے آپ کے ہاتھ میں تھے آپ نے ان ڈھیلوں کو اجنبی کی طرف کر دیا۔ پوچھا یہ کیا ہے کچھ جانتا ہے۔
اس شخص نے جواب دیا جانتا ہوں یہ استنجے کے ڈھیلے ہیں اور غالباً اس وقت ان ہی دونوں سے آپ نے طہارت فرمائی ہے۔ سلطان باہو نے جواب دیا۔ بالکل ٹھیک میرے نزدیک سونے چاندی کی بھی حیثیت ہے اس کے بعد آپ نے انہیں زمین پر دے مارا فرمایا ان ڈھیلوں کے ریزے سمیٹ لو۔ تو جس شے کی تلاش میں آیا تھا حاضر ہے۔
اس شخص نے زمین پر سونا بکھرا دیکھا۔ ڈھیلوں کے ذرات سونے میں تبدیل ہو چکے تھے اس کو اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ اس نے ڈری سہمی نظروں سے سلطان باہو کی طرف دیکھا اور پھر سونے کے ذرات سمیٹنے لگا۔ جب وہ سمیٹ چکا تو آہستہ سے پوچھا اب آپ کا کیا حکم ہے۔
سلطان باہو نے جواب دیا تیرا کام ہو چکا اور سونا درکار ہو تو وہ بھی فراہم کیا جا سکتا ہے۔
اس شخص کو اتنا زیادہ سونا مل چکا تھا کہ مزید کی خواہش نہ رہی بولا اب میں جا سکتا ہوں۔ آپ نے فرمایا میں نے تجھے روکا تو نہیں ہے میرے پاس جو کچھ لینے آیا تھا وہ تجھے مل چکا ہے۔ تو واپس جا سکتا ہے
وہ شخص چلا گیا لیکن راستے بھر حیرت زدہ رہا۔
سلطان باہو نے کئی شادیاں کیں آپ کو شاعری سے خاص شغف تھا۔ شاعری کئی زبانوں میں کرتے تھے۔ فارسی، اردو اور پنجابی۔ لیکن پنجابی زبان میں بہت کچھ کہا ہے۔ پوری شاعری عرفان اور تصوف سے مالا مال ہے۔
ایک بار سلطان باہو نے ایک جوگی کو آوارہ و سرگرداں جو دیکھا تو پوچھا۔ تو نے یہ جوگ کیوں اختیار کر رکھا ہے۔
جوگی نے جواب دیا باہو میں جس کی تلاش میں سرگرداں ہوں تم بھی جانتے ہو۔ ہر کسی کو اس کی تلاش ہے۔ میں نے اسی کی خاطر جوگ لیا مگر افسوس کہ ابھی تک اسے نہیں پا سکا۔
سلطان باہو نے پنجابی کی بیت میں جوگی کو جواب دیا

ع

اندر ہو، تے باہر ہو، وت باہو کتھ لبھیندا ہو
ہو دا داغ محبت والا، دم دم نال سڑیندا ہو
تھے ہو کرے روشنائی، چھوڑ اندھیرا ویندا ہو
دوس جہاں غلام تھیندے باہو۔ جیہڑا ہو نوں صحیح کوندا ہو

(اللہ تعالیٰ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے باہو، تو اسے کہاں کہاں ڈھونڈتا پھر رہا ہے۔ ہو کی محبت کا داغ ہر دم جلانے رکھو کیوں کہ یہ جہاں جلوہ افروز ہوا۔ وہاں سے تاریکی دور ہو جاتی ہے۔ اے باہو جس نے ہو (وحدت) کو سمجھ لیا۔ دونوں جہاں اس کے غلام ہو گئے)
جوگی نے پوچھا باہو مجھے وہ بات بتاؤ جس سے میں اس کو پالوں جس کی تلاش میں نکلا ہوں۔ تم عرفان حاصل کر چکے ہو۔ اور میں اس کی جستجو میں ہوں۔ تم منزل پر کھڑے ہو میں مسافر ہوں اور حالت سفر میں پتہ نہیں کیا منزل پاؤں اور منزل تک پہنچوں گا بھی یا نہیں۔

باہو نے اپنی دوسری بیت سنائی۔

بار یگانہ ملسی تینوں، جے سر دی بازی لائیں ہو
عشق اللہ وچ ہو مستانہ ہو ہو سدا الائیں تو
نال تصور اسم اللہ دے دم تو قید لگائیں ہو
ذاتی نال جا تی لیا تد باہو نام سدائیں ہو

(یار تجھے اس وقت ملے گا۔ جب تو سر دھڑ کی بازی لگا دے اور اللہ کے عشق میں مست ہو کر ہو ہو پکارتا پھرے اللہ کے تصور کے ساتھ دم کو قید لگائے تو باہو اسی وقت کہلا سکے گا۔ جب تو ذات کبریا میں مدغم ہو جانے گا)
جوگی نے پوچھا باہو اگر میں نمازیں پڑھنا شروع کر دوں تو میں اپنی منزل پالوں گا۔
سلطان باہو نے اس سوال کا جواب بھی بیت میں دیا فرمایا۔

عاشقاں پڑھن نماز پرم دی۔ جیں وچ حرف نہ کوئی ہو
جیہا کیہا نیت نہ سکے انھے درد منداں دل ڈھوئی ہو
اکھیں نیر تے خون جگر دا انھے وضو پاک کریو ہو
باہو جیہو نہ ملے تے ہو نھونہ پھڑ کن خاص نماز ہوئی ہو

(عاشق ایسی نماز پڑھتے ہیں جس میں کوئی حرف نہیں ہوتا۔ یہ ایسی نماز ہے جسے ہر کوئی نہیں پڑھ سکتا صرف درد مند ہی پڑھ سکتے ہیں کیوں کہ اس نماز کے لئے آنکھوں میں آنسو اور جگر کے خون سے وضو کیا جاتا ہے اور اس نماز میں نہ تو زبان ہوتی ہے اور نہ ہی ہونٹ پھڑکتے ہیں۔
جوگی نے ہو کا نعرہ بلند کیا اور اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھا۔
آپ تریسٹھ سال تک زندہ رہے اور رشد و ہدایت کا فریضہ انجام دیتے رہے۔ آخر یکم جمادی الثانی ۱۱۰۲ھ میں آپ نے وصال فرمایا۔
وصال کے بعد شور کوٹ کے قریب دریائے چناب کے کنارے قہرگان نامی گاؤں کے قلعے میں دفن کیا گیا۔ لیکن تقریباً اٹھتر سال (۷۸) کے بعد ۱۱۸۰ھ میں جب چناب میں طغیانی آئی تو آپ کو اس سے بچانے کے لئے مزار سے نکالا گیا۔ لوگ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ آپ کا جسد مبارک اور کفن جوں کا توں تھا۔ اس میں ذرا سی بھی خرابی نہیں آئی تھی۔ آپ کو وہاں سے نکال کر دوسری جگہ دفن کر دیا گیا۔
۱۳۲۶ھ میں ایک بار پھر طغیانی کا خطرہ لاحق ہوا اور ایک بار پھر آپ کے جسد مبارک کو ایک تیسری جگہ دفن کر دیا گیا۔ یہ ماہ محرم تھا چنانچہ آپ کا عرس ماہ محرم میں ہوتا ہے۔
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

عشرۂ مبشرہ

(۱) حضرت ابوبکر صدیقؓ (۲) حضرت عمر فاروقؓ (۳) حضرت عثمان غنیؓ (۴) حضرت علی کرم اللہ وجہہ (۵) حضرت طلحہؓ (۶) حضرت زبیرؓ (۷) حضرت سعدؓ (۸) حضرت سعید ابن زیدؓ (۹) حضرت عبدالرحمٰنؓ (۱۰) حضرت ابو عبیدہؓ ابن الجراح۔

چچا۔ آپ کے نو چچا تھے۔ ان کے نام سیرت ابن ہشام میں حسب ذیل ہیں۔
۱۔ حمزہؓ ۲۔ العباسؓ۔ ۳۔ ابوطالب (عبد مناف) ۴۔ ابولہب (عبدالعزیٰ) ۵۔ زبیر ۶۔ مقوم ۷۔ ضرار ۸۔ مغیرہ ۹۔ حارث
لیکن حضرت حمزہؓ اور حضرت عباسؓ کے علاوہ کسی نے اسلام قبول نہیں کیا۔ جناب ابوطالب ایمان تو نہیں لائے مگر فدائی اور ناصر ضرور تھے ابولہب دشمنی میں ابوجہل سے کسی طرح پیچھے نہ تھا۔ اس کا ثبوت سورہ "تبت یدا ابی لہب" ہے۔

انسان اللہ تعالیٰ کے تخلیقی علوم کا امین ہے لیکن ظالم اور جاہل ہے۔ ظالم اور جاہل
اس لئے ہے کہ تخلیقی علوم سے فائدہ نہیں اٹھاتا اور جو لوگ کائنات کی تخلیق کا علم سیکھ لیتے ہیں وہ
اللہ کے دوست (اولیاء اللہ) بن جاتے ہیں۔

یارانِ طریقت

وہ کاروانِ حقیقت ہے جس کو اللہ نے اپنا دوست کہا ہے۔

میاں مشتاق احمد عظیمی روحانی فرزند اعلیٰحضرت خواجہ شمس الدین عظیمی نے اس کتاب میں اولیاء اللہ کی
کرامات لکھ کر اپنے مرشد کریم کے الفاظ میں کرامات کی تشریح اور سائنسی توجیہہ کی ہے۔
"یارانِ طریقت" کتابوں کی دنیا میں روحانیت کے موضوع پر بلاشبہ ایک بھرپور کتاب ہے۔
"یارانِ طریقت" میں عنوانات اس طرح قائم کئے گئے ہیں۔

حضرت داتا گنج بخشؒ • حالاتِ زندگی • روح پرور واقعات • روحانی توجیہہ • اقوال وارشادات

حضرت رابعہ بصریؒ • حالاتِ زندگی • روح پرور واقعات • روحانی توجیہہ • اقوال وارشادات

وغیرہ وغیرہ

"یارانِ طریقت" ماورائی علوم اور اسلامی تصوف کو سمجھنے کے لئے نہایت مستند کتاب ہے۔ اس کتاب کا مطالعہ قاری کو آسمانِ علم و آگاہی سے واقف کر دیتا ہے۔

قیمت ۳۰/- روپے

مکتبۂ عظیمیہ
کمرہ نمبر ۵ فرقان مارکیٹ اردو بازار لاہور

مکتبۂ روحانی ڈائجسٹ
۱-۱۳-کے-۱۳ ناظم آباد کراچی ۱۸ پوسٹ بکس ۲۲۱۳

کہاں سے آیا
اور
کہاں ہے جانا

ڈاکٹر ممتاز ظفر عظیمی

ڈاکٹر ممتاز ظفر عظیمی سلسلۂ عظیمیہ کے ہم سفر ہیں زیرِ نظر مقالہ آپ کی کاوشِ قلم کا نتیجہ ہے جسے آپ نے لندن مراقبہ ہال میں پڑھ کر سنایا تھا قارئین روحانی ڈائجسٹ کی دلچسپی اور معلومات کے لئے ہم اسے ان صفحات کی زینت بنا رہے ہیں۔

دنیا کا ہر وہ شخص جو ذرا بھی شعور رکھتا ہے "یہ بات جاننا چاہتا ہے کہ میں کون ہوں؟

کہاں سے آیا ہوں؟
کس لئے پیدا کیا گیا ہوں؟
اور کہاں جانا ہے؟

دنیا کی تاریخ میں دانشور اور فلسفی اس نقطہ یا ان سوالوں کو حل کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں آیئے آج ان سوالات پر غور کریں۔

میں کون ہوں؟

ہر چیز کی بنیاد ہونا ضروری ہے کرسی کی جب تک چار ٹانگیں نہ ہوں اسے کرسی نہیں کہا جائے گا اسی طرح مکان کی ساخت میں چار دیواریں۔ ان دیواروں پر ایک چھت اور ان دیواروں کی بنیاد نہ ہو تو اسے مکان نہیں کہا جائے گا۔ اسی طرح انسان کی ساخت پر ہم اگر غور کریں تو ہر انسان کے اندر روح موجود ہے جو ساخت کی بنیاد ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ روح کیا ہے؟ یہ ہم سب جانتے ہیں کہ روح ایک نورانی چیز ہے جو ہمارے مادی جسم اسکی حرکات و سکنات اور جذبات کو کنٹرول کرتی ہے۔ جب تک یہ روح ہمارے جسم کے اندر رہے گی تب تک ہماری حرکات و سکنات موجود رہیں گی اور جب روح جسم میں موجود نہیں ہوگی جسم میں حرکت نہیں رہے گی۔ جب ہم اپنی زندگی کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ بات منکشف ہوتی ہے کہ ہمارے پاس ایک محدود اور فانی جسم ہے جو کہ مادہ (MATTER) ہے اور ہمارے مادی جسم میں مادی دنیا کے اجزاء ہیں جو کہ خود محدود ہیں اسلئے ہمارا مادی

جسم ایک محدود دائرے میں کام کرتا ہے۔

روح کے متعلق قرآن سے یہ علم حاصل ہوتا ہے کہ روح ایک ایسا وصف ہے جو براہ راست اللہ تعالیٰ کی ذات سے ہم رشتہ ہے یعنی بحثیت خالق کے اللہ تعالیٰ کُل ہیں اور بحثیت مخلوق کے روح کُل کا ایک جُز ہے۔ "آدمی ناقابل تذکرہ شے تھا ہم نے اس کے اندر (آدم کے پتلے میں اپنی روح پھونکی۔ (قرآن) اس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ روح دراصل اللہ تعالیٰ کی ذات کا ایک جزء ہے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی لوگوں نے روح کے بارے میں سوال کیا تھا "یہ لوگ آپ سے روح کے بارے میں سوال کرتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ روح میرے رب کے اس امر سے ہے۔ یعنی ایک میرا رب ہے اسکا ایک امر ہے اس امر سے روح کا براہ راست تعلق ہے یہ بھی ارشاد ہے "روحانیت کے بارے میں تم کو جو علم دیا گیا وہ تھوڑا ہے۔" اس سے یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ روح کا علم تو ہمیں حاصل ہے لیکن تھوڑے علم کی بناء پر ہم روح کے علم کا مکمل احاطہ نہیں کر سکتے۔ اب اس سے یہ بات بھی ظاہر ہو گئی کہ علم موجود ہے اس لئے ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہم روح کا علم نہیں سیکھ سکتے۔ جسطرح ہم دنیاوی علوم سیکھ سکتے ہیں اسی طرح ہم روحانی علوم بھی سیکھ سکتے ہیں مگر یہ علم سیکھنے کا طریقہ دنیاوی علوم کے طریقوں سے مختلف ہے۔

امر ربی پر غور کرنے سے یہ بات ذہن میں آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ساری کائنات کو تشکیل دیتا ہے یعنی آسمان، سورج، ستارے وغیرہ سب امر کی تشکیل ہیں۔ سورۃ یٰسین میں ہے۔" اسکی مثال یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو وہ اسکو فرماتا ہے ہوجا۔ اور وہ ہو جاتی ہے یعنی اسکا امر یہ ہے کہ جب وہ ارادہ کرتا ہے تو کہتا ہے "کن دوسرے لفظوں میں اسے اسطرح کہا جا سکتا ہے کہ

روح امر ہے
اور امر ارادہ ہے

اور جب ارادہ حرکت کرتا ہے تو کہتا ہے "کن۔ اور کائنات بن جاتی ہے کائنات کی تخلیق میں یہ تین چیزیں شامل ہیں۔ امر، ارادہ اور حرکت۔ یعنی امر نے ارادہ کیا اور کائنات بن گئی۔

اب ایک اور سوال سامنے آیا کہ روح کی شکل و صورت کیا ہے؟ روح کی شکل و صورت میں فرق تو ضرور ہونا چاہیے اسلئے کہ اللہ خالق ہے اور روح جب جسد خاکی میں منتقل ہوئی تو مخلوق بن جاتی ہے۔ مخلوق (روح) کے اندر تمام صفات سے بے نیاز ہے جو مخلوق کے اندر ہیں روحانیت کے مطابق جو روح کی شکل بیان کی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ جیسا جسم ہے ویسی ہی اسکی روح ہے آدمی اگر اپنی روح کی شکل و صورت دیکھنا چاہے تو اسکے لئے یہ ضروری ہے کہ روح سے واقف ہو روح سے واقف ہونے کا طریقہ یہ ہے کہ پیغمبران اسلام کی طرز فکر پر عمل کرتے ہوئے مراقبہ کیا جائے مسجدوں اور حجروں میں بیٹھ کر اعتکاف کیا جائے یعنی اس مادی جسم سے اپنا ذہن ہٹا کر اس چیز کو تلاش کیا جائے جو چیز اس مادی جسم کو زندہ اور متحرک رکھے ہوئے ہے۔ کوئی بندہ اگر روحانی علوم سیکھنا چاہتا ہے تو اسکے لئے ضروری ہے کہ وہ یہ جان لے کہ گوشت پوست کا جسم عارضی ہے اس جسم کو روح نے اس دنیا (عالم ناسوت) میں لباس کے طور پر اختیار کیا ہوا ہے ہمارے اندر جب یہ یقین پختہ ہو جائے گا کہ :: یہ موجودہ زندگی عارضی ہے تو پھر ہم حقیقت کیطرف سفر کرنے لگے گیں اور ہمارے اندر روح کو دیکھنے کی صلاحیت پیدا ہو جائے گی۔

اسکی مثال مرشد کریم خواجہ شمس الدین عظیمی نے یوں دی ہے کہ ایک بچہ جو پیدائشی طور پر کمزور دماغ ہے اسے کسی طرح اچھے سے اچھے اسکول میں بھی داخل کروا دیں پھر بھی اس میں اتنی صلاحیت پیدا نہیں ہو گی کہ وہ دنیاوی علوم پر عبور حاصل کر سکے کیونکہ اس کے اندر A.B.C کو پہچاننے کی بھی صلاحیت موجود نہیں ہے اس مثال سے ہمیں معلوم

ہوا کہ علم حاصل کرنا بھی اس وقت ممکن ہے جب پہلے سے علم حاصل کرنے کی صلاحیت آدمی کے اندر موجود ہو ہمارے اندر روحانی علوم سیکھنے کی صلاحیت موجود نہ ہو تو ہم روحانی علوم نہیں سیکھ سکتے دوسرے معنوں میں نہ تو ہم روح کو دیکھ سکتے ہیں اور نہ ہی روحانی علوم سیکھ سکتے ہیں اب تلاش یہ کرنا ہے کہ کیا کوئی ایسی صورت ہماری زندگی میں واقع ہو رہی ہے جس کو ہم کہہ سکیں کہ یہ ہماری روح ہے یا ہم روح سے واقفیت حاصل کر سکتے ہیں روح کے بارے میں جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ روح نور ہے، روشنی ہے اور یہ جو گوشت پوست کا بنا ہوا ہمارا مادی جسم ہے یہ مادہ سے بنا ہوا ہے اور محدود ہے ہر قدم پر پابند ہے اور اس میں برابر تغیر ہو رہا ہے اس جسم کی محدودیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب تک ہم زمانیت (TIME) مکانیت (SPACE) سے نہ گزریں ہم ایک مقام سے دوسرے مقام تک نہیں جا سکتے۔

"قسم ہے زمانے کی کہ انسان خسارے اور گھاٹے میں ہے مگر وہ لوگ جو یقین رکھتے ہیں اور صالح عمل کرتے ہیں۔"

(قرآن)

قرآن پاک کی اس آیت میں غور کرنے سے تین باتیں سامنے آتی ہیں۔

پہلی یہ کہ اللہ تعالیٰ نے زمانے کی قسم کھائی ہے۔

دوسری یہ کہ وہ لوگ جو یقین رکھتے ہیں وہ گھاٹے میں نہیں ہیں۔

تیسری یہ کہ یقین کے ساتھ نیک اعمال ضروری ہیں۔

زمانہ کیا ہے؟

اگر ہم اپنی مادی زندگی کا تجربہ کریں تو ہماری ساری زندگی زمانیت اور مکانیت میں متحرک رہتی ہے اسکو ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ ہماری زندگی دو دائروں میں بندھی ہے ایک دائرہ مکانیت کا ہے ادھر دوسرا زمانیت کا ہے کوئی بھی انسان نہیں کہہ سکتا کہ اسکی زندگی زمانیت اور مکانیت کے اندر قید نہیں ہے اب اگر ہم 20 قدم انحصار ہے ہیں تو یہی بات سامنے آتی ہے کہ آپ 20 کہاں قدم انحصار ہے ہیں ان 20 قدم کو انحصانے میں کچھ نہ کچھ وقت ضرور لگتا ہے اور وہ وقت نہ تو ہماری گرفت میں آتا ہے اور نہ ہی ہمیں نظر آتا ہے لیکن وقت موجود ہے اور وقت کے اوپر ہم اپنی زندگی کا سفر جاری رکھے ہوئے ہیں۔ زمین اپنی جگہ ویسے ہی موجود ہے۔ ہم پیدا ہوئے، بڑے ہوئے اور پھر دنیا سے رخصت ہو جائنگے جو چیز ہمیں بڑھا رہی ہے، گھٹا رہی ہے یا نشو و نما دے رہی ہے وہ وقت (TIME) ہے اللہ تعالیٰ نے زمانے کی قسم اسلئے کھائی ہے کہ انسان کو اس بات کا علم ہی نہیں کہ اسکی زندگی وقت پر رواں دواں ہے اصل چیز مکانیت نہیں زمانیت ہے یعنی وقت ہی اسکی زندگی کا حاصل ہے اور وقت ہی اسکی زندگی کالا حاصل ہے۔

ہم اپنی موجودہ زندگی میں ایسی کیفیت تلاش کریں جس میں مکانیت اور زمانیت کی پابندی نہیں ہے تو وہ کیفیت سونا ہے، سونے کی حالت میں جسم میں سے ایک آدمی نکلتا ہے وہ آدمی بظاہر ایسا ہی ہوتا ہے جیسے ہم ہیں مگر اس آدمی میں یہ صلاحیت ہوتی ہے کہ وہ مکانیت اور زمانیت سے آزاد ہوتا ہے کئی دفعہ ایسا بھی ہوا کہ وہ آدمی جسم میں سے نکلا اور آسمانوں میں اُڑ گیا جبکہ ہمیں معلوم ہے کہ مادی جسم تو ہوا میں اُڑ نہیں سکتا پس ثابت ہوا کہ ہر انسان کے اندر ایسی صلاحیت موجود ہے جو مکانیت اور زمانیت کی گرفت سے آزاد ہو سکتی ہے اور اسی صلاحیت کو روحانی صلاحیت کہتے ہیں وہ آدمی جو سونے کی حالت میں ہمارے جسم سے نکل کر (جبکہ ہمارا مادی جسم بستر پر موجود ہے) ٹائم اینڈ اسپیس کی گرفت توڑ کر چلا جاتا ہے روح ہے۔

کہاں سے آیا ہوں؟

جب ہم انسان کی پیدائش پر تفکر کرتے ہیں تو یہ

بات سامنے آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کو تمام مخلوقات پر اعزاز دینا چاہتا ہے اور اسکی وجہ یہ نظر آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"جب کچھ نہ تھا تو اللہ تھا۔ اللہ نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں اور پہچانے جانے کیلئے مخلوق کا ہونا ضروری تھا۔ اس کام کیلئے اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کا انتخاب کیا اور اسے اپنا محبوب بنالیا پھر اس محبوب کو اپنی محبت انعامات و اکرامات عطا کئے جو کسی دوسری مخلوق کو حاصل نہیں تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے کُن کہہ کر کائنات کی تشکیل فرما دی اور ازل سے تمام روحوں کو مخاطب کر کے فرمایا "الست بربکم"۔ میں تمہارا رب ہوں۔ مجھے پہچانو۔ روحوں نے اللہ کو پہچان کر کہا" جی ہاں آپ ہمارے رب ہیں۔ جب موجودات نے ربوبیت کا اقرار کیا تو دیکھا کہ اسکے سوا اور بھی مخلوق ہے کیونکہ اب اسے دیکھنے والی نگاہ مل گئی تھی اس سے پہلے انسان کو صرف اپنے ہونے کا (ادراک) علم تھا۔

اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو سب سے پہلے تخلیقی اختیارات منتقل کئے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے جو بات کہی وہ یہ تھی کہ تمہاری رہائش کیلئے ایک خطہ منتخب کیا ہے اور اس میں تمام آسائشیں رکھدی ہیں تم اس میں رہو لیکن جنت میں رہنے کیلئے دو شرطیں ہیں ایک یہ کہ جب تک جنت میں رہو، خوش رہو، ناخوش نہ ہونا اور دوسری شرط یہ رکھی کہ فرماں بردار رہنا آدم سے یہ غلطی سرزد ہوگئی کہ فرمانبرداری کے وعدے پر قائم نہیں رہا اور ناخوشی نے اسے گرفتار کرلیا۔ یہ ساری کہانی ثواب و عذاب!

جزا و سزا

اچھائی اور برائی

خوش رہنا اور ناخوش رہنا ہے!

"میرے دوستوں کو نہ غم ہے نہ خوف۔

(قرآن)

مطلب یہ ہے کہ اللہ کے دوست خوش رہتے ہیں

حضور اکرمؐ اپنے اہل و عیال سے بڑی محبت کرتے تھے۔ عید اور خوشی کے دیگر مواقع پر کبھی کبھی بازی گری کے فن جاننے والی حبشی عورتوں کو اپنے ہاں بلاتے تھے۔ ان کے فن سے آپ کے گھر والے محظوظ ہوتے تھے حضور پاکؐ اور آپؐ کی اتباع میں سب مردِ مومن اپنی بیویوں کو آرام و راحت پہنچانے کی کوشش کرتے تھے۔

اور خوف میں انسان ناخوش رہتا ہے اگر انسان کو اللہ تعالیٰ سے قربت حاصل کرنی ہے تو اسکا آسان طریقہ یہ ہے کہ وہ خوش رہے ناخوش آدمی کبھی بھی روحانی نہیں ہو سکتا دوسرے لفظوں میں یوں کہا جائیگا کہ روحانی علوم حاصل کرنے، کائنات کو تسخیر کرنے اور عرفان الٰہی کیلئے پہلی اور آخری شرط یہ ہے کہ بندہ خوش رہے ہم دیکھتے ہیں اور ہمارا یہ تجربہ ہے کہ پچھلی 30 یا 40 سال کی زندگی میں اللہ تعالیٰ کی غیبی امداد سے ہم نے زندگی کے وسائل سے فائدہ اٹھایا ہے اور اگر یہ امداد نہ ہوتی اور اللہ تعالیٰ ہمیں تحفظ فراہم نہ کرتا اور سرپرستی نہ کرتا تو پھر ہم زندہ ہی نہ رہتے روحانیت کے مطابق انسان کو اپنے ماضی میں غور و فکر کرنا چاہیے اور اپنی سابقہ طرز فکر میں وہ لمحات جو اللہ اور اسکے رسول کی تعلیمات کے مطابق گزرے ہیں ان پر عمل کرنا چاہیے تاکہ ہم عرفان الٰہی اور تسخیر کائنات کے فارمولوں سے آگاہ ہو کر اپنی ممتاز حیثیت (جو کہ آدم کو عطا تھی) اکو دوبارہ حاصل کرلیں۔

قصہ مختصر کہ روحانی علوم حاصل کرنے کیلئے ضروری ہے کہ ہم ہر حال و ہر قال میں خوش رہیں، خوشی ایک روشنی ہے جو ہمیں ہماری روح سے قریب کر دیتی ہے ناخوشی ایک بوجھ ہے جو ہمیں ہمارے اصل وجود (روح) سے دور کر دیتی ہے

صلائے عام ہے

جمیل احمد خان عظیمی

انسان نے عقل اور سائنس کی ترقی نے انسانیت کو جس کرب میں مبتلا کر دیا ہے اس کے برملا اظہار کے طور پر یہ مضمون رقم کیا گیا ہے جو آپ کو بھی بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دے گا۔

مختصر اور پر مغز تحریر کے شائقین کے لئے ایک تحفہ خاص۔

انسانیت سسک رہی ہے، تڑپ رہی ہے، درماندگی و بے کسی کا عفریت آہستہ آہستہ نوع انسانی کو نگل رہا ہے۔ انسان نے اپنے ہاتھوں اپنی بربادی کا سامان مہیا کر لیا ہے، جس شاخ پر آشیانہ ہے اسی شاخ کو درخت سے کاٹ رہا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ دنیا نے علم سائنس میں اب تک جتنی ترقی کی ہے وہ پہلے کبھی نہ ہوئی، سائنسی عروج دنیا کو جتنا اب حاصل ہوا ہے پہلے نہیں تھا۔ لیکن کیا یہ بات کہہ کر ہم اپنے آپ سے ہی جھوٹ نہیں بولتے؟ زمین پر ہم چل پھر کر دیکھیں تو بے شمار نشانیاں ہمیں مل جائیں گی جو اس بات کا ثبوت ہے کہ نوع انسانی نے اس سے کہیں زیادہ سائنسی عروج حاصل کر لیا تھا۔ کھوج لگانے والوں اور تحقیق کرنے والوں نے بتایا ہے کہ آج سے پانچ ہزار برس قبل انسان اس مقام پر پہنچ گیا تھا جہاں کشش ثقل (GRAVIATION) ان کیلئے بے معنی شے تھی، کائنات ان کی نظر میں ایک مٹھی کی مانند تھی، اہرام مصر جیسی عمارت کیا آج کی سائنس تعمیر کر سکتی ہے؟ قرآن ہمیں بتا رہا ہے کہ انسان کے پاس وہ علم تھا جس کے ذریعے وہ ہزاروں میل دور سے ایک تخت پلک جھپکتے ہی منتقل کر لیتا تھا۔

لیکن کیا ہم سوچنے پر مجبور نہیں کہ اتنی ترقی یافتہ اقوام نیست و نابود کیونکر ہو گئیں؟ بابل و نینوا، اہل فراعنہ، موہنجو دڑو، ہڑپہ، ٹیکسلا کے کھنڈرات ہمیں کس بات پر غور کرنے کی دعوت دے رہی ہیں!

کیا یہ کھنڈرات ہمیں یہ نہیں بتا رہے ہیں کہ انسان جو دولت و اقتدار کو اپنی زندگی کا حاصل سمجھ لیتا ہے، جب ترقی کا مطلب دولت، اقتدار کا حصول ہوتا ہے تو تباہی انسانیت کا مقدر بن جاتی ہے، کیا آج سائنسی ترقی کا مقصد یہ نہیں ہے کہ ایک قوم سپر پاور بن کر ساری دنیا کی دولت و اقتدار کو غصب کر لے، اس مقصد کے حصول کیلئے ایسے ایسے ہتھیار ایجاد کر لئے گئے ہیں، جن کی ہولناکی کا تصور ہی لرزہ

بر انداام کر دیتا ہے۔ چالیس ہزار سے زائد ایٹم بم دنیا میں موجود ہیں، دعویٰ یہ ہے کہ یہ بم ان بموں سے کئی گنا زیادہ تباہ کن ہیں جو جاپان کے شہروں پر برسائے گئے تھے، ان چالیس ہزار ایٹم بموں کے علاوہ کیمیائی ہتھیار ہیں جو سب مل کر اس زمین کو جہنم کدہ بنا دیں گے۔

اللہ کے وہ بندے جو انسانیت کا درد اپنے دل میں محسوس کرتے ہیں ان کو سوچنا لازم ہے کہ اس ہستی کو تلاش کریں جو اس کائناتی نظام کو چلا رہی ہے، اس رب العالمین کی تلاش میں ہمیں کہیں باہر کھوج کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ بلکہ وہ قادر مطلق ہستی تو بار بار اعلان کر رہی ہے کہ "میں تو تمہاری رگ جاں سے زیادہ قریب ہوں۔"

رب العالمین کے محبوب رحمت اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرما رہے ہیں کہ

"جس نے اپنا عرفان حاصل کر لیا اس نے اللہ کا عرفان حاصل کر لیا۔"

اب ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے اندر جھانکیں، اپنے آپ کا کھوج لگائیں، جب ہم نے اپنی روح سے واقفیت حاصل کر لی تو ہم اس ذات کو بھی پہچان لیں گے جو ہماری خالق و مالک ہے۔ رب کائنات سے واقفیت ہمیں اس درجے پر پہنچا دے گی، جس کے بارے میں قرآن کا ارشاد ہے۔

"اللہ کے چاہنے والوں کو نہ کسی چیز کا خوف ہوتا ہے نہ غم۔"

وقت ہر لمحہ ہر آن گزر رہا ہے، ایک لمحہ مرتا ہے تو دوسرا لمحہ پیدا ہوتا ہے، ایک منٹ پر موت طاری ہوتی ہے تو دوسرا منٹ وجود میں آجاتا ہے۔ اگر ہم تفکر کریں تو یہ نکتہ ابھر کر سامنے آتا ہے کہ گزرا ہوا وقت غیب میں چلا گیا اور غیب سے نئے لمحات منتقل ہو کر ہمارے سامنے آگئے۔ یعنی بچپن پر موت طاری ہوئی تو لڑکپن کی صورت سامنے آئی، لڑکپن نے فنا کی راہ اختیار کی تو جوانی وجود میں آئی، اور جب جوانی عدم میں چلی گئی تو بڑھاپا سامنے آگیا۔ پھر یہ چلتا پھرتا گوشت پوست کا ۔۔۔ پنجرہ مٹی مٹی ہو گیا۔

قادر مطلق اللہ نے ہمیں یہ قانون بتا دیا ہے کہ یہ دنیا فانی ہے، اس کو دوام حاصل نہیں ہو سکتا، یہاں جو کچھ ہے وہ مٹی ہے اور مٹی کا مقدر بہر حال مٹی میں مل جانا ہے۔ مٹی اپنی اصل سے لاکھ کوشش کے باوجود فرار حاصل نہیں کر سکتی، مٹی کی کشش اسے بالآخر اپنی آغوش میں لے لیتی ہے۔

اللہ نے اپنی مخلوق کو محبت کے ساتھ پیدا کیا، یہ رنگ رنگ دنیا، یہ گلوں کی مہکار، چڑیوں کی چہکار، صحرا، گلزار، یہ بادل، یہ فضائیں، یہ ہوائیں، شجر و حجر، بحر و بر یہ انواع و اقسام کے پھل اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے وسائل کی بہتات اللہ کی محبت کا بے پایاں ثبوت ہے۔ احسن الخالقین اللہ نے اپنی بہترین تخلیق انسان کو دنیا میں بھیجا کہ وہ باہم میل و محبت اور بھائی چارگی سے اس کے دئیے ہوئے وسائل کو استعمال کرے اور اپنی تخلیق کا منشاء پورا کرے، یعنی اپنے خالق کو پہچانے۔

ہمارا خالق اللہ ہمیں خوش و خرم دیکھنا چاہتا ہے، خالق کائنات کا منشاء ہے کہ انسان صراط مستقیم پر چلتے ہوئے اس منزل کو پالے جو وہ اپنی نادانی سے گم کر چکا ہے، یعنی اپنے خالق کا عرفان حاصل کرے۔ اس پیغام کو نوع انسانی میں پھیلانے اور نوع انسانی کو سکون آشنا زندگی کی طرف لوٹانے کیلئے اللہ نے اپنے پیغمبروں کا سلسلہ جاری فرمایا، اللہ کے یہ تمام پیغامبر نوع انسانی کو راہ ہدایت دکھاتے رہے اللہ کے جن بندوں نے انبیاء کی آواز پر لبیک کہا اور ان کے انبیاء آتے رہے ہدایت کا یہ سلسلہ جب اپنے عروج پر پہنچا تو باعث تخلیق کائنات محبوب رب العالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لے آئے، آپ نے نوع انسانی کیلئے ایک پروگرام قرآن کی صورت میں ترتیب دیا، آپؐ کا پیغام یہ تھا کہ انسان احسن الخالقین اللہ کا نائب ہے، انسان پر لازم ہے کہ وہ اپنی روح کا وقوف حاصل کرے آپؐ کی محنت رنگ لائی اور لوگوں نے "من عرف نفسہ فقد عرف ربہ" کی تفسیر پائی اور یہ جان لیا کہ یہ تمام کائنات نور کے علاوہ کچھ نہیں جو کچھ ظاہری آنکھ سے نظر آتا ہے وہ فقط دھوکہ (FICTION) ہے۔ اور جب اللہ کا پیغام عام ہو گیا تو دنیا امن و سکون کا گہوارہ بن گئی، انسانوں

نے اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیا۔

یہ سب معاملات شیطانی گروہ کو ایک آنکھ نہ بھائے، شیطانی مشن نوع انسانی کو بے سکون اور مایوس کر کے اس حالت پر پہنچا دیتا ہے جہاں انسان ایک دوسرے کا گلا کاٹنے لگتا ہے اور انسان کی تمام تر صلاحیتیں نوع انسانی کو تباہی کی طرف دھکیل دیتی ہیں۔

شیطان نے اس جنتی بستی دنیا میں مایوسیاں پھیلانی شروع کر دیں، اللہ کی زمین پر تفرقہ و فساد پھیل گیا۔ اللہ نے جن افراد کیلئے فرمایا ہے کہ "جو لوگ اللہ کی آیتوں کا کاروبار کرتے ہیں ہم ان کے پیٹ انگاروں سے بھر دیں گے۔۔۔ وہ لوگ مذہب کے اجارہ دار بن گئے ان لوگوں کا ہر پیغام تفرقہ اور ہر لفظ فساد ہے، اللہ جو اپنی مخلوق سے ستر ماؤں سے زیادہ محبت کرتا ہے، اس ہستی کو ڈر اور خوف کا سمبل (SYMBOL) بنا دیا گیا، یعنی ہر وہ حربہ اختیار کیا گیا جس کے ذریعے نوع انسانی اللہ کی دوستی سے دور ہو جائے، اور نوع انسانی کی تمام صلاحیتیں دنیا کو جنت ارضی بنانے کے بجائے نمونہ جہنم بنانے کیلئے صرف ہونے لگیں یوں ہلاکت و بربادی کے سامان تیار ہونے لگے، ہزاروں ایٹم بم، ہائیڈروجن بم، کیمیائی ہتھیار نوع انسانی کو نگلنے کیلئے بے قرار ہیں۔

اللہ میاں بہت رحیم و کریم ہیں، اگرچہ نبوت کا سلسلہ محبوب رب العالمین حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ختم ہو چکا ہے، لیکن اللہ کی سنت میں نہ تبدیلی آتی ہے اور نہ تعطل واقع ہوتا ہے، یوں اللہ کی سنت کو پورا کرنے کیلئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وارث ابدالِ حق حضور قلندر بابا اولیاء رحمتہ اللہ علیہ تشریف لائے۔

آپ نے نوع انسانی کو بھلائی اور فلاح کا راستہ دکھلایا، انسان کو اپنی اصل سے واقف کرانے کیلئے مراقبہ کا پروگرام دیا تاکہ مراقبہ کے ذریعے انسان اپنی روح سے واقف ہو جائے دلوں میں اللہ کی محبت جاگزیں ہو جائے انسان سکون آشنا ہو جائے۔

> صحیح مسلم میں ایک حدیث ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ عورت اپنے خاوند کی خدمت رضاکارانہ طور پر کرے تو اس کے لیے اجر ہے اور اگر خدمت نہ کرے تو اسے مجبور نہیں کیا جا سکتا۔

مذہب کے اجارہ داروں نے لعن طعن کی، کفر و شرک کا فتویٰ لگایا، اور وہ سب کچھ ہوا جو حق کے پرستاروں اور سچائی کے مشن کے علمبرداروں کے ساتھ ہوتا ہے، تکالیف تو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے بھی اٹھائی تھیں، ختم المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو اس قدر تکالیف اٹھائیں کہ آپ کے جوتے خون سے بھر گئے، دندان مبارک شہید ہوئے، شہر والوں نے مکمل بائیکاٹ کر دیا یہ تمام قربانیاں اس لئے دی گئیں کہ نوع انسانی اپنے خالق و مالک کو پہچان کر سکون آشنا ہو جائے۔ حضور قلندر بابا اولیاءؒ کے محبوب روحانی فرزند مرشد کریم حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی مدظلہ العالی نے حق کی مشعل ہاتھ میں لے کر لوگوں کو فلاح کے راستے کی جانب بلانا شروع کیا بھیڑ بکریوں سے ممتاز ایک معاشرہ قائم کرنے کی راہ دکھائی، بتایا کہ دین کی بنیاد صلوٰۃ ہے اور صلوٰۃ کا مطلب فقط اللہ سے ربط قائم کرنا ہے، متعارف کرایا کہ مراقبہ کے ذریعے بندہ اپنی روح سے واقف ہو کر خدا کے اس فرمان کا مشاہدہ کر لیتا ہے کہ "میں تو تمہاری رگِ جاں سے زیادہ قریب ہوں۔"

آئیے ہم عہد کریں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وارث ابدالِ حق حضور قلندر بابا اولیاءؒ کے مشن کیلئے تن من دھن لٹا دیں گے، حق کی شمع پر پروانہ وار نثار ہو جائیں گے تاکہ انسانیت اپنا ازلی شرف حاصل کر لے اور زمین کی مانگ میں سیندور بھر جائے۔

محفل مراقبہ

احمد جمال عظیمی

جمعہ کے روز خواجہ شمس الدین عظیمی کی صدارت میں محفل مراقبہ منعقد ہوتی ہے۔ پہلے درود شریف اور اس کے بعد آیت کریمہ کا ختم ہوتا ہے۔ مراقبہ کے بعد لوگوں کے مسائل و معاملات الجھنوں اور پریشانیوں سے نجات کے لئے بواسطہ رحمت للعالمین سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دُعا کی جاتی ہے جو خواتین و حضرات دُعا میں شامل ہونا چاہیں انہیں چاہئے کہ علیحدہ کاغذ پر نام اور مقصد صاف صاف لکھ کر بھیجیں۔ جن خوش نصیبوں کے حق میں اللہ رب العزت نے ہم گناہ گاروں کی دُعا کو شرف قبول بخشا ہے اُن کی خدمت میں عرض ہے کہ وہ بطور شکرانہ اپنے گھروں میں میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محافل منعقد کریں اور شیرینی تقسیم کریں۔ صاحب استطاعت حضرات ضرورتمند اور مساکین کو کھانا کھلائیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب پر اپنے رحم و کرم کا نزول فرمائیں آمین۔ محفل مراقبہ میں جن خواتین و حضرات کے لئے دُعا کی گئی ان کے نام یہ ہیں۔

ہمارے خاندان میں لڑکوں کی شادی انگریزوں سے بھی ہو جاتی ہے لیکن لڑکیوں کی صرف خاندان میں اور وہ بھی اپنی برادری میں ہی کی جاتی ہے۔ ابو کے انتقال کی وجہ سے بہن تین دن ملازمت پر نہیں گئیں، چوتھے دن غیر حاضری کی وجہ بتانے کے باوجود نوکری سے نکال دیا گیا۔ اچھا خاندان، اچھی صورت، اچھی سیرت اور بے شمار رشتے آنے کے باوجود شادی نہیں ہوتی لڑکی بیٹھی بیٹھی بوڑھی ہو جاتی ہے لیکن خاندان سے باہر شادی نہیں ہوتی، خاندان والے عورت کو بھیڑ بکری جیسی سمجھتے ہیں۔ گھر میں لڑائی جھگڑے اور بے سکونی کی وجہ سے صحت خراب ہو گئی۔ میرا کاروبار دن بہ دن گھٹتا جا رہا ہے اور میں مقروض ہوتا جا رہا ہوں، مجھ سے جو مال سو روپیہ میں نہیں خریدتے وہی مال دوسری جگہ سے ایک سو پچیس روپیہ میں خوشی خوشی لے جاتے ہیں۔ باپ کی زبان پر گالیاں رہتی ہیں، بھائی انکو دیکھتے ہی آگ بگولا ہو جاتا ہے لیکن بیٹی چاہتی ہے کہ یہ صورت حال ختم ہو جائے اور گھر میں صلح و آشتی کا دور دورہ ہو۔ ہم دونوں میاں بیوی ملازم ہیں، مجھے شوہر کی تنخواہ نہیں معلوم مگر میری تنخواہ میں سے زیادہ سے زیادہ پچیس ...... یہ خرچ کرنے کو ملتے ہیں باقی پیسوں میں شوہر صاحب اتراتے پھرتے ہیں اور ماں، بہنوں کو عیش کراتے ...... چہرے سے زنانہ پن ختم ہو جائے۔ شوہر دوسری شادی کر کے ولایت چلا گیا۔ شوہر کاہل ہیں کوئی کام کاج نہیں کرتے۔ بیوی اور بچی کی نہ فکر ہے نہ ان سے محبت چنانچہ مجھے ٹی بی ہو گئی لیکن میں نے نہیں بتایا کہ کیا فائدہ۔ روپے غائب ہو جاتے ہیں خواہ تالے میں ہوں، یہاں تک کہ قرآن پاک کے جزدان میں سے بھی۔ ڈیڑھ سال سے ناک سے خون جاری ہے۔

کراچی: ثاقب قادری۔ حامد خان۔ ریحانہ چاند۔ ظفر خان۔ لعل محمد۔ فرح تبسم۔ خورشیدہ پروین۔ بے بی نازش۔ کلثوم بیگم۔ محمد سعید۔ عظمیٰ خان۔ ارشد خان۔ محمد کاشف حارث۔ شیخ عبدالرشید۔ آمنہ خاتون۔ فردوس بھٹی۔ احفاظ الدین۔ زاہدہ قدوائی۔ شاہدہ قدوائی۔ فاطمہ۔ علی میاں۔ روبینہ۔ عظمیٰ۔ زینب۔ زمرد۔ فوزیہ۔ خلیل۔ عمر۔ نوید ظفر۔ نوشاد۔ فیصل۔ نایاب۔ بیگم۔ سیما شاہد۔ عاطفہ خاتون۔ کلثوم۔ شائستہ۔ شکیلہ۔ پروین۔ نصرت۔ عظمت علی اختر علی۔ زرینہ بیگم۔ شہناز۔ سجاد علی۔ الماس۔ عظیم۔ رئیس۔ نائلہ۔ فاروق علی۔ مظہر علی خان۔ نادرہ تبسم۔ سیمابہ جبین۔ شاکر حسین خان۔ احمد حسین خان۔ ناصر حسین۔ خورشید۔ فاطمی۔ ریحانہ علی خان۔ ناصرہ شہزادی شمیم۔ روبینہ۔ نادرہ پروین۔ صالحہ۔ عظیمہ۔ صائمہ۔ فرحان۔ منظور احمد خان۔ نیر۔ ظہیر۔ قدیر۔ عرفان۔ زہرہ۔ کامران احمد۔ صفران۔ ثمینہ۔ رحیم النساء۔ صائمہ۔ ظاہرہ۔ حمیدہ۔ شکیلہ پروین۔ شرافت علی۔ ریحانہ انور۔ حسینہ خاتون۔ ثریا شفیق۔ نکہت اظہار۔ پرویز۔ شاہد۔ شمشاد۔ نازیہ۔ کوثر بیگم۔ سجاد علی۔ جمشید علی۔ ملک محمد کفیل۔ نثار مشتاق۔ شفیقہ۔ عنبرین عزیز۔ زیبا۔ عمران۔ سلمان۔ فرخ۔ عابدہ خانم۔ بدر النساء۔ نیاز محمد۔ عمیر۔ نسیم۔ فہمیدہ۔ رضیہ۔ فریدہ حبیب۔ نسیمہ۔ شاہد۔ طاہر۔ جمال۔ قیصر انعام۔ کوثر۔ کامران۔ ظفر قمر۔ ثریا۔ فراست حسین۔ وزیر حسن۔ بی بی سلیمہ۔ صندل فاروقی۔ صفورہ جہانگیر۔ محمد اسلم۔ محمد امین۔ امینہ۔ ساجدہ امین۔ عرفانہ کوثر۔ رضوانہ کوثر۔ محمد عمر فاروق۔ شہنازہ امین۔ عرفانہ کوثر۔ رضوانہ کوثر۔ شہزادہ امین۔ محمد امین۔ رضیہ سلطانہ۔ محمد عمر فاروق۔ محمد جمیل احمد۔ کوثر فاروق۔ محمد عارف۔ شمشاد بیگم۔ تمثیل۔ پرویز اختر۔ محمد پرویز۔ محمد اسلم۔ رخسانہ۔ محمد ایوب۔ محمد معراج الحق۔ محمود احمد۔ حسن محمود۔ فہیم احمد۔ حفیظہ۔ محمد یاسین چوہان۔ راشد علی۔ شیخ محمد یاسین۔ شکیل احمد۔ محمد رئیس۔ مریم سلیم۔ سید محمد عمران علی۔ محمد یعقوب نعیم۔ بدر النساء۔ شمیم زرین۔ امیر حسن۔ محمد حنیف خان۔ شیخ عبدالرشید۔ عزیزہ زینب۔ زرفری۔ محمد قاسم۔ نکہت افروز۔ مرتضیٰ محمد علی خان۔ فرحت قریشی۔ حفیظ خان۔ اعجاز بیگم۔ منے خان۔ نوشابہ حسین۔ ناظم حسین۔ محمد ندیم احمد حاجی محمد اسماعیل۔ محمد شعیب۔ محمد عروج احمد۔ عنایت علی۔ شریفاں بی بی۔ محمد سلیم۔ خالدہ حبیب۔ شفیق۔ کوثر پروین۔ ذیشان۔ رضوان۔ عدنان۔ سائرہ۔ مجتبیٰ علی صدیقی۔ محمد ہارون۔ عبدالکریم داؤ۔ مہدی خان۔ احتشام حسین صدیقی۔ منیرہ جبین۔ وحیدہ اقبال۔ فوزیہ سلطانہ۔ سردار خان۔ ابراھیم۔ فیروز خان۔ شکیل۔ عبدالرحمان محمد احسان۔ شاہینہ یاسمین۔ رشیدہ رحمان۔ حمیدہ پروین۔ فریدہ۔ سعیدہ۔ روفی۔ انجم۔ ندیم۔ سید صابر علی۔ ریاست حسین۔ ثریا۔ واحد۔ اسماعیل۔ ہادی۔ والدہ ہادی۔ شکیلہ پروین۔ اختر بیگم۔ محمد صدیق۔ ثمینہ روحی۔ محمد نوید۔ روبینہ روحی۔ محمد عقیل۔ ظہیر عباس۔ رئیسہ صدیق۔ سکینہ صدیق۔ شہنیلا۔ حسن عمار۔ سیف الدین۔ وسیمہ۔ عبداللہ۔ نسیم۔ ظہیر الدین۔ زاہدہ پروین۔ شکیلہ رحمان۔ گل جانہ۔ ثمیر۔ لبنیٰ خلیل۔ احمد کمال۔ اشرف۔ عماد۔ انعام اللہ۔ مینا بیگم۔ داؤد۔ قمر۔ سمینا۔ محمد۔ بشریٰ قریشی۔ فریدہ قریشی۔ نسرین نقوی۔ ظفر حمید۔ اقبال رضوی آمنہ۔ طاہرہ۔ صائمہ۔ درخشاں۔ فہد۔ ظفر۔ حلیمہ۔ نصیر۔ محمد ایوب سرور۔ سرور رئیس۔ نیلوفر۔ سید امام علی۔ رشیدہ بیگم۔ پروین اکبر۔ سید اکرام علی۔ عادل اکرام۔ عبدالغفار صدیقی۔ نسیمہ خاتون۔ شاہدہ ظفر۔ شاہین خالد۔ ضیاء حسن۔ نگار انجم۔ حمیدہ بیگم۔ سعد اللہ خان۔ سلیم۔ خورشید احمد۔ نور بانو۔ عارفہ خان۔ محمد حنیف۔ جاوید سعید۔ نابیہ پروین۔ بابر خان۔ عبدالرحمان۔ ڈاکٹر محمد عثمان قریشی۔ عبدالرحیم غوری۔

امیر بیگم۔ انیس خاتون۔ امینہ خاتون۔ ارجمند شاہین۔ نور جہاں۔ الطاف۔ اختر۔ ایوب اقبال۔ امراؤ۔

انور قریشی۔ انجم آراء۔ انور حسین۔ اصغری۔ اسماء ناز۔ اختری بیگم۔ امجدی بیگم۔ اشرف بانو۔ اسماء۔ اویس ادیب آسیہ۔ امت الماجد۔ آمنہ خاتون۔ آنسہ عصمت۔ امجد الہیٰ۔ اشرف سلطانہ۔ ارشد حسین۔ ابرار بخت۔ اعزاز ملک۔ اقبال احمد خان۔ آمنہ ماجد۔ اکبر بٹ۔ امیر خان۔ انیس الرحمان۔ الماس کوثر۔ انیس کوثر۔ اسد اللہ۔ اقبال فاطمہ الماس سلطانہ۔ اشفاق احمد۔ اشتیاق احمد۔ اخلاق احمد۔ انجمن آراء۔ ایاز الحق۔ امجد۔ آمنہ اشتیاق۔ اعجاز۔ ایک جنی الماس اختر۔ اقبال اور اعزا۔ انوار۔ انیسہ بیگم۔ ارشد سجاد رضوی۔ ایلیہ فز۔ انور۔ اکبر۔ اعجاز حسین۔ آمنہ۔ انجمن آراء۔ اسلام فاطمہ۔ آصف۔ احمد حسن۔ ارم فاطمہ۔ ارشد۔ اشرف۔ اشفاق رسول۔ آمنہ عبدالرزاق۔ الطاف احمد۔ انیس۔ احمد ہاشمی۔ انجم غزل۔ اشفاق الدین۔ افتخار احمد۔ انور کشمیری۔ ادریس۔ انیس احمد۔ امینہ نور۔ ابراھیم فیح۔ افسری۔ آغا سعید۔ آفتاب جبین۔ ارم وسیم۔ امتیاز احمد۔ آغا قاسم۔ امجد اقبال۔ احسن۔ انیلہ۔ آمنہ خاتون۔ انجم۔ امین الدین۔ افشاں اصغر۔ احسن جلیل۔ اسلام۔ انوری بیگم۔ احتشام الدین۔ احمد کمال۔ احمد نواز۔ اکرام اللہ امانت اللہ۔ اظہر قریشی۔ اکرام علی۔ اسلم حسن۔ انجم حسین۔ افشاں طلعت۔ انیس احمد خان۔ اسلم احسان۔ اقبال محمد۔ افتخار خورشید۔ ارسلان علی۔ اسماء ریاض۔ انوری۔ الماس۔ آصفہ بیگم۔ امبر۔ اورنگزیب۔ لانجم۔ افشاں۔ انیس۔ افتخار۔ نور جہاں۔ اقلیما بیگم۔ اشرف انیس جاوید۔ انجم۔ ارم واحد۔ ابراھیم۔ اصغر مغل۔ آصف حسن زبیری۔ اقبال۔ مہ جبین سلطانہ۔ بینش۔ تبسم۔ ثمینہ۔ تنویر الرحمان۔ پروین۔ برکت محمود علی۔ پروین حنیف۔ پروین اکرام۔ تسلیم۔ تنویر احمد۔ تنویر قیصر۔ ثمین۔ بشارت سلیم۔ بدر بٹ۔ بتول۔ ثمینہ ماجد۔ بشریٰ ترانہ صالحین۔ ثریا۔ پروین اختر۔ بلقیس۔ توقیر فاطمہ۔ بشریٰ پروین۔ تقی امام۔ تقدیس۔ بہادر خان۔ بی بی نور۔ بدر النساء۔ ثانی۔ بتول بیگم۔ نبی عباس ثانی۔ ثاقب شمس۔ پروین سلطانہ۔ ثاقب ضیاء۔ بانو۔ توحید۔ تسنیم طارق تبسم خالد۔ تاج الدین۔ بشارت سلیم۔ تسنیم امام۔ بابر حسین۔ ثریا سعید۔ ثاقب علی خان۔ بلال۔ ثناء اللہ۔ بلقیس۔ ثروت آراء رضوی۔ ارشد الدین۔ امینہ۔ تسنیم طارق۔ اسماء کرن شریف۔ حمیدہ۔ حنیف۔ حارث۔ حمیرا فاروق۔ خالد ایاز۔ حسینہ خاتون۔ حمیدہ پروین۔ جاوید۔ خالدہ۔ حنیف۔ خورشید۔ خورشید پروین۔ حمیدہ عزیز۔ خالدہ خاتون۔ حامد۔ خواجہ سمیع اللہ۔ خواجہ سعید اللہ۔ جلیل۔ حمزہ ظفر۔ خواجہ ضیاء اللہ۔ صفیہ۔ ضیاء الحسن۔ حفیظ الرحمان۔ جوہر فاروقی۔ صائمہ جمیل۔ حسن۔ صدف۔ حبیب فاطمہ۔ جمیلہ بیگم۔ صغریٰ بانو۔ حمیرہ فاروقی۔ حلیمہ حسن۔ حیات بیگم۔ خرم ظفر۔ حامد حسین۔ جواد۔ جمشید۔ خالد نصیر۔ حلیم غلام رسول۔ خالد۔ جمال۔ جمیلہ خاتون۔ خمیر۔ حمیرہ حسنین۔ خالد پرویز۔ خالدہ رعنا۔ خیر النساء۔ خورشید افتخار۔ حلیم النساء۔ جواد اختر۔ حنیفہ بیگم۔ حنا۔ خورشیدہ بیگم۔ حمیدہ بانو۔ حمیرہ سلطانہ۔ حفظ الرحمان۔ خواجہ ضیاء اللہ۔ خالدہ پرویز۔ خوشی محمد۔ خورشیدہ خاتون حکیم محمد حسن۔ حمیدہ قریشی۔ حسام الدین۔ خالد لطیف۔ خلیل خان۔ حمزہ ظفر۔ جہانگیر۔ حنیف۔ خدیجہ۔ حشمت علی خورشید۔ خدیجہ ناہید۔ خالد نعیم۔ خورشید اسلام۔ خالد لطیف۔ حسین اقبال۔

زبیدہ خاتون۔ رضیہ۔ رابعہ۔ روبی۔ رضیہ انیس۔ راحیل۔ زبیر۔ رخسانہ سہیل۔ افشاں خورشید زرووی۔ رخسانہ جاوید۔ زاہدہ پروین۔ رضی الدین۔ ریحانہ بیگم۔ درافشاں۔ دردانہ۔ درسمی۔ درشہوار۔ راحیلہ یاسمین۔ رفعت توفیق۔ زرینہ بی بی۔ رشیدہ جمیل۔ رخشندہ گوہر۔ راحیل نفیس۔ زبیر احمد۔ راحیلہ یاسمین۔ زرینہ بیگم۔ رانی زمرد بیگم۔ زاہدہ ارم۔ ریحانہ۔ زیب النساء۔ زہرہ۔ رخسانہ۔ رحمت۔ رضیہ۔ رضی احمد۔ رشیدہ خاتون۔ زاہدہ خاتون۔ رشیدہ بیگم۔ دولت بی بی۔ زبیدہ بیگم۔ رفعت۔ ریحانہ جاوید۔ رئیس بیگم۔ رشیدہ امام۔ زاہد نسیم۔ دلشاد

بیگم۔ رخسانہ محمود۔ رعنا وسیم۔ زاہدہ علی۔ دردانہ شہزادی۔ راحیلہ ۔ رضیہ سلطانہ۔ دانش رضا۔ ریحانہ حسن۔ رحیم النساء۔ رضیہ خاتون۔ رفعت علی۔ درخشاں۔ روبینہ۔ ریحان علی۔ دانش۔ رشیدہ خاتون۔ زاہدہ خاتون۔ زبیدہ رضوان احمد۔ ریحانہ راحت۔ ریحانہ راحت۔ دانش وحید۔ زیب۔ دلبر رضا۔ رفی۔ رخسانہ پروین۔ تسنیم بی بی۔ راحت انجم۔ زاہد۔ ریحان۔ دانیال قمر۔ راشد وہاب۔ زاہد۔ زاہدہ ارم۔ زرتاج۔ ریحانہ سید علی۔ زیبا جمیل۔ زرینہ بانو۔ درشہوار۔ زاہدہ جاوید۔ رفیق بانو۔ زرینہ الطاف۔ رافی۔ رفیع حیدر۔ زینب۔ ریاست حسین۔ دانیال۔ ریما راحیلہ ناز۔ راحیلہ یار خان۔ زاہدہ حلیم۔ ارشد محمود۔ رافی مسرت۔ ذیشان۔ رقیہ بیگم۔ درخشاں انجم۔ زلیخا بی بی۔ درخشاں طلعت۔ فراست۔ زہرہ نسرین۔ روبینہ سعید۔ ریحان احمد۔ رضیہ بیگم۔ زروہ۔ رابعہ خاتون۔ ریحان احمد زیتون۔ دانشہ۔ رضوان۔ درکمال۔

سید نسیم ہاشمی۔ صدف نشاط۔ ضیاء اللہ۔ شفیقہ۔ سعیدہ۔ شاہد۔ شاہین۔ سلمیٰ۔ سندس۔ سلیم۔ شہناز۔ سہیل۔ شگفتہ۔ شمیم واحد۔ شہناز پروین۔ شاہدہ سیما۔ شبنم علی۔ شبنم سروری۔ سرور کمال۔ ضیاء الحسن۔ شاہدہ مسرت۔ شوکت آراء۔ شکیب۔ سید محمد جاوید۔ صائمہ جمیل۔ شکیلہ خاتون۔ سید محمد حنیف۔ سید محمد نوید۔ سمیع اللہ۔ سمیع اللہ۔ سیمابہ جبین۔ سیدہ ثروت آراء۔ سکینہ بیگم۔ سدرہ۔ ماجدہ۔ سدرۃ المنتہیٰ۔ سلمان۔ شمشاد۔ سمیع سرفراز۔ صابرہ۔ شکیل۔ سعیدہ سلطانہ۔ سید اکرام علی۔ شاہین خالد۔ سید عاشق علی۔ شمس النساء بیگم۔ شاہدہ ظفر۔ سید صابر علی۔ سید امام علی۔ سجاد حسین وارثی۔ شفیع محمد خان۔ سید ممتاز علی۔ شاہین فاطمہ۔ شگفتہ نسرین۔ شہناز۔ شائستہ اعجاز۔ شہلا احمد۔ سید نسیم ہاشمی۔ سلمان۔ شہزادی۔ سراج الحق۔ سلیمہ بی بی۔ شہزاد الحق۔ سید رحمت علی۔ سید حامد باقر رضوی۔ ساجدہ۔ شاکر حسین۔ سلطانہ۔ سید دلبر رضا۔ سیما ممتاز۔ سید طارق محمود۔ سلطان احمد۔ سمیعہ ظفر۔ شاہ منصور حسین۔ سید جمیل الرحمان سید حیدر علی۔ سراج الدین۔ صوفیہ۔ سلیم احمد شیخ ابراھیم۔ سروری خاتون۔ شفیق۔ شائستہ۔ سعدیہ علی۔ سحر نسرین۔ شبانہ معین۔ شاہ صبیح الدین۔ ضمیر الدین شبانہ۔ شکیب اقبال۔ سہیل یونس۔ شاہ منیب حسین۔ سعدیہ ناز۔ شاہ رضا حسین۔ شاہ مبشر حسین۔ شکور۔ سید محمد حنیف۔ سید محمد نوید۔ شہلا۔ شکیلہ بیگم۔ سحر افروز۔ صابرہ خاتون۔ شبنم۔ شبانہ۔ شاہینہ۔ شاکر حسن۔ شمع۔ صبیحہ شاہد۔ صائمہ اقبال۔ شجاعت رسول۔ سید امام علی۔ سعیدہ۔ شہناز مصطفیٰ۔ سید آل احمد۔ سید محمد جاوید۔ سالہ۔ شفقت جہاں۔ سردار خاتون۔ شائستہ ثانی۔ سمیرا۔ صفیہ بیگم۔ سلمیٰ خاتون۔ صغریٰ بی۔ شافعیہ۔ سید قیوم الدین۔ سائرہ یاسمین۔ سید الطاف حسین۔ شیخ الیاس۔ شاذیہ رخشی۔ سلطان۔ شبیر احمد۔ صابرہ جعفر۔ شیخ محمد۔ شمع خاتون۔ سمیع مسعود۔ شمیم اختر۔ شمیم النساء۔ سعیدہ شاہین۔ شاہد عظیم۔ سائرہ خلیل۔ شمیم خلیل۔ شہناز سلیم۔ سید خرم ضیاء۔ سید نعمان علی۔ سعید۔ سید نعیم علی۔ سید حسین احمد۔ سیدہ خاتون۔ سعد اللہ۔ سوفی اصغر۔ سحر ش توفیق۔ سمیرا شمشاد۔ شمشاد علی۔ شہناز بٹ۔ شاہدہ یوسف۔ شاذیہ گوہر۔ نعیمہ۔ شریف۔ سائرہ مقصود۔ شہنیلا سہیل۔ شاہ رضا حسین۔ سعد مصطفیٰ کمال۔ شگفتہ قریشی۔ شائستہ قریشی۔ شعیب۔ ارم ظفر۔ شمع ظہیر۔ ضیاء عباس۔ سبین مقبول۔ سعیدہ نکہت۔ سروری۔ سارہ۔ صبیحہ خانم۔ سلمیٰ حنیف۔ شبانہ کلیم۔ شکیل احمد۔ صنوبر۔ سیدہ بتول۔ تبسم ضیاء۔

عزیز الحسن زبیری۔ ظفر حسین۔ عمران۔ عادل۔ طاہر علی۔ ظفر۔ غزالہ۔ عذار یاسمین۔ عمیر فاروق۔ عبدالواحد۔ عبدالاحد خان۔ عائشہ تنویر۔ غزالہ طارق۔ عبدالرحمان۔ عدیل نفیس۔ عمیر۔ عبدالغنی۔ غلام جیلانی۔ طارق خورشید۔ عبدل۔ طارق۔ عدیل۔ طیبہ۔ عائشہ۔ عظیم۔ طاہرہ۔ عرفان۔ قرۃ العین۔ عظیم اللہ۔ ظفر حسین خان۔ ظفر قریشی۔ عبداللہ۔ قرۃ العین علی۔ عادل اکرام۔ عبدالغفار صدیقی۔ ظفر صدیقی۔ عصمت بیگم۔ عذرا ظہور

احمد - عظمیٰ - عشرت قادری - غزل حنیف - عابد علی خان - غضنفر - طلعت رضا - طاہرہ - عارفہ - عائشہ حسن - عارف حسن خان - عائشہ حجاب - عبدالرؤف - عبدالماجد - ظفر حسین خان لودھی - غضنفر بٹ - عمران خان - غفار عبدالمالک - عظمیٰ جبین - عظمیٰ انعام - عبدالستار یعقوب - عقیل - ظہیر - عثمان - طلعت رضا - عالیہ - عارفہ شاہین عبدالرحیم خان - ظہور علی - عبداللہ - عامر عصمت - عشرت جہاں - عامر - طاہرہ اسد - عصمت جہاں - عمیر عظیم - عبدالغنی - عامر جلال - عصمت ثاقی - عالی عارف - غلام احمد خان - عامر دباب - عائشہ نیاز - غزالہ سعیدہ فرخ - عبدالوہاب - غلام قادر - عرفان فاطمہ - طاہرہ بیگم - عبدالرشید غیاث - طالعہ - طاہر حسین - عادل علی - عفت ناز - عبدالغفور - عفت - ظہیر - عبدالعزیز - طالعہ - عابد شاہ - عامر خورشید - طاہرہ پروین - ظہیر فاطمہ - غزالہ رشید - علیم الدین قریشی - عابدہ احمد - طارق امام - غزالہ حمید - عظیم - عائشہ اظہر - عاصمہ - عظیمہ - علی عمران - طارق - عامر نصیر - طلحہ - عبدالحکیم - طیبہ خاتون - عظمیٰ نفیس۔

فاطمہ - فریدہ - کاشف - فیضان - فائزہ - فرزانہ - کشور - کوکب ادیب - کنیز فاطمہ - گل زمان - کریم - فرخندہ - کشور رضی - کشور ایاز - گلشن آراء - فہمیدہ خاتون - فریدہ ایوب - فیضان - فیروزہ بیگم - قدسیہ علی - گلناز نسیم - کوثر انجم - فوزیہ سلطانہ - کلثوم نصیر - فہمیدہ انصاری - کیرولین اسلم - فاطمہ ساجدہ - فصیح - فاطمہ امین - کرم الٰہی خان مغل - فرقان - کنیز فاطمہ - فرخ عمر - فاروق - کاشف - کشور احمد - فرازہ اقبال - فریدہ عزیز - کلثوم ناز - فوزیہ یاسمین - فرح دیبا - کنول اقبال - فہیم - فیروزہ - فصیح الرحمان - قرۃ العین شاہد - فہیم عباسی - قمر النساء - کوثر - کوکب - قاسم فہیم - فرحت حشام - گل بانو صدر الدین - کوثر پروین - گلشن آراء - فوزیہ - فرازہ رحمانی - کوثر لیاقت - فریدہ - کلیم اللہ - فرحانہ - فرخ فاروق عمر - فاطمہ ناز - فراست حسین - فضل الرحمان - قرۃ ثاقب - فرحناز فرزانہ - فرحت - فہیم ساجدہ - فضل بی بی - فصاحت - فریدہ یاسمین - کشور جہاں - فرزانہ امین - خدیجہ اظہر - کلیم قرۃ العین - فریدہ ستار - کوکب - کلثوم اقبال - کوکب - کوثر پروین - فرخ - عامر خورشید - کرم علی خان - فاطمہ رفیع - قیصر جمال - فرخ - فوزیہ دل محمد - کوثر آصف - فرزانہ زبیری - فیروزہ بیگم - کفیل پاشا - فرازہ اقبال - فرخ جہاں - فردوس - کامران عباس - فیروزہ تبسم - محمد صالحین - محمد عظیم - محمد ناصر - مسرور حسن - نائلہ ظفر - محمد اقبال ندیم - نادرہ تبسم - میمونہ - محمد یونس - نجمہ - محمد اشرف - نسیم - نیلو - مطیع بن سہیل - لبنیٰ نورشید - ممتاز - نسیم سحر - مسرت تاجور - معصومہ - محمود عالم - محمد رفیق - محمد شفیق - محمد لطیف - محمد احسان - نور جہاں - مہدی حسن محمودہ سلطانہ - نوید احمد - ناہید - مشرف سلطانہ - مختار بیگم - مسعود الحسن - نصرت اجمل - نسرین عطاء - نسیم شمس - نازلی ہمایوں - محمد فرقان - ناہید فاطمہ - ناصر - نوید - نذیر احمد - محمود الحسن - ندیم - نسیم - محمد اظہر - محمد ظفر - محمد طاہر - محمد زبیر - عالی عارف - گل محمد - محمد زاہد - نبیل - معصومہ - نہیان - لیاقت - مہدی حسن خان - مسرور حسن - نسیم احمد ہاشمی - محمد امین - نوشاد - ناہید - مہرالنساء - ناہید حنیف - محمد سرور - محمد اشرف - نسیم خاتون - نسیم بانو - نسیم بیگم - ناصر صفی - محمد علی - نسرین بانو - منیر حسین - محمد یاسین - ماریہ ایوب - نادرہ شبنم - نور جہاں - نگہت - ناہید اختر - مسرت پروین - محمد رشید - محمد اقبال - ناصرہ - ناہید فاطمہ - منور جہاں - محمد اکرم - محمد عبدالعزیز - محمد ایوب خان - ناصر - نوید حسن - مسرت شاہین - نوشابہ اقبال - نسیمہ - محمد عزیز - محمد ندیم - محمد امین - محمد عظیم - محمد اسلم - نیر حسن - ناصر صدیقی - محمد شفیع - مجاہدہ کشور - محمد سلطان - محمد غفار - محمد شریف - نور جہاں - نادرہ تبسم - لبنیٰ نسیمہ مبین - مسرور حسن - محمد محمود قریشی - محمد حنیف - محمد یوسف خان - نجمہ انور - محسن - نسیمہ نازنین - محمد اظہر الامام - نجمہ عباس - مظہر علی خان - ناصر حسین - محسن بیگم - مصطفیٰ - نصرت اجمل - ناصرہ - نازلی ہمایوں - نزہت جیلانی - مہ جبین - نسرین پراچہ - منیبہ سلطانہ -

محمود الحسن - محمد طارق - محمد شعیب - محمد امان - مسرور حسن - منور جہاں - نرمل ناہید - مختار - فاطمہ - مہوش بٹ - نصرت بٹ - نصیر خان - محمد صابر - نجمہ خاتون - نجم السحر - مینا طارق - مسرت - نادرہ اقبال - مہرالنساء - مہناز خالد - نیاز عالم - نیر عالم - معید سرور - محمد شارق - محمد ظہور - محمد یحییٰ - معین الدین - محمد ابراہیم - محمد معیز - مصباح الدین - نعمان واحد - محمد صدیق - محمد اقبال - محمد یوسف - محمد سرور - محمود غزنوی - نسیم اشفاق - نجم احمد خان - نگہت انشاں - ماہ درخشاں - نگار انجم - نصرت لیاقت حسین - مظہر علی خان - نجمہ پروین - محمد شاہد محمد سہیل - محمد جنید - محمد اکبر - میر عبداللہ - ناصر حسن - نور قادر - محمد یونس - محمد ایوب خان - نذیر احمد - نادرہ نفیس تبسم - نفیسہ نوشین - محمد رئیس - مسعود الحسن کامران - ناہید اشرف - محمد طارق - مستقیم حسین عثمانی - مریم تسنیم - منشی رضا - محمد عرفان خان - نعیمہ - معز ثاقب - محمدی جہاں - مبین سلطانہ - مشتری جہاں - معز - مبشرہ - محمد احسان - محمد فرقان - نرگس زبیر - نگہت انشاں - نادیہ جمیل - نسرین اختر - نسرین عطا - نسیم شمس - محبوب خانم - نصرت حسین - نگہت حسام - نازش - مجیب - محمد رفیق - محمد خالد - مجاہدہ - مرینم بیگم - مسعود احمد - نصیر خان - محمود - نزہت - مہدی حسن - محمودہ سلطانہ - نگہت جہاں - محمد عظیم - مشرف سلطانہ - نسرین رشید - نجم النساء - ناہید فاطمہ - مغیث خان - ماجد - محمد انور - منتظر - محمد شریف - مظہر مجید - نرم ناہید - محمد میاں شیخ - نصرت اکبر بٹ - مسکاکمال - مہدی حسن - مطیع الدین - منظور احمد - محمد علی - نیلم امام - نسیمہ امام - مینا طاہر - ناجیہ مہر - نجم خالد - نسیم الدین - لیاقت - محمد ظہور - محمد جلیل - محمد کاشف - مقصود احمد خان - مہدی حسن خان - مستجاب الدین فریدی - نواب مرزا - ممتاز - نجمہ احسان - نعمت خالق - نورین - محمد طاہر - نوشابہ خاتون - محسن خلیل ندا - ماہ رخ - ملکہ شاہین - نگینہ - نادرہ اقبال - نعیمہ - نوید جعفر - محمد نوید - محمد علی قریشی - مقبول اعجاز - محمد زاہد۔

یاسمین فاطمہ - ہما اختر - یوسف - ہما ضیاء - وحیدہ اقبال - ہما - وسیم حسن - یاسمین عا... - واجدہ - وسیمہ عباسی - یاسین خان - یاسمین عامر - یونس - والدہ الیاس بٹ - ہمایوں مرزا۔

رضیہ خاتون - سید امان علی - اورنگزیب - زمرد - انور علی - حسنین خان - اسلام کی - بدر - انیس - قطب النساء - عامر وسیم - سید ابوذر - کریم - عبدالسلام - محمد اسماعیل - غیاث الدین - اعجاز الدین - خیر الدین - عبدالوہاب - کامران - صادق - میر عبداللہ - محمد سجاد - اقبال جاوید - شریف الحسن - شیراز - محمد خضر - دانیال - انجمن آراء - مرشد - جیلانی - اکبر - رانی - رستم - انیس احمد - احسان - کلیم اللہ - صدر النساء - میمونہ ہارون - کنول ہارون - حدیقہ - غلام ربانی - اختری بیگم - غلام سمدانی - مہدی حسن - نیر دانی - غوثیہ - ابراہیم - راؤ - دلنواز - ایوب - سرفراز - اسد اللہ - شبر بانو - صدف - حبیب صالح - زہرا بانی - ترنم - حسینہ - ثمینہ - قاسم علی - انجم آراء - رفیع - خاتون النساء - نور محمد - خورشید فاطمہ - نجم انور - نشاط رضیہ - راشدہ - عابدہ خاتون - سعید اللہ - زیبا سلطانہ - فریدہ - غیاث الدین - جلیل احمد - انجم - نیلم - عالیہ - علیم الدین - افضال علی - نجیب - رحمان - سائرہ خاتون - ذکیہ - صلاح الدین - اقبال عزیز - رضوانہ بیگم - نادرہ - مبین - شکور بیگ - خالد علی - روحی - فیصل - غلام حسین - گلزار احمد - اقبال - ناصر اقبال - یوسف زئی - اصغری بیگم - آمنہ خاتون - نجم انور - سعیدہ بیگم - سعیدہ فضل - نعیمہ طاہر - الیاس سیل - کرن رفیق - زیبا سلطانہ - طلعت جہاں - بتول - مسرت جہاں - سلطان جہاں - دلاور - نیلم ہارون - شمیم وارثی - سجاد حسین وارثی - اسد حنفی - ناصر حنفی - حبیب احمد - طارق قادری - خارق قادری۔

راولپنڈی نائلہ تبسم۔ خالد محمود قریشی۔ افشاں خالد۔ فرحت عائشہ۔ فرالاسلام۔ اکرم۔ سجاد رضا محمد خالد۔ راجہ محمد ساجد۔ محمد زاہد۔ سیف المصطفیٰ۔ عصمت آراء۔ زاہد محمود۔ نائلہ۔ توقیر۔ نجم آراء۔ شبانہ۔ ارشاد حامد رانا۔ عذرا پروین۔ امبر بیگم۔ ماجد محمود۔ نعیم اسلم۔ کامران۔ بابر محمود۔ فہمیدہ بانو۔ لعل محمد۔ خارجہ غلام نبی۔ خواجہ رشید۔ یاسر رشید۔ عظمیٰ۔ عابد۔ آصف۔ یاسمین۔ صاعقہ۔ فرحت۔ بلال احمد۔ حنا عرفان۔ بلال خان۔ عائشہ۔ فاطمہ بیگم۔ حنیفہ۔ محمد بشیر۔ ظہیر نذیر۔ رضوان۔ غلام مرتضیٰ۔ زیب النساء۔ شہزادہ عبدالرحمان۔ انور فوزی محمد جہانگیر۔ مسرالہ بیگم۔ حسن بن اقبال۔ محمد اقبال کھوکھر۔ شاہدہ شاہین۔ مریم۔ محمد ریاض۔ مریم۔ رابعہ۔ محمد سلیمان۔ محمد سرور احسان۔ مسرت جہاں۔ کامران اختر۔ فوزیہ۔ محمد اختر۔ راحیلہ سلیمان۔ سیما۔ نادیہ صادق۔ رفعیہ۔ عبداللہ سلطان۔ روبینہ کوثر۔ خالد بن طاہر۔ عابدہ علی۔ نیلی فریحہ۔ فائزہ۔ رخسانہ۔ اسد جہانگیر۔ خالد محمود زاہد محمود۔ ریحانہ کوثر۔ شبانہ کوثر۔ پرویز محمود۔ مسرت۔ راحیلہ۔ عبدالسعید۔ صفدر حسین۔ راجہ اشفاق۔ قاضی اعجاز مصطفیٰ۔ غلام جیلانی۔ فہمیدہ کوثر۔ ناظم جاوید۔ شمیم اختر۔ نگہت رفیق۔ محمد شریف۔ خالدہ بیگم۔ عبدالرحمان۔ محمد اشرف۔ محمد احسن فاروقی۔ مہوش کنول۔ شاہدہ علی۔ محمد سہیل۔ حمیدہ خانم۔ رقیہ بی بی۔ صائمہ ملک۔ عبدالعلیم۔ رحمت اللہ۔ سکینہ۔ حسینہ۔ یاسمین۔ رحمت بی بی۔ فرحت ضیاء۔ ضیاء اللہ۔ سمیرہ نعیم۔ زبیدہ مشتاق۔ محمد اقبال۔ عظمیٰ رضوی۔ آصف رضوی۔ نیلوفر۔ محمد بوٹا۔ تاج بی بی۔ نورین خواجہ۔ احمد ندیم۔ ثمینہ بشیر۔ ارم بشیر۔ نادیہ بشیر۔ محمد بشیر۔ نسیم فردوس۔ سائرہ حامد۔ حامد رضا۔ کلثوم بیگم۔ محمد رفیق۔ آصف خان۔ بیناد قار۔ رفعت نعیم۔ سعدیہ رفیق۔ عزیز بیگم۔ وحیدہ ایوب۔ سائرہ۔ جابرہ بیگم۔ شوکت اقبال۔ ظفر۔ اظہر۔ طاہر۔ روبینہ۔ شازیہ۔ نازیہ۔ بشریٰ۔ نوشین آمنہ۔ محمد یونس ادریس۔ عنبر افشاں۔ گل افشاں۔ محمد اعجاز۔ معراج بی بی۔ نصرت پروین۔ دانش اعجاز بھٹی۔ ذیشان اعجاز بھٹی۔ مدیحہ ناز۔

کاکڑہ ٹاؤن اویس۔ طلعت محمود ت فاروق بیگ۔ محمد فاروق۔ عارف کمیلوی۔ ملک شوکت مجید۔ اختر علی۔ راشد اویس۔ لیاقت علی۔ ارشد سوار۔ محبوب احمد۔ بیگم عابد حسین۔ سعیدہ بیگم۔ حاکم بی۔ والدہ نقشبند شاہد حسین۔ فرزانہ بیگم۔ ارشد محمود۔ قاری مظہر حسین۔ مہتاب بیگم۔ حکیم محمد رفیق۔ راجہ ایوب۔ والدہ طلعت محمود۔ پروفیسر طاہر۔ عبدالرزاق۔ ڈاکٹر ممتاز۔ لالہ اقبال۔ نیاز احمد۔

لاہور ثریا رانی۔ کشف۔ شیخ مشتاق احمد۔ شہزادہ افتخار۔ حافظ محمود احمد۔ خورشید بی بی۔ روبینہ روحی۔ نوشابہ۔ خواجہ محمد حسین۔ طاہر علی منہاس۔

ملتان محمد احسن الدین۔ شمیم جبار۔ چوہدری عبدالطیف۔ اکمل شہزاد۔ محمد رفیق مرزا۔

گجرات شہزادی۔ عمران۔ جمیلہ اورنگزیب۔ سجاد رضا۔ حسن زیب۔ ہارون زیب۔ جہاں زیب۔

سرگودھا رانی یونس۔

گوجرانوالہ عامر رضا خان

سیالکوٹ محمد سعید پال۔ نورین۔ پروین۔ عمران۔ لیاقت علی۔ عمر شکور۔

نیند کی کمی اور زیادتی

ڈاکٹر جم پورن

انسانی صحت کی بحالی کے لیے نیند کیا کردار ادا کر سکتی ہے اس بارے میں جدید میڈیکل سائنس بڑے اہم انکشافات کر چکی ہے اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ انسانی ذہن اور عام جسمانی صحت پر نیند کی زیادتی اور کمی بہت زیادہ اثر انداز ہوتی ہے زیرِ نظر مضمون قارئین کو اسی موضوع پر معلومات فراہم کرے گا۔

برطانوی ڈاکٹر جیک ایمپن کا دعویٰ ہے کہ ڈاکٹر جم تو اس نظریے کا پرچار کرنے والوں میں سے ہیں کہ نیند محض وقت ضائع کرنا ہے انسانی قوت کی بحالی میں بہت کم کردار ادا کرتی ہے ڈاکٹر جم نے لکھا ہے کہ مجھ سے منسوب یہ دعویٰ صحیح نہیں ہے کیونکہ میرے خیال میں نیند کا مقصد یہی ہے کہ وہ قوت کو بحال کرے لیکن بنیادی طور پر یہ دماغ کے لئے ہے اگر ان کا تجربہ انسانی تحقیقات میں آگے بڑھا ہوتا تو یہ واضح ہو جاتا کہ اس معاملے میں انسانوں اور حیوانوں میں بہت فرق ہے حیوانوں کے سلسلے میں تجربات میں مشکل پیش آتی ہے۔ انسانوں پر نیند کے اثرات کے سلسلے میں بہت سے معاملات نے ظاہر کیا ہے کہ نیند نہ آنے کا ہمارے دماغ اور رویے پر کیا اثر پڑ سکتا ہے تاہم جو بات تعجب خیز ہے وہ یہ ہے کہ جسم کے دوسرے اعضاء اس کے باوجود ٹھیک ٹھاک کام کرتے رہتے ہیں حتیٰ کہ آٹھ سے گیارہ روز تک نیند کے بغیر رہ کر بھی اعضاء خاص طور پر اعصاب بیداری میں بھی اسی طرح آرام کر لیتے ہیں جس طرح نیند کے دوران کرتے ہیں یہ آٹھ سے گیارہ روز تک کی مسلسل بیداری اب تک کا طویل ترین تجربہ ہے لندن میں کلینیکل نیوٹریشن اور میٹابولزم یونٹ کے پروفیسر جان وائز لو اور ان کے رفقائے کار کی تحقیق سے بھی یہ ثبوت ملے ہیں کہ جسم کے زیادہ تر حصوں کے آرام اور تازگی کے لئے مرکزی محرک خوراک کا اندر جانا اور ہضم ہونا ہے سونا نہیں ہے

اس لئے اگر کچھ آرام دیا جائے اور خوراک دی جائے تو بیداری میں بھی آرام کی کیفیت حاصل ہو سکتی ہے۔

دماغ کے سامنے کے حصے جاگنے کی حالت میں آرام نہیں کر سکتے حتیٰ کہ اگر ہم آواز سے بالکل محفوظ اور تاریک کمرے میں انتہائی آرام دہ بستر پہ اور دنیا کی کسی فکر سے بے نیاز لیٹے ہوں تب بھی دماغ انتہائی مستعد کیفیت میں رہتا ہے اور کسی بھی حساس امر پہ عمل کے لئے آمادہ رہتا ہے یہ اپنے جوابی عمل میں کسی قسم کی کمی کا مظاہرہ نہیں کرتا بیرونی دنیا سے رابطہ ختم کر کے دماغ کے آرام حاصل کرنے کے لئے واحد ذریعہ یہی ہے کہ وہ وقتی طور پہ معمول سے ہٹ جائے اور سو جائے۔

ڈاکٹر ایکیسن نے جانوروں پر نیند سے محرومی کی اور مثالیں بھی دی ہیں جن میں بدقسمتی سے حیوان چند ہی روز میں مر گئے لیکن بات صرف اتنی ہی نہیں ہے میں اگرچہ ان تجربات کے نتائج سے بالکل عدم اتفاق نہیں کرتا کہ نیند زندگی کے لئے کسی نہ کسی طرح ضروری ہے لیکن یہ تجربات صرف نیند سے محرومی کے ذریعے نہیں تھے بلکہ بہت سے دباؤ ڈالنے والے تجربات تھے ایسے حیوانوں کی اگرچہ اچھی خاصی دیکھ بھال کی جاتی ہے لیکن وہ خوش نہیں رہ سکتے کیونکہ صرف نیند کے اپنے نقصان کے علاوہ بھی ان کے سونے اور جاگنے کا فطری توازن مکمل طور پر بگڑ جاتا ہے کوئی بھی بڑا دباؤ کم سن جانوروں کو چند ہی دن میں ہلاک کر سکتا ہے۔

لوبرو یونیورسٹی کی نیند لیبارٹری میں ہم نیند سے محرومی کے تجربات حیوانوں پر نہیں انسانوں پر کرتے ہیں اس میں بڑا فائدہ یہ ہے کہ ہم اپنے رضاکاروں تک اپنی بات پہنچا سکتے ہیں درجب کہ حیوان رضاکار نہیں بن سکتے، کہ انہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی اور ان کی اچھی صحت ہمارے لئے انتہائی اہمیت رکھتی ہے ہم اس طرح بے خواب لیکن رجائیت پسند رضاکار حاصل کر سکتے ہیں جن پر ویسے کوئی دباؤ نہ ہو ان حالات میں ہمیں کسی چیز میں گڑبڑ ہونے کی شہادت نہیں ملتی تاہم یہ صورت دماغ میں نظر آئی پھر بھی اس کے اثرات اتنے زیادہ نہیں تھے جتنا توقع کی جا سکتی ہے کہ جاگتے رہنے کے نتیجے میں دماغ کی کیا حالت ہو جائے گی اور جب ہمیں اپنی زندگی کا تیسرا حصہ دماغ کی بحالی یعنی سونے کی حالت میں گزارنے کی ضرورت ہے عام طور پہ دماغ کی بحالی یا تازگی کے لئے شاید آدھے حصے کی نیند ضروری ہو۔ نیند سے محرومی کے بعد کھوئی ہوئی نیند کے نصف کا صرف ایک تہائی دماغ کی صلاحیتوں کی مکمل واپسی کیلئے درکار ہوتا ہے۔ یعنی آپ اگر ۱۸ گھنٹے نیند سے محروم رہے ہیں تو تقریباً تین گھنٹے کی نیند آپ کے دماغ کو پھر مستعد کر سکتی ہے یا یوں سمجھ لیجئے کہ ایک رات نہ سو سکنے کے بعد اگلی رات ۲ سے ۳ گھنٹے کی اضافی نیند کافی رہ سکتی ہے نیند کھونے کے لمبے عرصے جو مثال کے طور پر تین دن ہو سکتے ہیں ان کے لئے آٹھ سے بارہ گھنٹے کی مزید نیند کافی رہتی ہے جسے اگلی ۲ یا تین راتوں میں پھیلایا جا سکتا ہے۔

ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ ہماری پوری نیند

ضروری نہیں ہے اور اس کی حمایت میں ہمیں اپنی لیبارٹری سے بھی شہادتیں مل رہی ہیں کچھ ہفتے دیئے جائیں تو لوگ ہر رات دو گھنٹے نیند کم کرنا سیکھ سکتے ہیں۔ اس کے نہ تو برے اثرات پڑتے ہیں اور نہ دن میں کوئی اونگھنے کی کیفیت ہوتی ہے ایسی کمی راتوں رات تو نہیں کی جا سکتی لیکن ہمارے رویے کے فطری تقاضوں میں ممکن ہے اسکیمو لوگوں کی مثال لے لیں وہ اپنی فطری زندگی گزارتے ہوئے اور کسی مصنوعی روشنی کے بغیر سال میں اپنے سونے کا عرصہ چار گھنٹے تک تبدیل کر لیتے ہیں سردیوں کی راتوں میں وہ زیادہ سوتے ہیں گرمیوں کی راتوں میں کم سوتے ہیں جو ویسے بھی چھوٹی ہوتی ہیں۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک عام آدمی کی نیند کے لئے ضروری آخری چند گھنٹے نہیں ہیں اور شاید دماغ کے آرام کے لئے بھی ان کی کم وقعت ہے ہم زیادہ سونا بھی سیکھ سکتے ہیں صبح جاگنے کے بعد پھر سو جائیے اکثر لوگ اس وقت ایک سے ڈیڑھ گھنٹہ آسانی سے سو لیتے ہیں اگرچہ انہوں نے خود کہا ہوتا ہے کہ وہ ایسا نہیں کر سکتے صرف پہلو بدلا اور پھر چلے گئے خواب کی دنیا میں اگر ایک ہفتہ یا کچھ زیادہ تک روزانہ یہ عمل جاری رکھا جائے تو عادت پڑ سکتی ہے اور جب وہ اپنے سونے کے اصلی وقت تک واپس آئیں (چاہے یہ سال یا زیادہ تک رہا ہو) وہ کئی روز تک دن میں بھی نیند کی حالت میں نظر آتے ہیں جب تک وہ دوبارہ اپنا معمول اختیار نہ کر لیں اس طرح لگتا ہے جیسے کہ وہ اچھی طرح سو نہیں سکے لیکن آپ بتائیے کیا یہ بات صحیح ہے۔

نیند سمیت تمام جسمانی عمل ایک فطری ادوار معمولات کی تقسیم ظاہر کرتا ہے اسی لئے ۱۶ سے ۵۰ سال تک کی عمر کے لوگوں کی اکثریت ایک رات میں سات سے آٹھ گھنٹے سو لیتی ہے۔ بعض ۵ سے ۶ گھنٹے تک قدرتی طور پہ سوتے ہیں اور ایک چھوٹی سی تعداد پانچ گھنٹے سے بھی کم سوتی ہے بے خوابی کے مریض ان مطالعوں سے مستثنیٰ ہیں کیونکہ وہ تو اکثر یہ کہتے رہتے ہیں کہ انہیں اس سے زیادہ نیند کا موقع ملنا چاہئے جو انہیں فی الحال ملتا ہے بالکل نہ سونے والوں کا تو کوئی وجود ہی نہیں ہے دوسری مخلوقات میں بھی نہیں۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ کم سونے والوں کی سونے کی عادتیں بھی ویسی ہی ہیں جو اوسطاً ساڑھے سات گھنٹے سونے والے کی نیند کے پہلے کچھ گھنٹوں میں ہوتی ہیں ایسا لگتا ہے جیسے کم سونے والوں نے نیند کے ان آخری گھنٹوں سے نجات حاصل کر لی ہے جو آرام نہ دینے والی نیند ہے نیند کے چند پہلے گھنٹے یعنی لازمی نیند کا وقت نیند کے باقی گھنٹوں سے اس لئے مختلف ہے کہ اس میں دماغ کی لہریں یا دماغ کی برقی سرگرمی ایک خاص نوعیت کی ہوتی ہے جسے ہلکی رفتار کی نیند کہا جا سکتا ہے۔

اس وقت دماغ جوابی عمل کی ایک مخصوص کیفیت میں ہوتا ہے جو ایک راستے سے ہٹے ہوئے ریڈیو سے اترے ہوئے (دماغ کی خصوصیت ہو سکتی ہے یہ خواب دیکھنے والی نیند نہیں ہے جو عام خیالات کے برعکس ہمارے لئے اتنی لازمی نہیں ہے

آسیہ سحر

حسن بن صباح

نظام الملک نے خاموشی کو مصلحت جانا اور چپ ہو رہا اہل دربار جو نظام الملک طوسی کی ذہانت کے گرویدہ تھے پیچ و تاب کھا کر رہ گئے سلطان نے چند لمحوں توقف کیا دونوں دوستوں کو بغور دیکھا اور امتحاناً حسن بن صباح کو یہ ذمہ داری سونپ دی کہ وہ محض چالیس روز میں ملک کے طول و عرض کا چٹھا تیار کر کے بادشاہ کی خدمت میں پیش کرے۔ اس روز جب دربار برخاست ہوا تو حسن بن صباح کی خوشی اور غرور کا عالم قابل دید تھا آج اس نے اپنے تئیں نظام الملک کو نیچا کر دکھایا تھا اور اسکی ذہانت کو ایک طرح سے غلط ثابت کر دیا تھا اب اسکے کندھوں پر ایک بھاری ذمہ داری تھی وہ اپنے کام کے سلسلے میں فوراً ہی شہر سے باہر ایک لمبے سفر پر روانہ ہو گیا مگر نظام الملک کو ایک نئی الجھن نے دکھ اور ملال میں مبتلا کر گیا۔ اس کے گمان میں بھی نہیں تھا کہ اسکا عزیز ترین دوست خود اسی کیلئے مار آستین ثابت ہو گا بہر حال وہ حسب

سابق نہایت دلجمعی و تندہی سے شاہی خدمات انجام دیتا رہا مگر اسکے دل کی حالت دگرگوں تھی کہ وہ جانتا تھا کہ اگر حسن بن صباح کا چٹھا بادشاہ کو پسند آ گیا تو نظام الملک طوسی کی وزارت اس سے فوری طور پر واپس لے لی جائے گی۔

چالیس روز گزرے اور حسن بن صباح دربار میں حاضر ہوا نظام الملک طوسی اور شہر کے معززین ایک صف میں متمکن تھے بادشاہ نے درباری کارروائی کا آغاز کرتے ہوئے حسن بن صباح کو طلب کیا اور چٹھا طلب کیا حسن نے بڑے فخر سے چٹھا آگے پیش کیا بادشاہ نے دیر تک چٹھا تھامے رکھنے کے بعد اچانک چند ماہرین کو طلب کیا اور چٹھا ان کے حوالے کر کے چند گھنٹوں کی مہلت دی کہ وہ اپنا تجزیہ سنا سکیں۔ دربار میں سکوت چھا گیا حسن بن صباح کے چہرے کی رنگت متغیر ہو چکی تھی نظام الملک اپنی جگہ ہراساں تھا صرف سلطان ملک شاہ مطمئن انداز میں اپنی مسند پر متمکن تھا۔ ماہرین نے کچھ دیر آپس میں صلاح و مشورے کئے --- چٹھے پر غور و خوض کیا اور فیصلہ سنا دیا۔ اتنی بڑی وسیع و عریض سلطنت پر تیار کردہ یہ چٹھا انتہائی نامکمل اور ناقص ہے۔ یہ فیصلہ سنتے ہی نظام الملک نے آگے بڑھ کر دست بستہ عرض کی "خداوند عالم انہی مشکلات کو ملحوظ خاطر رکھ کر اس خاکسار نے دو سال کی مدت مانگی تھی یہ فقیر جانتا تھا کہ آپ کی وسیع و عریض شہنشاہی کا جمع و خرچ چالیس دن میں صحت کے ساتھ کیونکر مرتب ہو سکتا ہے؟" سلطان ملک شاہ جو پہلے ہی حسن بن صباح کی ڈینگیں سن سن کر عاجز آ چکا تھا اچانک غصے سے گرجا۔ "حسن بن صباح! تم نے شاہی علم اور امور سلطنت کو ایک بازیچہ اطفال سمجھ کر ہماری اور دربار کے دیگر اراکین کی سخت توہین کی تمہیں اپنی بات کہنے سے قبل اس بات کی اہمیت کے بارے میں احساس ہونا چاہیے تھا۔ لے جاؤ اس نابکار کو اور تا حکم ثانی قید خانے میں بند رہنے دو---

بادشاہ کا غیض و غضب دیکھ کر حسن بن صباح پر لرزہ طاری ہو گیا تمام اہل دربار متوحش ہو کر بادشاہ کا منہ تکنے لگے قید خانے کے رکھوالے آگے بڑھے اور حسن بن صباح کے پیروں میں بیڑی پہنانے لگے اچانک نظام الملک طوسی تڑپ کر آگے بڑھا! حضور کا اقبال بلند ہو۔ سرکار کا درگزر اپنی مثال آپ ہے ایک مرتبہ اور میرے اس بد نصیب اور ناہنجار دوست پر رحم فرمائیے میری التجا ہے کہ میری نمک خواری کے عوض میری اس دردمندانہ التجا پر غور فرمائیے اور اس موذی کو محض دربار سے برخاست کرنے پر اکتفا کیجئے۔ نظام الملک کی آواز میں آنسوؤں کی لرزش اور چہرے پر خلوص دیکھ کر ملک سلطان شاہ بے حد متاثر ہوا اسکا غضب دور ہوا اور اس نے سخت بے آبروئی کے ساتھ حسن بن صباح کو محل سے نکلوا دیا۔

اب ایک بار پھر حسن بن صباح کی منزل رے شہر قرار پائی اور اس نے رے کا سفر اختیار کیا شہر رے۔ پہنچ کر اسے علم ہوا اسماعیلی مذہب کا داعی الکبیر یہیں رہتا ہے اور وہ اسماعیلی مذہب کی تبلیغ و اشاعت کیلئے مبلغ نوکر رکھتا ہے جنہیں اطراف و اکناف ملک میں روانہ کرتا ہے حسن بن صباح کے شیطانی ذہن نے اپنے لئے اس ملازمت کو غنیمت سمجھا اور داعی الکبیر سے ملکر درخواست کی کہ اسے "تبلیغ کی خدمت" عطا کی جائے۔ داعی الکبیر نے کچھ عرصہ اسے ساتھ رکھ کر یہ اطمینان کیا کہ کہیں یہ مسلمان تو نہیں جو اسماعیلی روپ اپنا کر اسے دھوکہ دے رہا ہو جب اسے ہر طرح سے اطمینان ہو گیا تو اس نے حسن بن صباح کو ملازم رکھ لیا اور اسے تبلیغ کیلئے سب سے پہلے مصر روانہ کیا اس زمانے میں مصر میں اسماعیلیوں اور عبیدیوں کی حکمرانی تھی حسن بن صباح کو وہاں ہاتھوں ہاتھ لیا گیا اور اسکی قدر و منزلت ایک مرتبہ پھر بحال ہو گئی۔ حسن بن صباح نے عوام الناس کے سامنے اپنی شخصیت کا جو تاثر پیش کیا اسے مدنظر رکھتے ہوئے لوگ بلا کے اسے

کوئی بہت ہی برگزیدہ ہستی سمجھتے اور دور دور سے دعائیں کروانے اور اسماعیلی مذہب کی تعلیم کیلئے اسکے پاس آنے لگے اسی اثناء میں امیر الجیوش کو حسن بن صباح پر کسی جاسوس کا گمان گزرا اور اس نے حسن کو قلعہ دمیاط میں قید کر دیا۔ حسن بن صباح کے ماننے والوں اور اسکی شخصیت کے سحر سے متاثر ہونے والوں پر یہ خبر بہت ہی ناگوار گزری اور اتفاق سے اسی ایام قلعے کا ایک بہت ہی مضبوط برج گر پڑا لوگوں میں قیاس آرائیاں شروع ہو گئیں بزرگی کا اعتقاد رکھنے والوں نے اس بات کو حسن بن صباح کے باطنی تصرف پر محمول کیا اور امیر الجیوش سے حسن بن صباح کی رہائی کا پر زور مطالبہ کیا امیر الجیوش برافروختہ ہوا اور اس نے مارے غصے کے حسن بن صباح کو قلعہ سے نکال کر چند عیسائیوں کے ہمراہ افریقہ جانے والے ایک جہاز پر سوار کر دیا تا کہ وہ ہزاروں میل افریقہ کے گھنے جنگلوں میں بھٹکتا پھرے مگر حسن بن صباح کے شر سے تاریخ کو آلودہ ہونا بھی لوح محفوظ پر درج تھا چنانچہ جہاز کو زبردست سمندری طوفان نے گھیر لیا تمام مسافر حواس باختہ ہو گئے بظاہر بچاؤ کی کوئی تدبیر نہ تھی سب ہی انتہائی سراسیمگی کی حالت میں موت کا انتظار کرنے لگے یہ موقع حسن بن صباح کیلئے انتہائی غنیمت بلکہ قیمتی تھا اس نے سوچا کہ اگر ابھی میں جہاز کے بچ جانے کی پیش گوئی کر دوں تو جہاز غرق ہو جانے کی صورت میں کوئی پیش گوئی کو غلط ثابت کرنے والا زندہ ہی نہ بچے گا لیکن اگر اتفاق سے جہاز بچ نکلا تو میری روحانی قوت اور بزرگی کی دھاک بیٹھ جائے گی لہذا اس نے فوراً ہی ایک ناٹک رچانے کا منصوبہ بنایا اور بہت ہی اطمینان کے ساتھ ایک کونے میں عبادت کیلئے بیٹھ گیا لوگوں نے فوراً ہی اس کی خوشامد شروع کی کہ وہ طوفان سے بچنے کیلئے خدا کے حضور دعا گزار ہو حسن بن صباح نے ذرا دیر عبادت کا سوانگ رچایا اور پھر فوراً ہی جہاز کی سلامتی کیلئے پیش گوئی کر دی ذرا دیر نہ گزری تھی کہ طوفان تھم گیا جہاز میں سوار مسافر اور کپتان حسن بن صباح کے گرویدہ ہو گئے اور اسکی خدمتوں میں مصروف ہو گئے جہاز کے کپتان نے حسن بن صباح کی خواہش کے عین مطابق اسے افریقہ کی بجائے شام کے ساحل پر ہی اتار دیا حسن بن صباح اپنی ذہانت اور مکاری پر خوش ہوتا ہوا جہاز سے اترا اور حلب، بغداد، خوزستان سے ہوتا ہوا نہایت اطمینان کے ساتھ اصفہان جا پہنچا اور ان تمام شہروں میں وہ اسماعیلی مذہب کی تبلیغ کرتا ہوا گزرا۔

حسن بن صباح کی تبلیغ سے باطنی فرقہ کو جو بظاہر اسماعیلی تھا سب سے زیادہ فروغ حاصل ہوا اور دیکھتے دیکھتے اس باطنی فرقے نے ملک کے طول و عرض میں اپنی جڑیں مضبوط کر لیں۔ باطنیوں نے بہت بڑی تعداد میں مختلف قلعوں پر قبضہ کیا اور تجارتی قافلوں کو دن دھاڑے لوٹنا شروع کیا اور دولت سے اپنی تجوریاں بھرنا شروع کر دیں قلعوں پر قبضہ کرنے اور ان کے اندر محصور ہونے کی وجہ سے باطنیہ فرقے کے لٹیروں اور اس کے سردار حسن بن صباح کو حراست میں لینا ایک کارِ دشوار تھا ادھر حسن کی شر انگیزیاں بڑھتی ہی جا رہی تھیں مال و دولت کا حصول اب اسکے لئے مشکل نہ رہا تھا لہذا اس نے نظام الملک طوسی اور سلطان ملک شاہ کے خلاف انتقامی منصوبہ تیار کرنا شروع کیا مگر وہ کوئی ایسا کچا کام کرنا نہیں چاہتا تھا جس سے کہ نظام الملک طوسی اور سلطان شاہ بچ نکلیں اس کے ساتھ ہی وہ اپنے جانثاروں کی ایک ایسی فوج بنانا چاہتا تھا جو اس کے ایک اشارے پر اپنی جان قربان کرنے کیلئے تیار رہے مگر جان کو قربان کر دینے کا کام کوئی محض عقیدت میں نہیں کر سکتا تھا لہذا حسن نے اس مقصد کیلئے ایک زیادہ مؤثر طریقہ استعمال کرنے کا ایک نہایت قیمتی مہنگا اور خطرناک منصوبہ بنایا اس کی رازداری کا ہر طرح سے خیال رکھا۔

حسن بن صباح کے جانباز روزانہ درس کیلئے اس کے سامنے حاضر ہوتے اور وہ انہیں مختلف مشقیں

کرواتا اور ان سے یہ کہلواتا کہ وہ (حسن بن صباح) الشیخ الجبل ہے اور تمام دنیا کا مالک اور دنیا میں بڑا قادر اور متصرف ہے۔ جانباز اسکی تعلیمات پر عمل کرتے اور اسکے الفاظ دہراتے حسن بن صباح در پردہ قلعہ الموت جس پر وہ قابض ہو چکا تھا کے ارد گرد نظر فریب مرغزاروں اور جاں بخش نزہت گاہوں میں نہایت خوبصورت محلوں کی تعمیر شروع کروا دی محلوں میں انتہائی دلکش باغات خوشبودار پھولوں کی روشیں برج اور کوٹھیاں بنوائیں اور ہر قسم کے میوہ دار درخت لگوائے نیز چینی کے خوبصورت نفیس ظروف بلوری طلائی اور نقرئی سامان بیش قیمت فرش اور یونان کے اسباب تعیشات کے پُرتکلف سامان خورد و نوش، چنگ و چغانہ، نغمہ سرور وافر مقدار اور تعداد میں مہیا کروایا۔ جنت کی دیواروں پر نقش و نگار کا نہایت نازک کام ہوا یا نلوں کے ذریعے سے محلات میں پانی، دودھ، شراب اور شہد پہنچایا جاتا تھا اور سب سے بڑھکر یہ کہ ان سب لذائذ و نعائم کے علاوہ دل بہلانے کیلئے پری تمثال کمسن نازنینیں موجود تھیں ان ماہ وشوں کی سادگی وضع اور ان کے حسن و جمال کی دلربائی معاً دیکھنے والے کو یہ یقین دلاتی تھی کہ یہ کام سفلی عالم کے نہیں بلکہ کسی اور ہی عالم کے نورانی پیکر ہیں حوروں کے اس اہتمام کے ساتھ ہی "غلمان" کا بھی خاطر خواہ بندوبست کیا گیا اور کوشش یہ کی گئی کہ تمام کام انتہائی رازداری کے ساتھ مکمل طور پر خفیہ ہو حوروں اور غلمان کو اس بہشت سے باہر جانے کی ہرگز اجازت نہ تھی --- اور جو چیزیں باہر سے اندر لائی جاتی تھیں وہ اس انتظام سے آتیں کہ ان پر دنیاوی گمان کی بجائے اخروی گمان گزرے شہد اور دودھ کی نہریں اور نلوں میں شراب کی روانی اسکی ایک ادنی سی مثال تھی اب حسن بن صباح نے اپنی جماعت کو تین بڑے گروہوں میں تقسیم کیا ایک داعی دوسرے رفیق تیسرے فدائی۔ داعیوں کا کام دور دراز ممالک میں جا کر خفیہ لوگوں کو انتہائی رازداری کے ساتھ اپنے مذہب کی دعوت دینا تھا جبکہ رفیق وہ لوگ تھے جنہیں حسن بن صباح کے دوست اور معتقد ہونے کا "اعزاز" حاصل تھا یہ وہ لوگ تھے جو ہر طرح سے حسن بن صباح کے تمام کاموں کو رازداری میں رکھتے تھے اور اسے بہترین مشورے دیتے تھے تیسرے نمبر پر جو گروہ تھا وہ "فدائیوں" کا تھا اور حقیقت میں وہ ہی گروہ تھا جنکی کارکردگی اور جنکی سرگرمیوں کی بنا پر حسن بن صباح کی نام نہاد دکان خوب چمک رہی تھی اور طریقہ کار اس کار شیطانی کا یہ تھا کہ حسن بن صباح علاقہ طالقان کے خوبصورت تندرست جوان اور قوی ہیکل نوجوانوں کو جو جاہل اور سادہ لوح بھی ہوتے تھے۔ فدائیوں کی جماعت میں بھرتی کرتا اور انھیں ایک مخصوص پوشاک پہننے کو دیتا یعنی سفید پوشاک سرخ دستار اور کمربند ہاتھ میں تیر اور کمر میں چھری۔ لفظ فدائی کی مناسبت سے ان کا کام بھی صرف حسن بن صباح کی آنکھ کے ایک اشارے پر اپنی جان قربان کر دینا تھا حسن بن صباح ملک کے مشہور و معروف افراد کو ان افراد کے ذریعے قتل کرواتا تھا اور بڑی دلچسپ بات یہ ہے کہ حسن بن صباح ہی وہ شخص ہے جس نے پہلی مرتبہ حشیش کو استعمال کیا اور ان فدائیوں کو جب وہ "امیدواری" کا دور ختم کر لیتے تھے حشیش کے ذریعے بیہوش کر کے "جنت" میں بھجوا دیتا تھا جہاں آنکھ کھلتے ہی وہ خود کو ہوش ربا حوروں کی آغوش میں پاتے وہ اسے بتاتیں کہ حسن بن صباح کی پیروی اور فرمانبرداری کے صلے میں تمھیں یہ جنت عطا کی گئی ہے اب وہ "فدائی" جسکی ساری زندگی سختی جفاکشی اور غربت میں گزرتی ہے وہ اس جنت میں بہترین کھانے کھاتا ہے ارغوانی کے جام بے جام لنڈھاتا اور انتہائی حسین و جمیل کمسن حوروں کی صحبت سے فیض اٹھاتا اور بیش قیمت میوہ جات سے لطف اٹھاتا تو اسے وہ زندگی واقعی آخرت کی جنت محسوس ہوتی اور کسی بھی لمحے پر اسے ہرگز یہ احساس نہیں ہوتا کہ یہ دنیاوی زندگی کی ہی ایک شکل ہے اسی طرح سے ہفتہ عشرہ گزر

جاتا اور ایک روز وہی حسینہ یعنی حور اسے اپنی محبت کا یقین دلا کر خود اپنے دست نازک سے ایک ادائے کافرانہ کے ساتھ اسے حشیش کا ایک اور جام پلا کر بے ہوش کر دیتی اور بہشت کے خصوصی ملازمین "غلمان" اس فدائی کو اٹھا کر دوبارہ شیخ الجبل کی قدموں میں لا ڈالتے اور جب اسکی آنکھ کھلتی تب اسے ہوش آتا کہ وہ جنت اس سے چھن چکی ہے لہٰذا وہ دوبارہ وہاں جانے کیلئے بے قرار ہو اٹھتا اور اپنے آقا کے قدموں سے لپٹ کر زار زار روتا کہ حضور مجھے دوبارہ اسی جنت میں بھجوا دیں اب حسن بن صباح کا وہ کام یا منصوبہ شروع ہوتا جسکے لئے اس نے بیش قیمت جنت تعمیر کروائی تھی یعنی اب وہ اس فدائی سے کہتا کہ اگر تو واپس اسی جنت میں جانا چاہتا ہے تو جا اور فلاں شخص کو بے دریغ و بلا جھجک چھرا گھونپ دے اور خود بھی قتل ہو جا وہ فدائی جسے یہ یقین کامل ہوتا ہے کہ وہ اپنے خدا (نعوذ باللہ) کے حکم کی تعمیل کے بعد سیدھا جنت میں جانے گا بے خطر مذکورہ شخص کو قتل کر ڈالتا ہے اور خود کو موقع پر ہی ہلاک کر ڈالتا ایسے ہی لوگوں کو بعد میں تاریخ نے "حشیشین" کے نام سے یاد کیا اور پھر یہی لفظ انگریزی میں اسیسن (ASSASSIN) قاتل فریب یا دغا سے مار ڈالنے والا بن گیا۔

جنت کی مسرتیں اور حوروں کی ہم نشینی کسی بھی فدائی کے دل و دماغ سے نکالے نہیں نکلتی اور وہ انہی خوشگوار یادوں کو سینے میں دبائے اور وفور شوق سے بے حال ہوتے ہوئے تمام تر جانفشانی کی ساتھ شیخ الجبل (حسن بن صباح) کے ہر حکم کی تعمیل کرتے اور بڑے سے بڑے خطرے میں گھس جانے سے گریز نہ کرتے عموماً فدائیوں کا طریقہ کار یہ ہوتا تھا کہ وہ پہلے بھیس بدلتے اور مختلف سوانگ بھر کے اس شخص سے آشنائی پیدا کرتے اور پھر موقع ملتے ہی انتہائی سفاکی سے اسے مار ڈالتے ان ہی فدائیوں کی جانثاری سے ملک اور ملک کے باہر دوسرے سلاطین کے امراء تھر تھر کانپا کرتے تھے تاریخ بتاتی ہے کہ حسن بن صباح کے خاص حکم پر فدائیوں کو تیلی کا گوشت کھلایا جاتا تھا تاکہ انکے خون میں تیلی کا سا غیض و غضب اور حملہ آوری جان کے در پے ہو جانے کی خصوصیت سرائیت کر جانے اور فدائی جب کسی پر حملہ کرتے تو انکی حالت میں کسی خونخوار بلی جیسی ہوتی اور آنکھوں سے بے رحمی و سفاکی نکلنے لگتی، اسی طرح سے "رفیقوں" کو شہد بادام اور کلونجی کا ناشتہ کرایا جاتا اور خون کو خوب گرما دینے والی اشیاء کھلا کر کسی مشن پر بھیجا جاتا رفیقوں اور فدائیوں میں فرق یہ تھا کہ جہاں باضابطہ معرکہ ... ن ہو وہاں رفیق جاتا اور جہاں کسی سلطنت کے امیر یا بادشاہ کا قتل کرنا ہو وہاں دھوکے سے مار ڈالنے والے فدائی (حشیش، اسیسن، ASSASSIN) جاتے اور انہیں دھوکے سے مار ڈالتے۔

---*--*--*--*---

دربار گو کہ شاہی نہ تھا مگر اسکی سجاوٹ اسکی شان و شوکت اور اسکا رعب و دبدبہ شاہی دربار کو بھی بہت پیچھے چھوڑ چکا تھا مختلف لوگوں کے مقدمے حسن بن صباح کی خدمت میں پیش ہونے کے منتظر تھے فدائیوں کی ایک جماعت حسن بن صباح کی پشت پر صف بستہ تھی کنیزیں مؤدب سر جھکائے خداوند عالم کی جنبش ابرو کی منتظر کھڑی تھیں دربار میں خاموشی طاری تھی حسن بن صباح نے درباری کاروائی کا آغاز کیا ہی تھا کہ ایک فدائی آگے بڑھا اور پہلے سینے پر ہاتھ رکھ کر اسکے سامنے جھکا اور مؤدب کھڑے ہو کر عرض کیا۔ یا شیخ الجبل سلطان ملک شاہ اور نظام الملک طوسی کا خصوصی ایلچی شرف باریابی چاہتا ہے اور بڑی دیر سے دربار سے باہر منتظر ہے ایک لمحے کیلئے حسن بن صباح بھونچکا رہ گیا اسے اپنے کانوں پر یقین نہ آتا تھا کتاب ماضی کا ایک پرانا ورق پھڑ پھڑاتا ہوا اسکے سامنے آ گرا تھا اس کے لبوں پر ایک زہر خند مسکراہٹ ابھری اور وہ اپنی مسند سے اپنی بیش قیمت عبا کو سنبھالتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔۔۔۔ (جاری ہے)

زمین پر پیدا ہونے والے ہر آدمی کے اندر بیک وقت دو صلاحیتیں کام کرتی ہیں۔ ایک صلاحیت آدمی کو زمین کے اندر قید رکھتی ہے اور دوسری صلاحیت آدمی کو ماورائی دنیا میں لے جاتی ہے۔ زمین پر محدود رہنے والی صلاحیت معاشرہ اور والدین سے منتقل ہوتی ہے۔ اور ماورائی دنیا میں سفر کا ذریعہ بننے والی صلاحیت روح سے تعلق رکھتی ہے۔ ماورائی دنیا کے عنوان سے ہم ہر ماہ روحانی ڈائجسٹ میں "بیدار روح" خواتین و حضرات کی کیفیات شائع کرتے ہیں۔ اس تجربے میں آپ بھی شریک ہو سکتے ہیں۔

20 اگست۔ آج طبیعت بڑی مضطرب تھی اس لئے مراقبہ نہیں ہو سکا۔ رات خواب میں دیکھا میں میری باجی، ان کی ایک دوست اور ایک بچہ ہم چاروں ایک کشتی میں سوار سمندر میں سفر کر رہے ہیں اور ہم چاروں بے حد خوف زدہ ہیں۔

21۔22۔23 اگست۔ کوئی خاص بات مراقبہ کے دوران مشاہدے میں نہیں آئی۔ خواب یاد نہیں رہے۔

24 اگست۔ مراقبہ کیا لیکن کوئی خاص بات مشاہدے میں نہیں آئی البتہ رات خواب میں دیکھا کہ میں ایک بچی کے اوپر اتر گئی ہوں اس نے مجھے چھت کے اوپر سے نیچے پھینک دیا جس سے میری آنکھ کھل گئی۔ اسی رات دوسرا خواب دیکھا کہ کچھ رشتہ دار عورتیں ہمارے گھر رہنے کے لئے آئی ہیں ہم سب گھر والے ان سے بیزار ہیں۔ ہر شخص خود بخود غائب ہو جاتا ہے اور پھر آ موجود ہوتا ہے۔

25 اگست۔ مراقبہ کیا لیکن کوئی خاص بات مشاہدہ میں نہیں آئی۔ رات خواب میں دیکھا کہ میں بیمار ہوں۔ گھر میں صفائی ہو رہی ہے لیکن اس صفائی میں میں نے کوئی حصہ نہیں لیا۔

یکم ستمبر۔ مراقبہ کے دوران مختلف طرح کے دائرے چلتے ہوئے نظر آئے۔ ہر چیز چمکتی ہوئی نظر آئی۔ خواب میں کچھ لوگوں کو کمالات دکھاتے ہوئے دیکھا۔ میں اپنی امی اور بہنوں کے ہمراہ ان کے کمالات دیکھ رہی ہوں۔ میری بڑی بہن ان کے کمالات سے بڑی متاثر نظر آ رہی ہیں اور ان لوگوں سے باتیں بھی کر رہی ہیں۔

2 ستمبر۔ کوئی خاص بات مشاہدے میں نہیں آئی اور خواب بھی یاد نہیں۔

11۔12 ستمبر۔ مراقبہ کیا لیکن کوئی خاص بات مشاہدے میں نہیں آئی۔ خواب میں دیکھا کہ ایک لڑکی کسی حادثے کا شکار بڑی بُری حالت میں ہے۔ لوگ مجھے اس کی مدد سے باز رکھنا چاہتے ہیں لیکن اُس کے برخلاف میں نے اس لڑکی کی مدد کی یہ سب کچھ ہسپتال میں ہو رہا ہے لیکن ہسپتال واضح طور پر نظر نہیں آ رہا ہے۔

13۔14۔15 ستمبر۔ تین دن سے خواب میں مسلسل کسی نہ کسی حوالے سے خواب نظر آ رہے ہیں۔ آنکھوں کے سامنے عموماً روشنی کے دائرے حرکت کرتے

سونے نظر آتے ہیں اکثر رات کو آسمان پر روشنی کی لکیریں نظر آتی ہیں۔

16 ستمبر۔ دیکھا کہ میں اپنی بہنوں اور سہیلیوں کے ساتھ کہیں جا رہی ہوں۔ راستے میں ایک قبرستان ہے ادھر ایک قبر میں سے سانسوں کی آواز آ رہی ہے۔ معلوم ہوا کہ اس میں سے مردہ نکلنے والا ہے۔ جس راستے سے ہم جا رہے تھے اس راستے پر ایک لڑکی بھاگ رہی ہے۔ ہم نے بھی بھاگنا شروع کر دیا۔ کچھ دور گئے تھے کہ دیکھا وہ لڑکی کچھ بچوں کو سوئیاں چبھو رہی ہے ہم نے بھی یہی عمل شروع کر دیا۔ پھر دیکھا کہ گھر پہنچنے پر جو بچے ہمارے پاس ٹیوشن پڑھتے ہیں ان کے ابو ہم سے طرح طرح کے سوالات کر رہے ہیں۔ اس بات سے ہم بہت خوش ہوئے کہ چلو اپنے بچے پر توجہ تو دی۔

17 ستمبر۔ دیکھا کہ کسی کی لاش آئی ہے میں سمجھ گئی کہ ہنگامہ ہوا ہے۔ اور اب مزید ہنگامہ ہوگا۔ میں نے جلدی سے اپنے چھوٹے بھائی کو ساتھ لیا اور گھر روانہ ہوئی۔ راستے میں مزار قائد اعظم دیکھا جس کی کھدائی ہو رہی تھی۔ کہ اس کی از سر نو تعمیر ہوگی۔ راستے میں ایک بہت خوبصورت بازار دیکھا ایک بہترین ہوٹل میں بہترین قسم کے لوگوں کے ساتھ کھانا کھایا اور خوب سیر و تفریح کی پورے خواب میں اندھیرا تھا۔

21 ستمبر۔ دیکھا کہ میں کسی کی عیادت کے لئے گئی ہوئی ہوں۔ واپسی پر پرانے دوستوں سے ملاقات ہو گئی ایک دوست کی گھڑی مجھے اچھی لگی۔ تو میں نے وہ اس سے لیکر اپنے ہاتھ میں باندھ لی۔ لیکن پھر واپس کر دی۔

24 ستمبر۔ مراقبہ میں دیکھا کہ ایک بڑی خوبصورت مسجد ہے رات کا وقت ہے۔ مسجد کے اوپر آسمان پر چاند پوری چاندنی کے ساتھ چمک رہا ہے۔ بڑا خوب صورت منظر ہے اتنے میں ایک بادل کا ٹکڑا ایک طرف سے آیا اور [illegible] کے اوپر آکر ٹوٹ کر ادھر ادھر بکھر گیا۔ پھر اس میں سے ایک پرندہ اڑتا ہوا آیا اور ایک [illegible] کو

اس بیسویں صدی میں جبکہ مسلمان عملی طور پر اپنے مذہب سے بالکل غافل ہیں اور پیغام الٰہی پر سرسری ڈالنے سے بھی گریز کرتے ہیں۔ انھیں جب کسی مشکل یا کٹھن کام کا سامنا ہوتا ہے تو وہ اس پیغام الٰہی کی طرف رجوع ہوتے ہیں تو ان کو ساحلِ مراد پر ضرور پہنچا تا ہے۔

بیٹھ گیا۔

25-26 ستمبر۔ دیکھا کہ عید کا دن ہے۔ میں دو بہنوں کے ساتھ باہر تفریح کی غرض سے نکلی ہوں ہم اپنی ایک دوست کے گھر گئے وہاں کسی نے ہم پر توجہ نہیں دی، تو ہم ناراض ہو کر واپس آنے لگے تو انہوں نے ہمیں زبردستی روک لیا اور زبردستی کچھ کھلایا پلایا پھر ہم سے باتیں کرنے لگے۔ پھر ہم نے نماز پڑھی لیکن ان کی نماز اور طریقے کی تھی۔ مجھے بڑی حیرت ہوئی کہ یہ کس مسلک سے تعلق رکھتی ہیں۔ پھر سوچا کہ کہیں ہماری اپنی ہی نماز غلط نہ ہو۔

17 اکتوبر۔ دیکھا کہ سخت بارش ہو رہی ہے۔ لوگ سروں سروں تک پانی میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ لیکن میں بالکل محفوظ ہوں میں اپنی بہنوں کے ساتھ ایک استاد کا گھر تلاش کرتے ہوئے پہنچی انہوں نے ہماری بڑی عزت کی سامنے مسجد نظر آئی میں نے اندر جا کر نماز ادا کی۔

21 اکتوبر۔ دیکھا کہ میری ایک عزیزہ خاتون نے بیک وقت تین بچوں کو جنم دیا ہے دو لڑکیاں ہیں اور ایک لڑکا۔ میں نے سوچا کہ وہ اتنے سارے بچوں کی پرورش کس طرح کریں گی میری امی ان بچوں کے لئے کپڑے تیار کر رہی ہیں۔ تھوڑی دیر بعد میں نے دیکھا کہ میں ان بچوں کو پیار کر رہی ہوں۔

ہدایت۔ آپ کے لئے ضروری ہے کہ آپ ۲۴ گھنٹے میں چھ گھنٹے ضرور سوئیں نیند پوری ہونے سے کیفیات میں گہرائی آجائے گی

سنہرے باب

قارئین روحانی ڈائجسٹ کے لئے یہ تحفۂ خاص ان مختلف برگزیدہ ہستیوں کے اُن واقعات پر مشتمل ہے جنھیں ہم بجا طور پر تاریخ کے "سنہرے باب" کہہ سکتے ہیں اور روحانی تعلیم و تربیت کے لئے ان واقعات کو مشعلِ راہ بھی بنا سکتے ہیں۔ ادارہ اس سلسلے میں قارئین کو دعوت دیتا ہے کہ وہ ہمیں ایسے واقعات ارسال کر سکتے ہیں جو کہ مستند کتابوں کے حوالوں کے ساتھ ہوں۔

حضرت خواجہ ناصر الدین عبید اللہ احرار رحمتہ اللہ علیہ کے مریدین میں سے ایک مرید بیان فرماتے ہیں کہ سمرقند میں میرا ایک غلام غائب ہو گیا۔ اس غلام کے سوا میرا مال و متاع اور کچھ نہ تھا۔ چار ماہ تک میں اس کی تلاش میں رہا۔ سمرقند کے ارد گرد تمام جگہ گھوما۔ صحرا اور پہاڑ میں پھرتا رہا مگر کہیں اس کا نشان تک نہ ملتا تھا۔ اس پریشان کن حالات میں ناگاہ حضرت احرار مجھے صحرا میں مل گئے آپ کے ساتھ آپ کے مرید بھی تھے۔ میں نے حالت اضطراب میں آپ کے گھوڑے کی لگام تھام لی اور نیاز مندی سے اپنا حال بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ ہم تو سادہ لوح آدمی ہیں۔ ایسی باتوں کا علم نہیں ہے۔ میں نے سنا ہوا تھا کہ اولیاء اللہ ایسا تصرف فرمایا کرتے ہیں کہ غائب سے آگاہی فرما دیتے ہیں۔ اسلئے میں نے اصرار کیا اور گھوڑے کی لگام نہ چھوڑی۔ جب آپ نے کوئی چارہ نہ دیکھا تو ایک لحظہ سکوت فرمایا اور پوچھا کہ یہ گاؤں جو نظر آ رہا ہے کیا اس میں بھی تم نے تلاش کیا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ میں تو بارہا اس میں گیا ہوں مگر محرومی کا منہ دیکھنا پڑا۔ آپ نے فرمایا پھر تلاش کرو یہ ضرور ملے گا۔ یہ کہہ کر آپ نے گھوڑے کو تیز تر دوڑایا جب میں اس گاؤں کے قریب پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اس غلام نے پانی کا گھڑا بھرا ہوا آگے رکھا ہے اور خشک جگہ پر حیران کھڑا ہے۔ جب میری نظر اس پر پڑی تو میں نے بے اختیار نعرہ مار کر کہا۔ اے غلام! تو اس عرصہ میں کہاں رہا۔ اس نے کہا کہ میں آپ کے گھر سے نکلا تو ایک شخص مجھ کو بہکا کر خوارزم لے گیا ہے اور وہاں مجھے ایک شخص کے ہاتھ فروخت کر دیا ہے۔ میں اس شخص کی خدمت میں تھا۔ آج اس کے ہاں ایک مہمان آیا ہے۔ اس نے مجھ سے کہا کہ پانی کا گھڑا بھر لاؤ تاکہ کھانا تیار کریں۔ میں گھڑا اٹھا کر [illegible] سے

پر پہنچا اور پانی سے بھر لیا۔ جب میں نے پانی سے نکالا تو اپنے آپ کو میں نے یہاں حاضر پایا۔ مجھے معلوم نہیں کہ میں یہ معاملہ بیداری میں دیکھ رہا ہوں یا خواب میں۔ حضرت خواجہ کا یہ تصرف دیکھ کر میرا حال بدل گیا۔ میں نے غلام کو آزاد کر دیا اور خود کو حضرت خواجہ کا غلام بنا دیا۔

حضرت مولانا خواجگی امکنگی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں تین طالب علم مختلف اداروں سے آئے۔ ایک نے نیت کی کہ اگر مولانا فلاں قسم کا کھانا کھلائیں تو بے شک صاحب کرامت ہیں۔ دوسرے نے دل میں سوچا کہ اگر فلاں قسم کا میوہ مولانا عطا فرمائیں تو میں آپ کو ولی اللہ سمجھوں۔ تیسرے نے خیال کیا کہ اگر مولانا فلاں خوبصورت لڑکے کو مجلس میں حاضر کر دیں تو صاحب کرامت مانوں۔ مولانا نے پہلے دو کو ان کے خیال کے مطابق کھانا اور میوہ عطا کیا۔ اور تیسرے سے فرمایا کہ درویشوں نے جو کمالات حاصل کئے ہیں وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع سے کئے ہیں لہٰذا ان سے کوئی بھی کام خلاف شریعت صادر نہیں ہوتا۔ اس کے بعد تینوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ امر مباح کی نیت سے کبھی درویشوں کے پاس نہیں آنا چاہیے۔ کیونکہ بسا اوقات وہ اپنے کاموں کی طرف توجہ نہیں دیتے اور آنے والے بد اعتقاد ہو کر ان کی صحبت کی برکات سے خالی رہ جاتے ہیں۔ فقراء کے ہاں کرامتوں کا کوئی اعتبار نہیں ان کے پاس صرف اللہ کی رضا کیلئے ہی آنا چاہیے تاکہ فیض باطنی سے کچھ حصہ مل سکے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ تعالیٰ کا ایک مرید جس کا نام رحمت اللہ تھا خاندان سادات سے تعلق رکھتا تھا۔ نے بیان کیا کہ میں اور دو تین درویش اطراف ملک دکن میں ایک صحرا میں جا رہے تھے کہ راستے میں ایک بت خانہ نظر آیا۔ میں نے حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ تعالیٰ سے سنا ہوا تھا کہ مسلمان سے بتوں اور بت پرستوں کی توہین جس قدر ہو سکے۔ اس میں کوتاہی نہ کرنی چاہیے کیونکہ اس سے غازی فی سبیل اللہ کا ثواب ملتا ہے۔ میں نے حضرت مجدد کی نصیحت پر کاربند ہو کر اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اس صحرا میں کوئی اس بت خانہ کا نگہبان نظر نہیں آتا تو اس بت خانہ کو نیست و نابود کر دیں۔ چنانچہ ہم نے ایک بت توڑ دیا اور دوسروں کو توڑنے پھوڑنے کیلئے تیاری کر لی۔ اس اثناء میں ہندو کاشت کاروں میں سے ایک شخص نے دور سے صحرا میں بت خانہ کا یہ حال دیکھ لیا۔ وہ دوڑ کر گاؤں والوں کے پاس گیا اور ان سے یہ ماجرا کہہ سنایا۔ ہم نے اچانک دیکھا کہ ایک ہزار بت پرست لاٹھیاں پتھر اور ہتھیار لئے بڑے غیض و غضب کی حالت میں ہماری طرف آ رہے ہیں۔ مجھ پر اور میرے ساتھیوں پر حیرت و دہشت نے غلبہ کیا۔ بھاگ جانا بھی دشوار تھا ہم نے شہید ہونے کی ٹھان لی۔ اس حال میں حضرت شیخ کی طرف متوجہ ہوا اور عرض کیا:

"اے اللہ کے مقبول بندے! ہم نے آپ کی نصیحت پر کاربند ہو کر یہ کام کیا تھا۔ ہمیں کفار کے ہاتھ سے چھڑائیے۔"

اس عاجزانہ پکار میں میرے کان میں حضرت مجدد کی یہ آواز آئی:

"اطمینان رکھو۔ تمہاری حفاظت کیلئے ابھی اسلام کا لشکر بھیج رہا ہوں۔"

میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ عجب معاملہ ہے حضرت مجدد کی یہ آواز تو میرے کان میں آ گئی مگر لشکر کب آئے گا کفار تو آ پہنچے۔ ایک تیر کا فاصلہ رہ گیا تھا کہ اچانک ٹیلہ پر سے تیس چالیس سوار ہماری طرف گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے نظر آئے جب کافروں نے سواروں کو دیکھا تو پیچھے ہٹ گئے سواروں نے ان میں سے بعض کو تازیانے لگائے اور بعض کو ڈانٹ پلائی اور ہم کو اپنی حمایت میں ہمراہ لے لیا۔ معلوم ہوا کہ وہ سوار مسلمان تھے جو اس کے نواح کے ایک گاؤں میں کسی تقریب پر آئے ہوئے تھے۔ جب وہ کفار

قتل کے ارادے سے آئے تھے تو ان کے گاؤں کے ایک مسلمان نے اس گاؤں میں جہاں سوار تھے خبر کر دی تھی۔ لہٰذا وہ فوراً موقع پر پہنچ گئے اور ہم کو چھڑا لیا اس میں کسی قسم کا بھی شبہ نہیں۔ یہ واقعی حضرت مجدد کا تصرف تھا۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کا ایک مخلص مرید جس کا نام محمد صادق تھا کابلی کے نام سے مشہور تھا۔ مرض جذام میں گرفتار ہو گیا۔ یار دوست تمام کے تمام پیچھے ہٹ گئے۔ یہاں تک کہ ایک خاص دوست نے کسی ایک محفل میں اس کے ساتھ علانیہ انکار کر دیا۔ نہایت غمگین ہوا اور حضرت مجدد سے توجہ کی درخواست کی۔ آپ مرض ذی فعیہ کی طرف متوجہ ہوئے اور آپ نے مرض کو اپنے اوپر لے لیا چنانچہ اس کا اثر مریض کے بدن سے آپ کے پاؤں مبارک پر منتقل ہو گیا۔ اس سے اگرچہ مخلصوں کی عقیدت میں زیادتی ہو گئی مگر حضرت مجدد پر مرض کے منتقل ہونے سے سب بے چین ہو گئے۔ جب حضرت مجدد نے صاحبزادوں اور یاروں دوستوں کی پریشانی دیکھی تو دعا کی کہ یہ مرض آپ سے بھی دور ہو جائے۔ چنانچہ اللہ کے فضل و کرم سے وہ بیماری آپ سے بھی جاتی رہی اور سب نے خدا کا شکر ادا کیا۔

حضرت خواجہ علاؤالدین عطار رحمتہ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمتہ اللہ علیہ درویشوں کی جماعت کے ساتھ ایک درویش کے حجرے میں تھے۔ کچھ درویش حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ کے اشارے سے دستر خوان لینے کیلئے نکلے اور دو فریق ہو گئے۔ ایک فریق بازار صرافاں کی طرف روانہ ہوا۔ انہوں نے حضرت خواجہ کو چوک میں دیکھا اور وہی خیال کیا جو فریق اول نے کیا تھا۔ بعد ازاں وہ اخی محمد دراہنی سے بازار میں ملے اور اپنا قصہ اس سے بیان کیا۔ اس نے کہا کہ میں نے ابھی حضرت خواجہ کو فلاں جگہ دیکھا ہے کہ ایک طرف کو تشریف لے جا رہے ہیں۔ یہ سن کر درویش حیران ہوئے کہ حضرت خواجہ سے کہاں جا کر ملیں۔ اسی فکر میں تھے کہ ایک درویش آیا اور اس نے کہا کہ حضرت خواجہ فرماتے ہیں کہ ہمارے ملنے والوں نے کس لئے اتنی دیر لگائی۔ انہوں نے تمام قصہ اس درویش سے بیان کیا اس نے کہا کہ جس وقت سے تم حجرے سے نکلے ہو صاحب حجرہ اور میں حضرت خواجہ کی خدمت میں رہے ہیں آپ حجرے سے باہر نہیں نکلے۔ اس وقت آپ نے مجھے تمہارے پیچھے بھیجا ہے۔ اصحاب حیران ہوئے اور اسی حالت میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے کیفیت دریافت کی اور اپنا قصہ بیان کیا۔ آپ نے تبسم فرمایا اور صاحب حجرہ یہ سن کر بہت رویا۔ اسی وقت آپ نے فرمایا کہ ایک دفعہ ماہ رمضان المبارک کی شام کو حضرت عزیزاں رحمتہ اللہ علیہ کی تیرہ جگہ دعوت ہوئی آپ نے قبول فرمائی۔ اور آپ تمام دعوتوں میں تشریف فرما تھے اور اپنے مقام پر بھی تشریف فرما تھے۔ (اولیاء رحمن کو اللہ کریم نے یہ قوت بخشی ہے کہ بعض دفعہ وہ ایک وقت میں متعدد جگہ حاضر ہوتے ہیں۔)

ایک درویش نے بیان کیا کہ حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ گھر میں تشریف لائے مجھے آپ کے آنے کی بڑی خوشی ہوئی اس وقت گھر میں آٹا نہ تھا۔ میں اسی وقت آٹے کی بوری لے آیا۔ حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اسی آٹے کو خرچ کرتے رہے مگر اس کی کمی بیشی کا حال کسی سے ذکر نہ کرنا۔ حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ دو ماہ تک میرے گھر میں رہے۔ ہر روز دوست اور درویش آپ کی ملاقات کیلئے آتے تھے اور وہ بوری والا آٹا استعمال ہوتا رہا مگر وہ آٹا اسی طرح رہا۔ کسی قسم کی کوئی کمی نہ آئی۔ جب آپ تشریف لے گئے تو یہ آٹا مدت تک استعمال ہوتا رہا اور بوری اسی طرح آٹے سے بھری ہوئی تھی۔ بعد ازاں میں نے خلاف ارشاد حضرت خواجہ کا یہ قصہ اپنے بیوی بچوں سے ذکر کر دیا۔ پھر وہ برکت نہ رہی۔

خواتین کے لئے عظیم پیشکش

روحانی ڈائری

پانچ ہزار سال کی تاریخ میں ـــ پہلی کتاب

سیدہ سعیدہ خاتون عظیمی

برطانیہ میں سلسلۂ عظیمیہ کی سرپرست اعلیٰ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے
قلب کو اپنے نور سے بھر دیا ہے۔
روح کی آنکھ سے جو دیکھتی ہیں اُسے قلم بند کر لیتی ہیں۔

یہ حسین و جمیل کتاب دُنیائے عِلم و ادب، روحانیت، تصوف اور عالم غیب و شہود میں خواتین کا سر فخر سے اونچا کر دے گی۔

قیمت / ۲۵ روپے

مکتبہ روحانی ڈائجسٹ 1-K-13 ناظم آباد کراچی ۱۸ پوسٹ بکس ۲۲۱۳

سیرت النبی بعد از وصال النبی

قارئین کرام!

ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہم ایسے نبی کی اُمت میں پیدا ہوئے جو نہ صرف اپنی حیات میں رحمۃ العالمین کہلائے اور ثابت ہوئے بلکہ بعد از وصال بھی رحمتوں برکتوں اور نوازشوں کا سلسلہ جاری و ساری رہا اور ۱۴۰۰ سال گزر جانے کے باوجود ہنوز باقی ہے اور تاقیامت آپ کے فیض، رشد و ہدایت تعلیم و تلقین اور اظہار معجزات جاری و ساری رہیں گے۔

سیرت النبی بعد از وصال النبی ایک ایسی حقیقت ہے جس کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کیونکہ خود آپ کا ارشاد ہے ۔ " جس نے مجھے خواب میں دیکھا، مجھ ہی کو دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت اختیار نہیں کر سکتا۔" قارئین روحانی ڈائجسٹ کی روحانی تعلیم کے لئے ہم سیرت النبی کے وہ پہلو اجاگر کر رہے ہیں جو بعد از وصال ظہور پذیر ہوئے فی الوقت اس سلسلے میں چند تاریخی واقعات رقم کئے جا رہے ہیں مگر آئندہ ہماری کوشش ہوگی کہ ایسے خوش قسمت قارئین بھی اس میں حصہ لیں جنھیں زیارت نصیب ہوئی ہو وہ اپنے خواب ہمیں لکھ بھیجیں ۔ خوابوں کو تحریر کرنے میں انتہائی احتیاط لازم ہے کہ جھوٹے خواب گھڑنے والوں کا ٹھکانہ جہنم کو قرار دیا گیا ہے ۔

ہمیں اپنے معزز اور ذی فہم قارئین سے بھرپور تعاون کی امید ہے ۔

شہنشاہ جہانگیر کو ایک روز کسی نے عالم بیداری میں تخت سے اٹھا کر زمین پر پھینک دیا وہ پست زدہ ہو کر بیمار ہو گیا۔ ہر چند علاج کیا مگر مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ آخر ایک روز خواب میں دیکھا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ اے ظالم! تو نے مجدد اسلام اور امام وقت کو تکلیف دے رکھی ہے۔ یہ بیماری اسی وجہ سے ہے۔ اگر خیر چاہتا ہے تو ان سے دعا کرا۔ شہنشاہ نے بیدار ہوتے ہی حضرت مجدد الف ثانی کی رہائی کا حکم جاری کر دیا اور ایک عرضداشت جو خطائی معافی اور ملاقات سے مشرف ہونے کی استدعا پر مشتمل تھی اپنے ندیموں کے ہاتھ آپ کی خدمت میں پیش کی۔

ہوا دبدبہ شان مجدد کا ظہور
تہلکہ مچ گیا ایوان جہانگیری میں

ہو کے شرمندہ شہ ہند خطا سے اپنی
مدتوں غرق رہا ورطہ دلگیری میں

آپ نے جواب میں چند شرطیں پیش کیں جو بادشاہ نے منظور کر لیں۔ پھر آپ گوالیار سے رخصت ہوئے جہاں گرفتار تھے۔ ولی عہد شاہ جہاں اور وزیر اعظم آپ کے استقبال کیلئے حاضر ہوئے۔ آپ شاہی محل میں تشریف لے گئے اور دعا شروع کی۔ بادشاہ کو حکم دیا کہ اپنی خطا کو یاد کر کے گریہ وزاری اور الحاح کرتا رہے چنانچہ بہت جلد بادشاہ کو صحت ہو گئی۔ وہ آپ کے قدموں پر گر پڑا اور حلقہ ارادت میں داخل ہوا اور سجدہ دربار اور ایسی ہی دوسری تمام خرافات بالکل موقوف کرا دیں۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے ایک بار خوش ہو کر فرمایا کہ انشاء اللہ جہانگیر کو اپنے ساتھ جنت میں لے جاؤں گا۔

ربیع بن سلیمان فرماتے ہیں کہ میں ایک جماعت کے ساتھ حج کو جا رہا تھا۔ جب ہم کوفہ پہنچے تو ضروریات سفر خریدنے بازار گیا تو دیکھا کہ ویران سی جگہ میں ایک مردہ خچر پڑا ہے اور ایک عورت پھٹے پرانے کپڑے پہنے چاقو سے اس کا گوشت کاٹ کاٹ کر زنبیل میں رکھ رہی ہے۔ مجھے یہ خیال آیا کہ کہیں یہ بھٹیاری نہ ہو اور مردہ گوشت لوگوں کو کھلائے اس لئے چپکے سے اس کے پیچھے ہو لیا۔ وہ عورت ایک مکان کے دروازے پر پہنچی اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ دروازہ کھلا اور چار لڑکیاں جن کے چہروں سے بدحالی اور مصیبت ٹپک رہی تھی نظر آئیں۔ عورت اندر چلی گئی۔ میں نے کواڑوں کی درزوں میں سے اندر جھانک کر دیکھا تو مکان کی بری حالت تھی اور اس میں کچھ سامان نہ تھا۔ اس عورت نے روتے ہوئے لڑکیوں کو آواز دی کہ لو اس کو پکاؤ اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔ وہ لڑکیاں اس گوشت کو آگ پر بھوننے لگیں۔ مجھے بہت رنج ہوا۔ میں نے باہر سے آواز دی کہ اے اللہ کی بندی اللہ کے واسطے اسے نہ کھا۔ پوچھا تو کون ہے؟ میں نے کہا ایک مسافر۔ عورت بولی ہم سے کیا لینے آیا ہے ہم تو خود مقدر کے قیدی ہیں۔ تین سال سے ہمارا کوئی معین ہے، نہ مددگار۔ ہم سیّد ہیں۔ ان لڑکیوں کا باپ نہایت شریف انسان تھا وہ اپنے ہی جیسوں سے ان کا نکاح کرنا چاہتا تھا مگر موت نے اسے فرصت نہ دی۔ وہ انتقال کر گیا۔ ترکہ جو چھوڑ مرا تھا ختم ہو چکا۔ ہمیں معلوم ہے کہ مردار کھانا جائز نہیں لیکن چار دن سے ہمارا فاقہ ہے اور اب اس کا کھانا ہمارے لئے جائز ہو چکا ہے۔ ربیعؒ فرماتے ہیں یہ حالت سن کر میں رو دیا اور احرام کی چادریں اور تمام سامان معہ چھ سو درہم نقد جو میرے پاس تھے ان کے لئے لے کر چلا۔ راستے میں سو درہم کا آٹا خریدا اور سو درہم کا کپڑا اور باقی درہم آٹے میں چھپا کر اس کے گھر پہنچا آیا۔ عورت نے شکریہ ادا کیا اور کہا اے ابن سلیمان جا اللہ تیرے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف کرے اور جنت میں تجھے جگہ دے اور ایسا بدل عطا فرمائے جو تجھے بھی ظاہر ہو جائے۔ سب سے بڑی بچی نے کہا اللہ تعالیٰ تیرا اجر دوچند کرے اور تیرے گناہ معاف کرے۔ دوسری نے کہا اللہ تعالیٰ تجھے اس سے بہت زیادہ عطا فرمائے جتنا تو نے ہمیں دیا۔ تیسری نے کہا اللہ تعالیٰ ہمارے دادا (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ تیرا حشر کرے۔ چوتھی نے جو سب سے چھوٹی تھی کہا اے اللہ جس نے ہم پر احسان کیا تو اس کا نعم البدل جلد اس کو عطا فرما اور اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دے۔ حضرت ربیعؒ فرماتے ہیں۔ حجاج کا قافلہ روانہ ہو گیا۔ میں کوفہ میں رہ پڑا حتیٰ کہ وہ حج سے فارغ ہو کر لوٹ آئے۔ مجھے خیال آیا حجاج کا استقبال کروں اور ان سے اپنے لئے دعا کراؤں تاکہ کسی کی مقبول دعا مجھے بھی لگ جائے۔ جب حجاج کے پہلے قافلے سے ملاقات ہوئی میں نے انھیں مبارک باد دی اور کہا اللہ تعالیٰ تمہارا حج قبول فرمائے۔ ایک نے

ان میں سے کہا یہ دعا کیسی کیا تو نے ہمارے ساتھ حج نہیں کیا؟ کیا تو ہمارے ساتھ میدان عرفات میں نہ تھا۔ تو نے رمی، جمرات نہیں کی۔ تو نے ہمارے ساتھ طواف نہیں کیا۔ میں نے دل میں کہا یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اتنے میں میرے شہر کے حاجیوں کا قافلہ آ گیا۔ میں نے ان سے کہا اللہ تعالیٰ تمہاری سعی قبول فرمائے۔ تمہارا حج قبول فرمائے۔ انہوں نے بھی پہلے حجاج کی طرح مجھ سے باتیں کہیں اور کہا اب انکار کیوں کرتے ہو۔ کیا بات ہے؟ آخر تم ہمارے ساتھ مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ میں نہیں تھے۔ جب ہم قبر اطہر (علی صاحبہا صلوٰۃ و سلاما) کی زیارت کر کے باب جبرئیل سے باہر آ رہے تھے اس وقت حجاج کی کثرت کی وجہ سے تم نے یہ تھیلی میرے پاس امانتاً رکھوائی تھی جس کی مہر پر لکھا ہے "من عاملنا ربح" (جو ہم سے معاملہ کرتا ہے نفع کماتا ہے) یہ تمہاری تھیلی واپس ہے۔ ربیعؒ فرماتے ہیں میں نے اس تھیلی کو پہلے کبھی دیکھا تک نہ تھا۔ اس کو گھر رکھ کر واپس آیا۔ نماز عشا پڑھی وظیفہ پورا کیا۔ اس کے بعد سوچتا رہا کہ سب کیا قصہ ہے۔ رات آنکھ جو لگی تو میں نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ میں نے آپ کو سلام کیا اور ہاتھ چومے۔ آپ نے تبسم فرماتے ہوئے سلام کا جواب دیا اور ارشاد فرمایا اے ربیع! آخر ہم کتنے گواہ اس پر قائم کریں کہ تو نے حج کیا، تو مانتا ہی نہیں۔ سن بات یہ ہے کہ جب تو نے اس عورت پر جو میری اولاد تھی۔ اپنا زاد راہ ایثار کر کے ارادہ حج ملتوی کر دیا تو میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ تجھے اس کا نعم البدل عطا فرمائے تو حق تعالیٰ نے ایک فرشتہ تیری صورت کا بنا کر اس کو حکم دیا کہ وہ قیامت تک ہر سال تیری طرف سے حج کیا کرے اور دنیا میں تجھے یہ عوض دیا کہ چھ سو درہم کے بدلے چھ سو دینار (اشرفیاں) عطا کیں تو اپنی آنکھ ٹھنڈی رکھ۔ پھر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہی الفاظ ارشاد فرمائے "من عاملنا ربح"۔ ربیعؒ فرماتے ہیں کہ جب میں سو کر اٹھا تو تھیلی میرے پاس رکھی تھی جس میں چھ سو اشرفیاں موجود تھیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث ثمین نمبر ۳ پر تحریر فرماتے ہیں کہ مجھے میرے والد صاحب نے ان الفاظ کے ساتھ درود شریف پڑھنے کا حکم دیا تھا۔ اللھم صلی علی محمد النبی الامی وآلہ وبارک وسلم۔ میں نے خواب میں اس درود شریف کو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گرامی میں پڑھا تو آپؐ نے اسے پسند فرمایا۔ شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ جو کچھ بھی اس خاندان کو حاصل ہوا اسی درود شریف کی برکت سے حاصل ہوا۔ اس کو جس طرح بھی پڑھو مجرب ہے۔

نویں صدی ہجری کے مشہور و معروف علامہ عبدالعزیز مکیؒ اپنے رسالہ "فیض الجود علی حدیث شیبتنی ہود" میں عارف باللہ سیدی عبداللہ ابن اسعد یافعیؒ کی کتاب "نشر المحاسن" کے حوالے سے نقل کرتے ہیں اور حضرت یافعیؒ فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ مجھے صحیح اسناد کے ساتھ پہنچا ہے اور اس زمانے میں بہت زیادہ مشہور ہوا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ عارف باللہ شیخ ابن الزعفت یمنیؒ کی عادت تھی کہ ہمیشہ اپنے وطن سے سفر کر کے اول حج ادا کرتے اور پھر زیارت روضۂ اقدس کے لئے حاضر ہوتے تھے۔ حاضری دربار کے وقت والہانہ اشعار قصیدہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مداحین حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت فاروق اعظمؓ کی شان میں لکھ کر روضہ اقدس کے سامنے پڑھا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حسب عادت قصیدہ پڑھ کر فارغ ہوئے تو ایک رافضی خدمت میں حاضر ہوا اور درخواست کی کہ آج میری دعوت قبول کیجئے۔ حضرت نے از روئے تواضع اور اتباع سنت دعوت

قبول فرمائی۔ آپ کو اس کا علم نہ تھا کہ یہ رافضی ہے اور حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت فاروق اعظمؓ کی مدح سے ناراض ہے۔ آپ حسبِ وعدہ اس کے مکان پر تشریف لے گئے۔ مکان میں داخل ہوتے ہی اس نے اپنے دو حبشی غلاموں کو اشارہ کیا جن کو پہلے سمجھا رکھا تھا۔ وہ دونوں اس ولی اللہ کو لپٹ گئے اور آپ کی زبان کاٹ ڈالی اس کے بعد اس کم بخت رافضی نے کہا۔ جاؤ یہ زبان ابوبکر و عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کے پاس لے جاؤ جن کی مدح تم کیا کرتے ہو وہ اسکو جوڑ دیں گے۔ شیخ موصوف کٹی ہوئی زبان ہاتھ میں لئے روضہ اقدس پر حاضر ہوئے۔ آنسوؤں کے ذریعے داستان غم کہہ سنائی۔ اسی عالم میں آنکھ لگی اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ آپ کے ہمراہ آپ کے صاحبین حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت فاروق اعظمؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی اس واقعہ کی وجہ سے غمگین تھے۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شیخ کے ہاتھ سے کٹی ہوئی زبان اپنے دستِ مبارک میں لی اور شیخ کو قریب کرکے زبان ان کے منہ میں اسکی جگہ رکھ دی۔ شیخ یہ خواب دیکھ کر بیدار ہوئے تو زبان بالکل صحیح سالم اپنی جگہ لگی ہوئی تھی۔ دربار نبوت کا یہ کھلا معجزہ دیکھ کر اپنے وطن واپس چلے گئے۔ دوسرے سال پھر حج کے بعد مدینہ طیبہ حاضر ہوئے اور حسبِ عادت قصیدہ مدحیہ روضہ اقدس کے سامنے پڑھ کر فارغ ہوئے تو ایک شخص نے دعوت کے لئے درخواست کی۔ شیخ نے پھر توکلا علی اللہ قبول فرمائی اور اس کے ساتھ تشریف لے گئے مکان میں داخل ہوئے تو وہی پہلا والا مکان معلوم ہوا۔ خدا تعالیٰ پر بھروسہ کرکے داخل ہو گئے۔ اس شخص نے نہایت عزت و احترام کے ساتھ بٹھایا اور پر تکلف کھانے کھلانے کے بعد یہ شخص شیخ کو ایک کوٹھری میں لے گیا۔ وہاں دیکھا کہ ایک بندر بیٹھا ہے اس شخص نے کہا آپ جانتے ہیں یہ بندر کون ہے؟ فرمایا نہیں۔ اس نے عرض کیا کہ یہ وہی شخص ہے جس نے آپ کی زبان قطع کرائی تھی۔ حق تعالیٰ نے اسے بندر کی صورت میں مسخ کر دیا۔ یہ میرا باپ ہے اور میں اس کا بیٹا۔ غرض شہنشاہ دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات باہرہ کے سامنے یہ کوئی بڑی چیز نہیں لیکن اس سے یہ امر اور ثابت ہوا کہ آپؐ بعد وصال جس طرح روضہ اقدس میں زندہ ہیں اسی طرح آپؐ کی سیرت اور معجزات کا سلسلہ بھی جاری و ساری ہے

احمد شاہ درانی کا پانچواں حملہ واسطے امداد باشندگان جنڈالہ ایک رات احمد شاہ درانی سوئے تھے کہ یکایک نصف شب کو جاگ کر باہر آئے اور کسی کو خبر نہ کی اور گھوڑے پر سوار ہو کر تین سو سوار غلامانِ خاص کو جو بطور چوکی کے درِ دولت پر حاضر رہتے تھے ساتھ لے کر عازم ہندوستان ہوئے۔ چلتے وقت نقیبوں کو ہدایت کی کہ شاہ ولی سے کہہ دینا کہ جہاد کرنے کو ہندوستان جا رہا ہوں تم سب فوج لے کر میرے پاس حاضر ہو۔ وزیر نے جب یہ بات سنی تو حیرت زدہ ہوا۔ دل میں کہا ہو سکتا ہے شاہ ۔ ۔ ۔ کو خواب نظر آیا ہو کہ فوراً بغیر کسی سے اس بے سرو سامانی کے ساتھ چل دیئے۔ چوں کہ وزیر سمجھدار تھا فوراً خود بھی فوج لے کر روانہ ہوا۔ شاہ جب لاہور کے قریب پہنچے تو ان کے پاس دس بارہ سے زیادہ سوار نہ تھے۔ جب بادشاہ نے دریائے راوی عبور کیا تو وہاں کا رہنے والا ایک مسلمان ملا۔ شاہ نے اس سے پوچھا سکھ لوگ کہاں ہیں؟ اس نے عرض کیا کہ پورے پنجاب کے سکھ جمع ہو کر ستر اسی ہزار کے قریب امرتسر سے سات کوس کے فاصلہ پر قلعہ جنڈالہ گئے ہیں۔ انہوں نے قلعہ گھیر لیا ہے اور اذان دینے کی ممانعت کر دی ہے۔ مسلمان سخت تنگ ہیں بادشاہ یہ سنتے ہی جنڈالہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جب سکھوں کو یہ خبر پہنچی کہ شاہ درانی آ پہنچے تو محاصرہ سے دست بردار ہو کر بہ عالم سراسیمگی بھاگ گئے۔ شاہ قلعہ کے پاس ٹھہرے کہ اتنے میں اور افواج آگئی اور صبح

تک قریب چھ ہزار کی جمعیت ہو گئی۔ موقع پا کر شاہ ولی خان وزیر نے شاہ سے اس بے سرو سامانی میں دشمن کے ملک میں آنے کی وجہ دریافت کی۔ بادشاہ نے فرمایا کہ قریب آدھی رات ہوئی مجھے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ کی زیارت نصیب ہوئی۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "احمد ہم نے تجھ کو برگزیدہ کیا ہے جلد اٹھ اور پنجاب روانہ ہو کر سکھوں نے جنڈالہ کے مسلمانوں کو بہت تنگ اور عاجز کر رکھا ہے۔ پس میں نے پسند نہ کیا کہ اس حکم کی تعمیل میں ذرا بھی توقف کروں۔ فوج اور لشکر جمع کرنے میں وقت صرف ہوتا اس لئے میں صرف فضل خدا پر تکیہ کرکے تعمیل حکم حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے روانہ ہو گیا اور تمہارے لئے پیغام دے آیا۔ شاہ نے دو تین روز جنڈالہ میں قیام کیا۔ اس عرصہ میں جاسوس خبر لائے کہ سکھ یہاں سے بھاگ کر موضع کوپ میں جا ٹھہرے ہیں اور زین خان اور دوسرے مسلمان سرداروں کا محاصرہ کرکے ان کو تنگ کر رکھا ہے۔ لشکر اہل اسلام بہت تھوڑا ہے۔ شاہ فوراً ان کی مدد کو پہنچے۔ سکھ قریب اسی ہزار تھے مگر شاہ کی فوج کے مقابلہ کی تاب نہ لا کر بھاگے۔ شاہی فوج نے ان کا تعاقب کیا اور قریب تیس ہزار سکھوں کو قتل کر ڈالا۔ سکھوں کا قلع قمع کرکے چند روز شاہ نے وہاں قیام کیا اور وہ علاقہ بدستور زین خان کو دے کر خود قندھار روانہ ہو گئے۔

حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت ابراہیم تیمی کی خدمت میں "مسبعات عشر" کا تحفہ پیش کیا اور کہا جو کوئی اسے ہمیشہ قبل طلوع آفتاب و غروب آفتاب پڑھا کرے گا اور کبھی ترک نہ کرے گا بڑا ثواب دنیا و آخرت کا دیکھے گا۔ یہ تحفہ مجھے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے عنایت فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ اس کو پڑھنا ہوا اسکو ساری عمر میں ایک بار ہی پڑھو۔ چوں کہ یہ دس چیزیں ہیں (عشر) اور سات بار پڑھی جاتی ہیں (مسبعات)۔ اس لئے ان کا نام "مسبعات عشر" ہوا۔ اس وظیفہ پر بہت سے بزرگان دین تمام عمر عمل کرتے رہے نماز فجر اور نماز عصر کے بعد اس کا پڑھنا مجرب ہے۔ (قوت القلوب) (حصن حصین مع ترجمہ و شرح قول متین صفحہ ۸۰)

تحفہ مسبعات عشر یہ ہے: سورہ الحمد شریف۔ سورہ قل اعوذ برب الناس۔ سورہ قل اعوذ برب الفلق۔ سورہ قل ہو اللہ۔ سورہ قل یاایھاالکافرون۔ آیۃ الکرسی اور سبحان اللہ والحمدللہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر یہ سب سات سات بار پڑھو۔ پھر یہ درود شریف سات بار پڑھو: اللھم صلے علے محمد عبدک و رسولک النبی الامی وآلہ و بارک وسلم۔ پھر سات بار پڑھو: اللھم اغفرلی ولوالدی وللمومنین والمومنات والمسلمین والمسلمات الاحیاء منھم والاموات اور پھر سات بار یہ دعا پڑھو: اللھم رب افعل بی و بھم عاجلا و اٰجلاً فی الدین والدنیا والآخرہ ما انت لہ اھل ولا تفعل بنا یا مولینا ما نحن لہ اھل انک غفور حلیم جواد کریم ملک براءوف رحیم

حضرت خضر نے حضرت ابراہیم تیمی کو ایک نسخہ اور بھی بتا دیا جس پر عمل کرنے سے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت خواب میں ہو جائے اور وہ آپ سے اس تحفہ کی بابت خود دریافت کر سکیں۔ نسخہ یہ ہے۔ نماز مغرب سے عشاء تک نفل پڑھو۔ کسی سے کلام نہ کرو۔ دھیان نماز میں رکھو۔ ہر دو نفل کے بعد سلام پھیرو اور ہر رکعت میں سورہ فاتحہ (الحمد شریف) اور تین بار سورہ اخلاص (قل ہو اللہ شریف) پڑھو۔ نماز سے فارغ ہو کر مسجد سے سیدھے مکان پر چلے آؤ اور کسی سے بات نہ کرو۔ گھر پہنچ کر دو رکعت نماز پڑھو۔ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص سات بار اور بعد سلام درود شریف سات بار اور کلمہ تمجید (تیسرا کلمہ) سات بار اور اس کے بعد ہاتھ اٹھا کر یہ دعا پڑھو: یا حی یا قیوم یا ذوالجلال والاکرام یا الہ الاولین والآخرین یا رحمن الدنیا والآخرۃ ورحیمھما یا رب یا رب یا رب یا اللہ یا اللہ یا اللہ۔ پھر خوشبو

لگانے صاف کپڑے پہنے رو بقبلہ درود شریف پڑھتے سو جاؤ۔ اگر پہلی شب زیارت ہو جائے ٹھیک ورنہ سات رات تک پڑھو حضرت ابراہیم تیمی کو پہلی ہی بار کامیابی ہو گئی۔ خواب میں دیکھا کہ کچھ فرشتے آئے اور ان کو سوار کر کے لے چلے اور جنت میں داخل کر دیا۔ انہوں نے وہاں کچھ محل یاقوت سرخ اور کچھ زمرد سبز اور کچھ سفید موتیوں کے دیکھے۔ شہد دودھ اور شراب کی نہریں بھی دیکھیں۔ ایک محل میں ایک جوان عورت پر نظر پڑی جوان کو دیکھ رہی تھی۔ اس کے چہرے کا نور سورج کی روشنی سے زیادہ تھا۔ اس کے گیسو محل کے اوپر سے زمین پر لٹک رہے تھے۔ فرشتوں سے دریافت کیا کہ یہ محل کس کے لئے ہے اور یہ عورت کون ہے۔ فرشتوں نے جواب دیا کہ تیرے عمل کی طرح جو بھی عمل کرے اس کے لئے ہے اور یہ عورت حور ہے۔ فرشتے مجھے اس وقت تک جنت سے باہر نہ لائے جب تک مجھے جنت کے پھل کھلا اور وہاں کا شربت پلا نہ دیا۔ اس کے بعد مجھے اس جگہ پہنچا دیا جہاں میں پہلے تھا۔ اتنے میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۷۰ انبیاء علیہم السلام کے ہمراہ فرشتوں کی ۷۰ قطاریں جلو میں لئے تشریف لائے۔ ہر قطار مشرق سے مغرب تک تھی۔ تشریف لا کر مجھے سلام علیک کہا اور میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) مجھ سے خضر نے یہ فرمایا ہے آپ نے میری بات سن کر فرمایا۔ خضر نے سچ کہا وہ جو کچھ بیان کرتے ہیں حق ہوتا ہے۔ وہ زمین والوں میں سب سے بڑے عالم ہیں۔ رئیس ابدال ہیں اور اللہ تعالیٰ کے لشکر میں سے ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) ایسا عمل کرنے والے کا کیا ثواب ہوگا۔ فرمایا جو کچھ تو نے دیکھا اور جو کچھ تجھے دکھایا گیا۔ اس سے بڑھ کر اور کون سا ثواب ہوگا۔ تجھے جنت میں داخل کیا گیا۔ تو نے جنت میں اپنی جگہ دیکھ لی۔ جنت کے پھل کھائے۔ وہاں کا شراب پیا۔ حوروں کا معائنہ کیا۔ فرشتوں اور انبیاء سے ملا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) اگر کوئی شخص میرے عمل کی طرح عمل کرے اور جو کچھ میں نے خواب میں دیکھا وہ نہ دیکھ پائے تو کیا اس کو بھی ان چیزوں میں سے کچھ ملے گا۔ جو مجھے عطا فرمائی گئی ہیں۔ آپ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے نبی برحق بنایا اسکے تمام کبیرہ گناہ بخش دئیے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ اس سے اپنا غضب اور ناخوشی اٹھا لے گا۔ اور جنت کو اگر خواب میں نہ دیکھا تب بھی اس کو وہی ملے گا۔ جو مجھے دیا گیا۔ کہتے ہیں اس خواب کے بعد ابراہیم تیمی نے چار ماہ تک کچھ نہ کھایا نہ پیا۔

تذکرہ غوثیہ

تذکرۂ غوثیہ مشہور روحانی ہستی حضرت غوث علیشاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات پر مشتمل ایک عجیب و غریب کتاب ہے سلسلۂ قادریہ کے اس بزرگ نے ایک ایسے گھرانے میں آنکھ کھولی جہاں کا ماحول مکمل طور پر روحانی اقدار اور اللہ تعالیٰ سے قربت اور محبت کے اعلیٰ جذبات سے لبریز تھا۔ بچپن کی تعلیم و تربیت کے بعد آپ نے اپنی عمر کا ایک بڑا حصہ سیر و سیاحت میں صرف کیا اور مشہور و معروف تارک الدنیا اور گمنام اہل تصوف سے ملاقاتیں کیں مسلمانوں کے ساتھ ساتھ غیر مسلموں کے مذہبی تہواروں، جوگیوں، سنیاسیوں اور اس نوعیت کے دوسرے افراد سے ملتے رہے آپ باتوں باتوں میں بڑے بڑے اسرار و رموز بیان کر جاتے تھے۔ آپ کے ایک عقیدت مند حضرت سید شاہ گل حسن قادری وقتاً فوقتاً آپ کے ارشادات قلمبند کرتے جاتے تھے "تذکرۂ غوثیہ" مرتّب کئے گئے آپ کے اقوال پر مشتمل کتاب ہے۔

ہم قارئین روحانی ڈائجسٹ کے اعلیٰ روحانی ذوق کو مدنظر رکھتے ہوئے تذکرۂ غوثیہ قسط وار شائع کرنے کا اعزاز حاصل کر رہے ہیں۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ پیران کلیر میں ایک خادم کے گھر ہماری روٹی پکتی تھی اس کی عورت کے سر پر الہ بخش بھوت آچڑھا وہ خادم روتا پیٹتا ہمارے پاس آیا اور ہم کو لے کر گیا ہم نے الہ بخش سے کہا کیوں صاحب جہاں ہماری روٹی پکتی ہے وہیں تم بھی آئے کوئی اور جگہ نہ تھی بولا کہ خیر جب تک آپ رہیں گے میں اس عورت کے سر پر نہ آؤں گا پھر ہم نے پوچھا کہ بھلا ہمارے سر پر کیوں نہیں آتے جواب دیا کہ مغضوب الٰہی ہوں جس پر غضب ہوتا ہے اس کے سر پر آتا ہوں آپ مقبول ہیں بھلا مقبولوں کے پاس میرا کیا کام پھر ہم نے کہا کہ یہ عورت بیچاری تو بد صورت ہے کبھی انگریزوں کے پاس نہیں جاتے جو نہایت خوبصورت ہوتی ہیں کہا ان کا اقبال درست ہے ہم نے کہا خیر یہ باتیں تو ہو لیں اب یہ بتلاؤ کہ حضرت بندگی شیخ داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے تم کو کیا تعلیم کیا تھا وہ ہم کو بھی تعلیم کر دو اس بات کے سنتے ہی رونے لگا اور کہا کہ میاں صاحب اس کا ذکر نہ کیجئے کہ بن آئی مرنا پڑتا ہے جب ہم وہاں سے باہری میں چلے آئے تو وہ خادم دوڑا آیا کہ صاحب الہ بخش پھر آنے لگا میر صاحب قبلہ اسکے لئے کچھ لکھنے لگے میں نے منع کیا کہ حضرت آپ کچھ نہ

مخلصین ہمارا اس کا اقرار یہی تھا اور اسی لو بھی پیر قسم کے عمل آتے ہیں وہ زبردست ہے آپ کے عمل سے نہیں جانے کا البتہ عجز و انکسار سے چلا جائے تو کچھ عجب نہیں یہ بات سن کر میر صاحب خاموش ہو رہے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب ہم دوبارہ پیران کلیر میں گئے تو وہاں ایک بزرگ میاں غلام فرید صاحب جو بابا فرید شکر گنج کی اولاد میں سے تھے مع مریدوں کے تشریف لائے ان کے ہر ایک مرید کو ایک ایک خدمت سپرد تھی اتفاق سے جس مرید کو گھوڑے کی گھاس لانے کا کام تھا اس کو بخار اس شدت سے آیا کہ بیچارا گھاس نہ لا سکا اس پر پیر جی کا غضب نازل ہوا فرمایا کہ جا ہم نے تجھے مردود کیا اور چودہ خانوادہ سے باہر نکال دیا یہ سن کر اس بیچارے کا دم نکل گیا بہت رویا پیٹا توبہ استغفار کی مگر پیر جی نے ایک نہ مانی آخر وہ روتا ہوا ہمارے پاس آیا اور کہنے لگا کہ حضرت آج بڑا غضب ہوا میرا کہیں ٹھکانا نہیں رہا دونوں جہان سے راندہ کیا ہم نے کہا کہ ابھی تو اسی جہان میں موجود معلوم ہوتا ہے بات تو کہہ اس نے رو رو کر اپنا تمام قصہ بیان کیا ہم نے کہا ارے بیوقوف روتا کیوں ہے تیرے پیر جی کو صرف چودہ خاندان یاد تھے ہم کو چھتیس یاد ہیں آ تجھ کو پندرہویں خانوادے میں بھرتی کر لیں تو گھبرا مت لیکن تو جا اور اپنے پیر جی سے پہلے یہ بات دریافت کر کہ حضرت جب آپ نے مجھ کو چودہ خانوادوں میں داخل کیا تھا تو میں کہاں کا بادشاہ یا وزیر یا ولی کامل ہو گیا تھا اب جو آپ نے نکال دیا تو میرے پاس سے کیا چھن گیا میں تو جیسا جب تھا ویسا ہی اب ہوں البتہ آپ کے نکالنے سے ایک فائدہ تو ہوا کہ گھاس کے بوجھ سے سبکدوش ہو گیا اگر تجھ سے پوچھیں کہ یہ بات تجھ کو کہاں سے سوجھی تو کہنا کہ پندرہویں خانوادے میں داخل ہو گیا ہوں یہ اسی کی بسم اللہ ہے غرض اس نے جا کر اسی طرح سے بیان کیا یہ سن کر ان کے مریدوں کے کان [illegible] اور پیر جی سے کہنے لگے کہ حضرت یہ خاندان تو بہت ہی اچھا معلوم ہوتا ہے اول تو گھوڑے کی گھاس سے چھوٹا دوسرے ہم سے ایک خاندان آگے بڑھ گیا اگر آپ کو آگے کے خاندان میں دسترس ہوتی تو ہم بھی پندرہویں خاندان میں داخل ہو جاتے پھر پیر جی کے چھکے چھوٹے اور گھبرا کر بولے کہ یہ کہیں میاں غوث علی شاہ کے پاس تو نہیں جا پہنچا یہ سارا فساد ان کا ہی معلوم ہوتا ہے ورنہ اور کسی کو یہ باتیں کیا سوجھتیں الحاصل وہ ہمارے پاس دوڑے آئے اور گلہ کرنے لگے کہ واہ صاحب تم نے ہمارے سارے مرید فرنٹ کر دئے۔ میں نے کہا کہ میاں صاحب ذرا غور کرو وہ بیچارے گھر بار چھوڑ کر آپ کے پاس خدا کا نام سیکھنے آتے ہیں یا گھوڑے کی گھاس کھودنے اگر تم کو نام خدا یاد آتا ہو تو بتلا کر رخصت کر دو ورنہ جواب صاف دے دو وہ بے چارے تو تمھاری خدمت گزاری کریں اور تم کسی طرح ان پر شفقت نہ کرو یہ آدمیت ہے اور جس بات کیلئے وہ مرید ہوئے اسی کی تو آپ کو ہوا بھی نہیں لگی بقول شخصے پیر خود در ماندہ شفاعت کرا کند۔

پیرے کہ کامرانی و تن پروری کند
او خویشتن گم است کرا رہبری کند

آپ یہ تو فرمائیں کہ سوائے بزرگوں کی اولاد کے کچھ اپنی گرہ کا مال بھی رکھتے ہیں

میراث پدر خواہی علم پدر آموز

ولا تا بزرگی نیاری بدست
بجائے بزرگاں نشاید نشست

اور تماشا یہ کہ اس بے ہنری پر اس قدر ناز ذرا شرم کرو اور خدا سے ڈرو میری یہ تقریر سن کر پیر جی بہت گھبرائے اور منت کرنے لگے کہ خدا کے واسطے ایسی تدبیر کرو کہ میرے مرید برگشتہ نہ ہو جائیں ورنہ مجھ کو بڑی تکلیف ہو گی خیر میں نے پیر جی کے سب مریدوں کو منع کر کے سمجھایا اور ان کے حوالے کیا

ایک روز ارشاد ہوا کہ پیر جی غلام فرید صاحب کو ایک علت یہ بھی تھی کہ پیران کلیر میں جو نیا فقیر آتا اس کے مرید ہو جاتے [illegible] اس کے مرید کرنے کا ڈھب لگاتے۔ اتفاق سے ایک پیر جی آئے ہوئے تھے اور میاں غلام فرید صاحب حسب عادت ان سے بیعت ہو رہے تھے اسی اثناء میں پیر جی غلام فرید کا ایک مرید مرغ، چاول اور شکر لے کر حاضر ہوا وہ نئے پیر جی اس کی طرف بغور دیکھنے لگے ہم نے کہا کہ صاحب اس مال پر نگاہ نہ ڈالئے یہ پہلے خاوند کی اولاد ہے آئندہ جو فتوحات ہو گی اس میں آپ کا بھی حق ہو گا اس بات پر دونوں صاحب ہنس پڑے اور بولے کہ میاں صاحب چپ ہو رہئے کہیں ہماری پیری مریدی میں کھنڈت نہ پڑ جائے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب ہم پیران کلیر میں مقیم تھے تو ایک خان صاحب تشریف لائے کمر باندھے تلوار لگائے نہ سلام نہ دعا اول یہی سوال کیا کہ غوث علی شاہ کون ہیں میں نے کہا فرمائیے بولے آپ کو کیمیا آتی ہے میں نے جواب دیا کہ ہاں آتی ہے کہا کہ ہم کو بتلا دو میں نے کہا نہیں بتلاتے بولے کیوں۔ میں نے کہا کہ بڑی خوشی پھر مجھ کو خیال آیا کہ یہ پٹھان ایک جاہل سپاہی اور ہتھیار بند ہے ایسا نہ ہو کہ جل کر چوٹ کر بیٹھے میں نے کہا کہ خان صاحب آپ کمر کھولیں آرام فرمائیں بھلا ایسی چیز زبردستی یا راہ چلتے کوئی بتلاتا ہے آپ ٹھہریں تو یہی دکھایا جائے گا غرض خان صاحب نے کمر کھول دی اور ہمارے پاس قیام کیا ان دنوں یہ غذا تھی کہ روکھی سوکھی نان جویں یا جوار کا ساگ جو اس جنگل میں خودرو ہوتا تھا شام کو یہی کھانا ہم نے ان کے سامنے رکھا خیر خان صاحب نے مجبوری کھانا تو شروع کیا مگر لقمہ حلق سے اترنا دشوار تھا ہم نے پوچھا کیوں صاحب خیر ہے اچھی طرح کھائیے بولے کہ صاحب یہ نوالہ غذا تو نگلی نہیں جاتی ہم نے کہا کہ واہ آپ تو کیمیا کے طالب ہیں بس یہی کیمیا کے مزے ہیں اگر سیکھ لو گے تو ایسی ہی مصیبتیں تم کو بھی نصیب ہوں گی بہت [illegible] ہوئے اور دل سرد ہو گیا ہم نے کہا کہ خان صاحب ذرا خیال تو کرو اگر ہم کو یہ صنعت یاد ہوتی تو کیوں لکڑی روٹی اور یہ ترہ بے نمک کھاتے کہا کہ مجھ کو تو میاں امیر الدین شاہ صاحب نے بتلا دیا تھا کہ آپ کو کیمیا آتی ہے ہم نے کہا کہ میاں اصل بات تو یہ ہے نہ ان کو آتی ہے نہ ہم کو اپنا پیچھا چھوڑانے کیلئے انہوں نے یہ حیلہ کیا اور تم کو ٹال دیا اور جس طرح تم طلب کرتے ہو اس طریقہ سے تو کوئی جاننے والا بھی نہیں بتلانے کا بڑی خدمت و اطاعت سے یہ بات حاصل ہوتی ہے تم ایسا کرو کہ سرینگر کے پہاڑ پر ایک ہندو بابا جی رہتے ہیں ان کے پاس چلے جاؤ اور کچھ مدت ان کی خدمت میں رہو شاید تمھارے حال پر رحم کھا کر کچھ بتلا دیں خدا خدا کر کے اس پٹھان کو ہم نے ٹالا اٹھے روز میاں امیر الدین شاہ صاحب بھی تشریف لائے ہم نے کہا کہ [illegible] بولے کہ میاں وہ تو ایسا ہمارے سر ہوا کہ کسی طور سے ٹالتا ہی نہ تھا مجبوری تمھارے پاس بھیج دیا تھا کہ تم کسی نہ کسی ڈھنگ سے اس کو سمجھا دو گے اور ہم دونوں اس بلائے ناگہانی سے چھٹ جائیں گے۔ ع

پائے کج را موزہ ہی بایست کج

ایک روز ارشاد ہوا کہ ہم بابری سے ہردوار کو چلے کہ کمبھ کا اشنان اور ہم گاتری کا پاٹ کریں اٹکنے کہ ہمارے رضاعی باپ پنڈت رام سکھی جی نے وطن سے چلتے وقت ہم کو گائتری تعلیم فرما کر کہہ دیا تھا کہ ہردوار میں گنگا کے کنارے اس کا جاپ کر لینا جب کنکھل پہنچے تو وہاں دو پرم ہنس یعنی مجذوب دیکھے [illegible] ظالم نے ان کی رانوں پر جلتے ہوئے انگارے رکھ دیئے تھے ایک کی ران تو جل گئی تھی اور دوسری پر کچھ اثر نہ تھا ہم نے جھٹ پٹ انگارے الگ کئے اور ان کو ڈولی میں سوار کرا کے جوالا پور کے تھانہ میں لائے تھانے دار سے ہماری ملاقات تھی اس نے جلتے ہوئے کی مرہم پٹی کرائی جہاں حضرت نے فرمایا کہ ان دونوں میں اعلیٰ درجہ میں کون تھا حاضرین میں سے

ایک نے جواب دیا کہ جس کی ران نہیں جلی تھی آپ نے فرمایا کہ نہیں جس کی ران نہیں جلی تھی وہ ابھی جسم کی حفاظت پہ قادر تھا لیکن دوسرے کا استغراق اعلیٰ درجہ کا تھا کہ تن بدن کا بھی ہوش باقی نہ رہا تھا اگر اس کے استغراق کامل کو بزرگان اسلام سے نسبت دیں تو لوگ برا مانیں کہ الحق ثم الحق مگر انصاف تو یہ ہے کہ ایسا استغراق کروڑوں میں سے کسی ایک کو ہوتا ہے ورنہ ہر ایک سزاوار اس مقام کا نہیں۔

اسرار محبت راہبر دل بود قابل
در نیست بہر دریا زر نیست بہر کانے

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب ہم جوالا پور سے چل کر ہردوار میں پہونچے تو سورن ناتھ جی سے ملاقات ہوئی نہایت خاطر و مدارات کی اپنے مکان پر ٹھہرایا دونوں وقت عمدہ کھانا کھلایا جب وقت نجات آیا ہم دھوتی باندھ قشقہ لگا کمنڈل ہاتھ میں لے کر ہیری پر جا موجود ہوئے ایک پنڈت نے پوچھا تم کون ہو ہم نے کہا برہمن پوچھا کون برہمن ہم نے کہا کہ قنوجئے بولا تمہاری چوٹی کیوں نہیں ہم نے کہا جب سے سنیاس سنبھالا ہے چوٹی کٹوادی مگر ہاری کے ایک برہمن نے عین اشنان کے وقت پہچان لیا اور دانتوں کے تلے انگلی دے کر چپ رہ گیا ہم نہا کر باہر نکلے تو وہ برہمن ہم کو علیحدہ لے گیا اور کہا کہ میاں صاحب یہاں اور وہاں کچھ فرق ہے اور آپ اشنان کرنے آئے اگر کوئی اور پہچان لیتا تو بڑی خرابی ہوتی خدا سب جگہ ایک ہے یہ بھی تماشہ ہے کہ ہر ایک فرقہ کا مذہب خدا ہے ایک دوسرے کو جھٹلاتا ہے اور اپنے آپ کو سچا بتلاتا ہے اگر حقیقت کی راہ سے دیکھو تو مراد دونوں کی ایک ہے۔

پڑا بتخانہ میں ہو یا طواف کعبہ کرتا ہو
یہاں کیا اور وہاں کیا ہے کہیں ہو تیرا جویا ہو

اور یہ مثال بیان کی کہ چار مسافر رفیق سفر تھے مگر زبانیں چاروں کی مختلف تھیں انگور خریدنے کا ارادہ کیا ہر ایک نے اپنی اپنی زبان میں مطلب بیان کیا چونکہ ایک کی بات کو دوسرا سمجھتا نہ تھا باہم لڑنے لگے اتفاق سے ایک مرد ہمہ دان بھی آنکلا اس نے ایک کا مطلب دوسرے کو سمجھا دیا تب شرمندہ ہونے کہ یہ کیسی بیہودہ جنگ ہے مقصد تو سب کا انگور ہے۔

تا سلیمان امین معنوی
در نیاید برنخیزد این دوئی

جب وہ پنڈت سمجھا چکے تو ہم نے کہا کہ صاحب یہ اشنان ہم نے اپنے رضاعی باپ پنڈت رام سنیہی جی کی طرف سے کیا ہے کیونکہ حج کا ثواب تو ان کو پہنچ نہیں سکتا ہے پھر ہم نے گائتری کا پاٹ شروع کیا۔ ہرم گائتری یہ ہے اوم بھور بھوہ سوہ تت سوی تر ورنیم بھرگو دیوسی دھی مہی دھیو یونہ پرچودیات اوم۔ معنی لغوی اور شرح گائتری کی یہ ہے اوم اللہ یہ اسماء الٰہی میں سے ہے یعنی اسم ذات بھور آسمان اول۔ یعنی اپنے تابعین کو سب درد و غم سے نجات دے کر سرور دائمی میں رکھتا ہے بھوہ۔ آسمان دوم جو تمام مخلوق میں جلوہ گر ہو کر سب کو اپنی اپنی راہ پر رکھتا ہے سوہ آسمان سوم۔ یعنی ہے تت یعنی اس سوی تر پیدا کنندہ یعنی جو خالق اور عزت کا دینے والا ہے ورنیم یعنی جو بہت ماننے کے لائق ہے بھرگو۔ روشنی یعنی جو پاک شکل ہے دیوسی۔ روشن یعنی جو سب جانوں کا روشن کرنے والا اور آرام دینے والا ہے دھی مہی۔ ہم خیال کرتے ہیں یعنی ہم لوگ ہمیشہ اپنے خلوص عقیدت سے یقین کرتے کے مان لیں دھیو یعنی حواس خمسہ اور دل و عقل یو یعنی جو۔ نہ یعنی ہماری پرچودیات رجوع کرے۔ یعنی مہربانی سے سب برے کاموں سے الگ کر کے ہمیشہ اپنی طرف رکھے اوم اللہ ترجمہ اللہ تعالیٰ جو کل مخلوقات میں جلوہ گر ہے اور پرستش کے قابل ہے اس کا پیدا کنندہ کا نور سب جانوں میں جلوہ گر ہے ہم فرمانبردار خلوص عقیدت سے یقین کرتے ہیں جو کہ ہمارے حواس خمسہ اور دل و عقل میں ان کو اپنی طرف رجوع کرے۔

جس روز ہم پاٹ کر چکے تو آخر شب میں یہ خواب دیکھا کہ عین دریائے گنگ میں ایک طرف خاتم رسل ہادی سبل جناب سرور کائنات خلاصہ موجودات فخر خاندان آدم رحمت عالم باعث ایجاد ارض و سما سپہ دار لشکر انبیاء احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معہ صحابہ کرام تشریف لائے اور ایک مجلس آراستہ و پیراستہ ہوئی دوسری طرف مہاراج سری کرشن جی معہ اپنے رفیقوں کے رونق افروز ہوئے۔ اور ایک سبھا جم گئی کرشن جی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ ان کو سمجھائیں یہ کیا کرتے ہیں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا کہ تم ہی سمجھاؤ پھر مہاراج نے مجھ کو بلایا اور کہا کہ سنو برخوردار تمہارے ہاں کیا کچھ نہیں جو دوسری طرف ڈھونڈتے ہو کیا تم نے دوئی سمجھی ہے یہاں اور وہاں سب ایک بات ہے البتہ پنتھ جدا جدا ہیں۔

کفر و اسلام در رہش پویاں
وحدہ لا شریک لہ گویاں

انسان اپنی حد میں تو بہتر رہتا ہے اور بڑھ کر چلتا ہے تو مطعون ہوتا ہے۔

پار کہیں تو پار ہے اور وار کہیں تو وار
پکڑ کنارہ بیٹھ رہ نہیں وار نہیں پار

چند روز اور رہنے کا اتفاق ہوا ایک دن سرون ناتھ سے ان کی سرگزشت پوچھی کہنے لگے کہ میں ایک جاٹ کا لڑکا ہوں خود بخود ایک روز یہ سوجھی کہ کسی گروہ کا شش (مرید) بنوں اسی دھن میں گھر سے نکل ملک دکن کی راہ لی چلتے چلتے حیدرآباد پہونچا وہاں ایک بڑے بوڑھے مہاتما پائے دستوں کی بیماری میں مبتلا روپیہ بہت اسباب بے شمار مال بے انتہا چیلے بھی کثیر مگر کوئی گرو کے پاس تک نہ آتا اپنے اپنے عیش و آرام میں سب مصروف تھے جانشین بھی ان کی خبر نہیں لیتا تھا گرو جی بیمار اکیلے پڑے رہتے میں نے اپنے دل میں کہا خیر جو ہو سو ہو آؤ انہیں کے چیلے بن جاؤ مرگ انبوہ جشنے دارد یہ سوچ کر ان کے پاس گیا اور اپنا حال عرض کیا فرمایا کہ بھائی کیوں مصیبت میں پڑتا ہے میرا وقت اخیر ہے جب کچھ کام نہ ہو تو نام لگانے سے کیا فائدہ میں نے کہا کہ مہاراج میرا ابھی تو کام ہے کہ اس وقت آپ کی خدمت گزاری کروں ہارے قسمت اچھی تھی مجھ کو چیلہ کر لیا اور میں نے دل و جان سے ان کی خدمت شروع کر دی جب وقت قریب آیا تو مجھ کو پاس بلا کر اسماء ستہ تعلیم فرمائے اور ارشاد کیا کہ ہردوار میں جا کر گنگا کے کنارے ان کا پاٹ کر لینا پھر تاثیر دیکھنا وہ اسماء ستہ جن کو ذکر شش ضربی بھی کہتے ہیں یہ ہیں علیم حریم شریم اوم سوہم ستیم اور اسی طرح بھی تلفظ کرتے ہیں کیلنگ ہرینگ شرینگ اونگ سونگ ست انگ لیکن اول صحیح ہیں یہ اسماء ستہ شاستر کے حروف مقطعات ہیں ان کے معانی کوئی نہیں جانتا اس تلقین و وصیت کے گرو جی جان بحق ہونے چیلوں نے باہم مال تقسیم کیا میرا حصہ مجھ کو دیا میں وہیں پن کر کے ہردوار کو چلتا ہوا یہاں پہنچ کر پاٹ کیا اس دن سے ایک عالم مسخر ہو گیا کسی چیز کی پرواہ نہ رہی اس کے بعد سرون ناتھ نے کہا کہ فقیری تو مجھ کو ملی نہیں ہاں اسیری موجود ہے اگر آپ کو خواہش ہو تو ان اسماء کی اجازت ہے جب پڑھا جائے پاٹ [illegible] جو آپ دیکھتے ہیں انہی گرو جی کی دی ہوئی ہے وہ لذتیں ایک رات ہم کو بھی اوڑھنے کو دی تھی [illegible] اس میں عجیب تاثیر دیکھی الحاصل ہم وہاں سے رخصت ہونے اور آگے کو چل دئے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ ہردوار سے آگے ہم ایک منزل گئے تھے کہ ایک مسلمان فقیر سے جو نہایت عابد و زاہد تھے ملاقات ہوئی بہت تپاک سے پیش آئے اور اپنے پاس ٹھہرایا ان کے ہاں گائے بکریاں بہت تھیں ہمیشہ دودھ چاول کھایا کرتے تھے یہی غذا ہم کو بھی دی ایک دو روز تو کھائی لیکن یہاں تو زبان کو نمک مرچ کی چاٹ لگی ہوئی تھی وہ خورش پسند نہ آئی اس [illegible]

ہم جنگل میں چلے گئے اور جنگلی مرغیوں کے انڈے لانے کچھ ثابت کچھ چلے پکانے آپ بھی کھانے اور فقیر صاحب کو بھی کھلانے پھر تو ان کو بھی مزہ پڑ گیا روز جاتے اور انڈے ڈھونڈ کر لاتے سچ ہے الصحبت موثرہ دنیا داری صحبت نے فقیر کو بھی ہشور پن سکھا دیا خیر تو یہ ہوئی کہ ہم نے ان کو مرغ پکڑ کر نہیں کھلایا ورنہ جنگلی مرغیوں کا نام و نشان نہ رہتا ایک دن میں نے کہا کہ کا قیام تو شہر میں زیبا تھا تاکہ جمعہ و جماعت کا ثواب حاصل کرتے خلقت آپ سے فیض یاب ہوتی آپ ان سے فائدہ اٹھاتے طرفین ہوں و قصور کے مستحق ہوتے اور یہ ہو کا مقام تو عارفوں کا ہے سو آپ کو اس کی ہوا بھی نہیں لگی ہم کچھ اور ہی سمجھ کر آئے تھے پھر وہ فقیر صاحب ہم کو اپنے مرشد کے پاس لے گئے وہ پہاڑ پر رہتے تھے ان سے ملاقات ہوئی البتہ وہ خوب آدمی تھے

بابا بائے چوائس
Bata
شریف بوٹ ہاؤس
تلک چاڑھی - حیدرآباد (سندھ)

سفر وسیلۂ ظفر

قارئین

سفر نامہ اردو ادب کی جدید اور ایک پُراثر صنف ہے یوں تو آپ نے کئی سفر ناموں کا مطالعہ کیا ہوگا مگر زیرِ نظر مضمون جس سفر نامے سے ماخوذ ہے اس کے مصنف مولانا محمد اکرم اعوان ہیں جو نہ صرف ایک صاحب طرز ادیب ہیں بلکہ ایک دردمند دل رکھنے والے کامل صوفی بھی اور یہی وجہ ہے کہ برطانیہ، امریکہ، کینیڈا، ڈنمارک اور ناروے کے اس سفر نامے میں آپ کو قدرتی نظارے اور ان ممالک کے بڑے ہوٹلوں کے تذکروں کی بجائے ایک عظیم متصد اور ایک اہم مشن نظر آئے گا اور ہر ہر سطر میں ایک دردمند صوفی کو معاشرے کی حالتِ زار پر کفِ افسوس ملتے اور پھر ایک معالج کی طرح اس کا علاج تجویز کرتے ہوئے پائیں گے۔ یہی اس سفر نامے کی سب سے اہم اور بنیادی خوبی ہے۔

حق یہ ہے کہ تہذیبِ مغرب کا اصل رخ دیکھنے کی ہمت ہم میں نہیں ہو خد و خال برلب مرانے مجبوراً دیکھنا پڑتے ہیں وہ اگرچہ اصل سے بہت کم ہیں مگر سارے لکھے نہیں جا سکتے اور جو کم از کم لکھنے اسے کاٹ رہا ہوں کہ پڑھنے والے برداشت نہ کریں گے نہ میں خود ایسا مواد پڑھنے کیلئے دینے کی ہمت رکھتا ہوں اگرچہ مغرب کے شیدائیوں کو یہ آئینہ دکھانا بہت ضروری تھا۔

اور یہ ادنیٰ سی جھلک ہے نہ میں لکھ سکتا ہوں نہ آپ پڑھ سکتے ہیں اور پڑھنے والے بھی شاید کہ انھیں کہ وعظ کی محافل میں یہ کیا غلاظت اچھال رہے ہو مگر میں یہ چاہتا ہوں کہ پاکستانیوں کو اس دلدل میں غرق ہونے سے پہلے بتا سکوں کہ یہ کتنی گہری ہے ممکن ہے کوئی جانے سے باز آ جائے۔

میں کوئی بارہ بجے اقامت گاہ پہنچا تو ایک ڈاکٹر صاحب منتظر تھے انہیں ذکر کرایا پھر ایک خاتون اپنے دو بچیوں کو ساتھ لے کر آئی تھیں ان کی بات سنی۔

بچی کا مسئلہ یہ تھا کہ سائنسدان کہتے ہیں کوئی اللہ نہیں ہے ایک جرثومہ تھا جو اب نہیں، اس وقت موسم اور حالات کے ساتھ اس میں تبدیلی آنی شروع ہوئی اور مختلف صورتوں سے گزر کے انسان بن گیا۔ جب مرتا ہے تو ختم ہو جاتا ہے اس کی دلیل کے طور پر ان کے پاس وہ جرثومہ اور مختلف اشیاء اور تصاویر ہیں جو بہت بڑا ثبوت ہیں ہم مقابلے میں کہتے ہیں "نہیں! یہ سب اللہ نے بنایا... تو کہتے ہیں اس کا ثبوت کیا ہے کس نے دیکھا، کہاں سے آیا، کیا ہم دیکھ سکتے ہیں؟"

یہ سوال کا خلاصہ تھا۔

میں بہت تھک چکا تھا ہم سے نصیحتیں اثر رہی تھیں مگر یہ سوال سن کر نیند اڑ گئی اور اپنی بے علمی کے باوجود جواب دینا ضروری سمجھا جس کا مفہوم ہی اب آپ کو سنا سکتا ہوں اور یہ سوال مجھے ہلا کر رکھ دیتے

کیلئے کافی تھا کہ میں اب تک اخلاقی پستیوں کا رونا روتا رہا مگر یہاں تو عقیدے کی تباہی کا بھیانک منظر سامنے تھا۔ اس کی والدہ نے کہا،

"یہ بات میرا لڑکا بھی ہر ایک سے کہتا ہے کہ خدا کہاں ہے؟ یہ سب فضول باتیں ہیں۔ اگر کوئی ثبوت ہے تو بتاؤ!"

بہر حال میں نے کہا،

"جواب تو بڑا مختصر سا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا ہے کہ اللہ واحد ہے اور لاشریک ہے وہ اکیلا ہے اور سب کائنات اس کی مخلوق ہے۔۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات کیوں مانیں؟ تو یہی سوال سائنس پر بھی وارد ہوتا ہے کہ ہم ان کی بات کیوں مانیں؟ تو آپ یہی کہیں گی انہوں نے ثابت کر دیا ہے تجربات اور نتائج سامنے ہیں۔۔

مگر ان نتائج تک پہنچنے کیلئے آپ نے بارہ سال تعلیم حاصل کی ہے۔ اگر آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کے حصول میں بھی وقت لگائیں تو بات تقیناً آپ کے دل میں اتر جائے۔ کیا آپ کی سائنس دانی کسی ان پڑھ کیلئے کوئی حیثیت رکھتی ہے؟ اگر نہیں تو آپ بھی دین کے میدان میں ایسی ہی جگہ کھڑی ہو کر بات کر رہی ہیں۔ بھلا یہ جرم (GERM) جو ترقی کر کے آدمی بنا، کس نے بنایا؟ اور اگر کوئی اس کا خالق ہے تو اسے کس نے بنایا؟ پھر یہ سوال جاری رہے گا تاوقتیکہ کوئی ایسا وجود سامنے آئے جس کو کسی نے نہ بنایا ہو بلکہ اپنی ذات سے قائم ہو اور زمانے تک خود اس کی ذات سے وابستہ ہوں۔ وہ کسی ذات کا محتاج نہ ہو۔

اگر یہ سرا نہ ملے تو دوسرا کوئی جواب ہی نہیں اور اگر یہی جواب ہے تو یہ ہستی اللہ ہے۔ آپ نے سائنس پڑھی تو اللہ کا کلام جو اس نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہ نازل فرمایا، پڑھیں یہ بات کہ "کتاب، اللہ کا کلام ہے۔۔ بجائے خود بہت بڑا چیلنج ہے کہ اس کتاب کا پہلا جملہ ہی یہ ہے کہ اس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں۔ اب تو کفر کے لئے ایک کام کرنا تھا کہ قرآن کی کسی بھی خبر، کسی بھی جملے یا بات کو غلط ثابت کر کے بتا دیتا کہ اللہ کا کلام نہیں۔ مثلاً قرآن نے سائنس کے موضوع پر بات کی تو وجود انسانی کی تخلیق کے وہ مراحل ارشاد فرمائے جو صدیوں بعد سائنس کی سمجھ میں آسکے اور تحقیق جدید صرف اس کی تصدیق کر سکی کہ کیسے اور کتنے عرصہ میں خون کی پھٹکی، پھر گوشت کا لوتھڑا پھر جسمانی ساخت اور ہڈیاں پھر ان پر کھال، گوشت وغیرہ چڑھتا ہے اور بچہ مکمل ہو کر اس میں جان پڑتی ہے۔ اس وقت کوئی ایکسرے مشین اور خیبث نصیب نہ تھی۔

اسی طرح عملی دنیا میں قرآن کی پیشگوئیاں، روم کی تباہی، ان دونوں سب کے سامنے تھی۔ قرآن نے ان کے دوبارہ غلبے کی خبر دی جو بظاہر ناممکن تھی مگر ایسا ہو کر رہا۔ مسلمان مکہ مکرمہ سے ہجرت کر رہے تھے۔ قرآن نے خبر دی اللہ آپ کو اس شہر پہ قبضہ دلائے گا۔ کیا یہ بظاہر ممکن نظر آتا تھا؟ ہرگز نہیں! مگر ایسا ہو کر رہا۔ قرآن نے خیبر کی فتح کی خبر حدیبیہ میں دی جبکہ بظاہر مقابلہ ممکن نظر نہیں آتا تھا مگر ایسا ہو کر رہا۔

قرآن نے اس عہد میں خبر دی ہے کہ ہر شے میں جوڑے جوڑے پیدا کئے گئے ہیں۔ سائنس بعد میں اس جگہ پہنچی کہ نباتات میں نر و مادہ ہیں اور صدیوں بعد ایٹم سے پتہ چلا کہ اس کے اندر مثبت اور منفی طاقت کا جوڑا ہے۔ اگر یہ اللہ کا کلام نہ تھا تو کوئی ایک بات یا اس کا کوئی پہلو جھٹلا کر ثابت کیا جا سکتا تھا مگر ایسا نہ ہو سکا اور نہ ہو سکے گا لہٰذا،

"جہاں تک آخرت کا سوال یا ذات باری پہ ایمان ہے وہ اس کو مان کر کیوں نہ لایا جائے؟ جبکہ سائنس کے پاس اس موضوع پر کوئی خبر ہی نہیں اور محض انکار ہے۔ کیا اندھے کے انکار سے روشنی کو جھٹلایا جا سکتا ہے؟"

اور اسلام کا یہ دعویٰ کہ لیظہرہ علی الدین کلہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث ہی اس لئے کیا گیا ہے کہ دین حق کی تمام ادیان باطلہ پر غلبہ حاصل کرے۔ کیا اس دور کے تاریخی پس منظر کے اعتبار سے کوئی معمولی بات ہے؟ ہرگز نہیں! ہر طرف ظلم و جور اور کفر و شرک نے تباہی مچا رکھی تھی اور فحاشی اور اخلاقی بے راہ روی ان حدود کو چھو رہی تھی جن کا تصور محال ہے

کیا یہ تاریخی حقیقت نہیں کہ نزول کتاب کی تکمیل کے بعد ربع صدی کے اندر اندر دنیا سے کفر کی ظلمت مٹ کر نور توحید پھیل رہا تھا اور بڑے بڑے جابر و ظالم جن میں قیصر و کسریٰ جیسے بظاہر بہت ہی طاقتور حکمران شامل تھے اپنے ظلم کی بساط لپیٹ کر صفحۂ ہستی سے رخصت ہو چکے تھے۔ عدل و انصاف اور امن و سکون کا وہ سماں کہ چشم فلک نے اس کی نظیر نہیں دیکھی اور تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ کیا اسلام کے حق پر ہونے پہ گواہ نہیں۔

آپ نے بارہ برس محنت شاقہ کر کے سائنسدان کی بات سمجھی ہے اگر یہی بات ان پڑھ سے کہو تو آپ کو بے وقوف سمجھے گا۔ اسی طرح کچھ وقت تعلیمات اسلام اور برکات نبوی کے حاصل کرنے میں بھی لگائیں۔ تب بات سمجھ میں آنے گی ورنہ ایسی ان پڑھ کی طرح آپ دین پر عمل کرنے والوں کو احمق سمجھتی رہیں گی۔

تو اس بچی نے کہا،

کیا ہم اللہ کو دیکھ سکتے ہیں؟ وہ کیسا ہے، کہاں ہے

میں نے کہا، بے شک! مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لا کر اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اکتساب فیض کر کے، کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات کا تو شمار نہیں، میں نے تو صرف قرآن حکیم کے بھی محض چند پہلو عرض کئے ہیں ایسے بے شمار پہلو موجود ہیں۔

اور جو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان کی نعمت سے بہرہ ور ہوئے انہیں نور باطن اور ایسی قلبی روشنی نصیب ہوئی کہ وہ اللہ کو روبرو پاتے تھے۔ اپنے اس قدر قریب کہ کوئی لمحہ اس کے خیال سے غافل نہ ہوتے تھے اور یہ کمال نسلاً بعد نسل منتقل ہوتا رہا اور ہوتا رہے گا۔ اور مسلمان کی عبادت کا معیار ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ قرار دیا ہے کہ اللہ کی عبادت ایسے کر گویا تو اسے دیکھ رہا ہے یا کم از کم یہ کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔

اگر تمہیں بھی کسی اللہ کے بندے کی مجلس نصیب ہو اور کسب حال کر سکو تو دیکھ بھی سکو گی کہ نظر نہیں آتا، مگر میں اسے دیکھ رہی ہوں، چھو نہیں سکتی مگر وہ میرے پاس ہے۔ بہت ہی قریب رگ جاں سے قریب تر۔

بہر حال رات بیت رہی تھی۔ تقریباً ڈیڑھ بج رہا تھا اور شاید میں ساری بات نقل نہ کر سکا ہوں گا مگر وہ بچی کافی حد تک مطمئن ہو چلی تھی اور اس کی آنکھوں میں مسرت کی چمک نظر آتی تھی جو اس بات کی دلیل تھی کہ وہ اپنا عقیدہ کھونا نہ چاہتی تھی جو اس کے ہاتھ سے چھوٹ رہا تھا۔ مگر بحمد للہ اب پھر اس کی گرفت مضبوط ہو رہی تھی۔ اور وہ کہنے لگی، "آپ اللہ سے ہمارے لئے دعا کیجئے وہ ہماری حفاظت فرمائے!"

ہم صبح پانچ بجے سفر پہ نکلے تھے اور اب رات کا ڈیڑھ بج رہا تھا گویا ساڑھے بیس گھنٹے گزر چکے تھے لہٰذا بے دم ہو کر پڑ رہا، ابھی سونہ پایا تھا کہ فجر کی نماز کا وقت ہو گیا۔ نماز ادا کر کے دو گھنٹے سونے کو ملے اور ناشتہ کر کے ساڑھے آٹھ بجے وہاں سے نکلے۔ گھنٹہ بھر سفر میں اور تین گھنٹے بیتھرو ائیرپورٹ پر لگ گئے جگہ جگہ کاغذات کی پڑتال، سامان کی تلاشی اور بے شمار تحقیقات، کہ جب سے امریکہ کا جہاز گرا ہے، بہت سختی ہو گئی ہے پھر ساڑھے سات گھنٹے کی پرواز، جس کا حال لکھا ہے اور تین گھنٹے کینیڈی ائیرپورٹ پر ملیر ہونے اور سامان کی تلاشی وغیرہ کرنے میں لگ گئے۔

اس طرح کوئی اٹھارہ انیس گھنٹے کی کشمکش کے بعد ہم لندن سے نیویارک پہنچ چکے تھے۔

لندن، جہاں کی زیر زمین ریلوے کا تذکرہ نہیں کر سکا۔ جو دنیا کی بہترین ریلوے ہے اور ماموں جان اسی میں انسپکٹر کے فرائض انجام دیتے ہیں۔ شہر کے نیچے اس کا جال بچھا ہوا ہے۔ ایک منزل نیچے پھر اس کے نیچے ایک اور منزل نہیں پر خوبصورت ٹرینیں دوڑتی پھرتی ہیں۔ بہت سستی اور تیز رو سواری ہے۔ سستی ایسے کہ آپ پلیٹ فارم پر اتریں تو ٹکٹ لے کر اندر داخل ہو سکیں گے پھر آپ کی ہمت، کہ زیر زمین کب تک قیام ہے اور کتنا سفر کر سکتے ہیں۔ جب تک پلیٹ فارم کے گیٹ سے باہر نہ آئیں دوبارہ ٹکٹ کی ضرورت نہیں۔ اور ہر تیز رفتار گاڑی کے ہر ڈبے میں پورے زیر زمین سسٹم کا نقشہ لگا ہوا ہے آپ پوری رہنمائی پا سکتے ہیں۔ دوسرے نمبر پر یہاں نیویارک کی زیر زمین ریلوے ہے۔ ہو سکتا ہے باقی تفصیل اس کے تذکرے میں کر سکوں گا۔

ان سب باتوں کے باوجود، برطانوی مسلمانوں میں جذبے کی شدت بھی ہے اور نئی نسل میں بھی ایک نوجوان تنظیم ابھر رہی ہے جو اسلام کی خدمت خلوص دل سے کرنے کے تمنائی ہے۔ امیدیں اسی امید پر وابستہ کی جا سکتی ہیں کہ اللہ انہیں درست قیادت عطا فرمائے۔ اللہ کرے ایسا ہی ہو۔"

اگرچہ میں نے بہت سی ناگوار باتیں لکھی ہیں مگر میں اس معاشرے کے اصلی چہرے سے نقاب اٹھانے کی جرات نہیں کر سکتا جو اسقدر بھیانک ہے کہ صرف دیکھا جا سکتا ہے بلکہ دیکھنا بھی محال ہے، بتانا ممکن نہیں۔ نہ ہی کسی کو یقین آئے گا۔

آج یہاں میں نہیں جانا ہوا۔ جہاں کینیڈا کے سفارتخانے سے ویزہ حاصل کرنا تھا اور پھر کچھ وقت آرام کیا۔ اب امریکہ کا کچھ حال تو ضرور لکھوں گا انشاء اللہ مگر شاید مزید تفاریر نقل نہ کر سکوں کہ کام کے اوقات بہت زیادہ ہیں اور لکھنے کی فرصت نہ مل سکے گی۔ نیز بہت تھکا بھی دیتا ہے، یہ مہینہ بھر اوسطاً سولہ سے اٹھارہ گھنٹے روزانہ کام کرنے کا سلسلہ ہے۔ جسمانی نقاہت اور بیماری اس کے سوا ہے۔ لہٰذا اب شاید اپنی مصروفیات میں سے لکھائی کو کم کر دوں۔

اللہ کریم معاف فرمائیں اور دین حق کی خدمت پہ دم نکلے، آمین۔

حاجی شفیق احمد

قسط نمبر (۲)

عرس کی حقیقت

مسئلہ عرس

برصغیر ہندو پاکستان میں خصوصاً اور سوائے سعودی عرب کے تمام ممالک اسلامیہ میں عموماً عوام کی اکثریت محافل میلاد، سلام و قیام اور عرس و فاتحہ وغیرہ کو مستحسن سمجھتی ہے اور صدیوں سے اس کا معمول ہے۔ خود سعودی عرب میں شاہ سعود اور اس کی موجودہ نسل کی حکومت سے قبل یہ سب کچھ مستحسن تھا۔ لیکن منافقین جن میں کرنل لارنس تاریخی ریکارڈ پر موجود ہے اور خود بھی قادیانی اور بہائی تحریکیں جو ہنوز موجود ہیں نیز بلکہ بالخصوص عبدالوہاب (نجدی) کی وہابی تحریک نے امت مسلمہ کے قلوب سے عشق رسولؐ اور نسبت اولیاء کے جواہر کو نکال پھینکنے کا بیڑا اٹھایا۔ غیر مسلم آقاؤں نے ان تحریکوں کی دل کھول کر حمایت و سرپرستی کی اور بالآخر مسلمانوں کے دلوں میں یہ تذبذب پیدا کر دیا گیا کہ ان کا دین اور انکے معتقدات صحیح ہیں یا موجودہ تحریکات کا پیش کردہ اسلام اور عقیدہ صحیح ہے۔

یہ اسی تذبذب کا نتیجہ ہے کہ آج ہم ایک دوسرے پر اپنے معتقدات کے برملا اظہار سے ڈرتے ہیں۔ یہی ان اسلام دشمن سازشوں کی سب سے بڑی کامیابی ہے جس کے بعد ان کا کام آسان ہے۔ لہٰذا ضرورت ہے کہ مسلمان اپنے ایمان، اپنے دین اور اپنے معتقدات کے تحفظ کے لئے دین

سے واقفیت حاصل کریں۔ اپنے ایمان کو جانچیں اور اپنے معتقدات پر سختی کے ساتھ ڈٹ جائیں۔

عامۃ المسلمین کے معتقدات میں سے ایک اہم مسئلہ عرس کا بھی ہے اس لئے ان صفحات میں اسی موضوع پر بطور خاص روشنی ڈالی جا رہی ہے۔

تحقیق لفظِ عرس

تمام علمائے اہل تصوف اس امر پر متفق ہیں کہ لفظ "عرس" کا استنباط مشہور حدیث نبویؐ "نم کنومۃ العروس" سے کیا گیا ہے۔ نیز جس طرح دنیا میں محبوب و محب (زن و شو) کی یکجائی و اجتماع کو "عرس" کہتے ہیں اسی ادنیٰ مناسبت سے اولیاء و مرشدانِ طریقت کے محبوبِ حقیقی و رفیق اعلیٰ سے وصال کے دن کو کہ جب انہیں "نم کنومۃ العروس" کا مژدۂ جانفزا سنایا جاتا ہے۔ جو زندگی کی سب سے بڑی اور حقیقی مسرت نیز فوز عظیم کا دن ہوتا ہے "یوم العرس" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ ارشاد نبویؐ ہے کہ الدنیا سجن المؤمن وجنۃ الکافر یعنی دنیا مومن کیلئے قید خانہ ہے اور کافر کیلئے جنت ہے۔ پس جس دن کہ قید دنیا سے مومن نے رہائی پائی، گویا وہ دن خوشی کا دن ہوا کہ غموم دنیا سے نجات ہوئی اور ایمان پر خاتمہ ہونے سے ابدی نجات کا پروانۂ جانفزا ہاتھ آیا۔ پس اس دن سے زیادہ اور خوشی کا دن کون سا ہو سکتا ہے کہ جس کے لئے دنیا کی ساری مشقتیں برداشت کی گئی تھیں۔ لہٰذا یہی دن ان کے لئے شادی کا دن یعنی "عرس" کا دن قرار پایا ہے۔

مشیت الٰہی یوں ہے کہ ہر سال جب وہی ساعت وصال آتی ہے تو

روح مومن پر وہی انوار و کیفیات عود کر آتی ہیں جو باعث تجدید و ازدیاد مسرت ہوتی ہیں۔ اس روح پرور موقع پر ملاء اعلیٰ کی تمام ارواح بھی روح مومن کے ساتھ اس خوشی میں شرکت کرتی ہیں۔ پس اسی مناسبت سے جب اربابِ نسبت اور معتقدین و متوسلین اس طرف متوجہ ہوتے ہیں تو ان کے لطائف پر بھی ملاء اعلیٰ کی ان کیفیات کا رنگ پڑتا ہے اور انہیں فیضان عظیم حاصل ہوتا ہے

تعینِ یوم

قوم بنی اسرائیل کو جس دن فرعون سے نجات ملی وہ یوم عاشورہ تھا۔ یہ دن ان کے لئے خوشی کا دن قرار دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے ایام اللہ میں شمار فرمایا ہے اور اسے یاد رکھنے کا حکم دیا ہے۔ یہ کہ برگزیدگان خدا کے لئے تین دنوں کو اہم قرار دیا گیا ہے اور ان دنوں پر سلام بھیجنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ ایک وہ دن کہ جب انکی ولادت ہوئی، دوسرا وہ دن کہ انہوں نے وفات پائی اور تیسرا وہ دن کہ انہیں دوبارہ نئی زندگی دی جائیگی چنانچہ ارشاد خداوندی ہے وسلٰم علیہ یوم ولد ویوم یموت ویوم یبعث حیاۃ (سورہ مریم) یعنی حضرت یحییٰ علیہ السلام پر سلام ہوا ان کی ولادت کے دن بھی، انکی وفات کے دن بھی اور ان کے دوبارہ جی اٹھنے پر۔ پھر حضرت عیسیٰؑ کی زبان سے خود پر اسی طرح سلام کرنے کا ذکر قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے۔ والسلام علیّ یوم ولدت ویوم اموت ویوم ابعث حیاۃ یعنی سلام ہو مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن میری وفات ہوگی اور جس دن مجھے دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔

اولیاء اللہ کے یوم وصال کو بوجوہ جو اہمیت حاصل ہے، اسے یاد رکھنے اور زندگی کی طرح بعد از وصال بھی ان سے استفاضہ کے لئے بعنوان "عرس"

جو دن مقرر کیا جاتا ہے اس میں کئی مصلحتیں ہیں۔ مگر یہ تعین یوم یا تقریب عرس نہ فرض قرار دی جاتی ہے نہ واجب نہ سنت نہ نفل۔ اس لئے تعین یوم پر جو اعتراضات کئے جاتے ہیں شرعاً بھی مہمل ہیں۔ اس موضوع پر حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی ؒ کلیاتِ امدادیہ میں فرماتے ہیں۔

" مقصود ایجاد رسم سے یہ تھا کہ سب سلسلہ کے لوگ ایک تاریخ میں جمع ہو جاویں۔ باہم ملاقات بھی ہو جاوے اور صاحب قبر کی روح کو قرآن و طعام کا ثواب بھی پہنچایا جاوے۔ یہ مصلحت ہے تعین یوم میں۔ رہا خاص دنات کے دن کو مقرر کرنا۔ سو اس میں اسرار مخفیہ ہیں۔ ان کا اظہار ضروری نہیں "۔

مراسم عرس

کسی شیخ طریقت کے عرس کے موقع پر مشائخ طریقت علمائے کرام، برادران دین، اعزہ و اقربا، محبین و متوسلین اور معتقدین جمع ہوتے ہیں۔ قبر شیخ کی زیارت کرتے ہیں۔ تلاوت قرآن کریم کرتے ہیں اور صدقات، خیرات وغیرہ سے ہدیۂ انکو فائدہ پہنچاتے ہیں۔ پھر اپنے فائدے اور استفاضے کی طرف متوجہ ہوتے ہیں چونکہ اس اجتماع میں اولیاء و مشائخ علمائے کرام اور مبتدی و منتہی سب طرح کے طالبان حق کا جمع ہوتا ہے۔ اس لئے ایک فائدہ تو یہ ہوتا ہے کہ مبتدی پر منتہی کا عکس اور مختلف رنگ اور فیوض کے یکجا ہونے سے اس کو جلد جلد ترقی ہونے لگتی ہے اور اسکی ہمت آگے بڑھنے میں تقویت پاتی ہے۔ نیز عوام کو ان احوال و کیفیات سے عجیب طرح کا انس پیدا ہو جاتا ہے اور ان میں احوال قلب کی دریافت کی رغبت پیدا ہوتی ہے پھر جو متلاشیان شیخ ہوتے ہیں وہ موجودالوقت مشائخ میں سے جسکی طرف اپنا میلان پاتے ہیں ان سے رابطہ قائم کر

لیتے ہیں۔

رہا یہ کہ بیٹھنے کو فرش بچھتا ہے شامیانہ و سائبان لگتا ہے، شب کو روشنی کا اہتمام ہوتا ہے اور خوشبو اور متعطر مجلس کے تکلفات ہوتے ہیں۔ تو یہ سب کچھ انسان کے لوازمات میں سے ہے اور شریعت مقدسہ ان معاملات میں کہیں تعارض نہیں کرتی۔ اجتماع کی مناسبت سے ذکر الٰہی ہوتا ہے وعظ و تذکرے ہوتے ہیں۔ یا منظوم حمد و نعت اور منقبت خوانی ہوتی ہے۔ پھر اختتام محفل دعا پر ہوتا ہے۔ بس اصل عرس کی صرف اس قدر ہے جو بیان کی گئی

مذکورہ مراسم عرس نہ تو نصوص قرآنی کے خلاف ہیں۔ نہ ان سے کسی سنت کی مخالفت ہوتی ہے اور نہ کوئی سنت ساقط ہوتی ہے بلکہ تمام امور مباح ہیں۔ پس جو چیز کہ مباح چیزوں کا مجموعہ ہو وہ بھی غیر مباح نہیں ہو سکتی۔ جیسے بریانی میں گوشت، چاول اور زعفران وغیرہ ڈالا جاتا ہے اور پکانے کا طریقہ بھی خاص ہے تمام اجزائے بریانی از روئے شریعت حلال ہیں اس لئے بریانی پر بھی قیاس کیا جاتا ہے کہ وہ بلا جواز غیر مشروع کیونکر ہو سکتی ہے لیکن اگر کوئی شریعت مطہرہ سے حضور ؐ کا بریانی نہ کھانا اور بدیں وجہ بریانی کا بدعت ہونا ثابت کرے تو اس پر سوائے افسوس کے اور کیا ہو سکتا ہے۔

سماع سماع عرس کا جزو لاینفک کہیں نہیں ہے۔ کہیں ہوتا ہے کہیں نہیں ہوتا۔ کہیں مزامیر کے ساتھ ہوتا ہے کہیں غیر مزامیر کے ہوتا ہے۔ اس خصوصی مسئلہ پر علماء و مشائخ نے بڑے زور دار دلائل سے اس کی اباحت کو ثابت کیا ہے بلکہ نصوص سے اس کی ممانعت تو قطعی ثابت نہیں ہوتی۔ پھر بھی یہ وجہ

بحث کتابوں میں موجود ہے۔ اہل ذوق ان کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔ انفاس العارفین میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اپنے والد شاہ عبدالرحیمؒ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ ایک دن میں قطب الدین بختیار کاکیؒ کی زیارت کو گیا۔ اس موقع ان کی روح پر فتوح سے جو گفتگو ہوئی وہ یہ تھی۔

قطب صاحبؒ:۔ شعر کے حق میں تم کیا کہتے ہو؟

میں:۔ کلام حسنہ حسن و قبیحہ قبیح۔

قطب صاحبؒ:۔ بارک اللہ خوش آوازی کے حق میں کیا کہتے ہو؟

میں:۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشآء۔

قطب صاحبؒ:۔ بارک اللہ۔ جب دونوں جمع ہو جائیں تو اس میں تم کیا کہتے ہو؟

میں:۔ نور علیٰ نور یہدی اللہ لنورہ من یشآء۔

قطب صاحبؒ:۔ بارک اللہ۔ جو کچھ ہم کرتے تھے اس سے زیادہ نہ تھا۔ تم بھی کبھی ایک دو بیت سنتے رہا کرو۔

قطب الدین بختیار کاکیؒ کا وصال بھی بحالتِ سماع ہوا ہے۔ بحالتِ کیف پہلے مصرعہ پر ان کی روح پرواز کر جاتی اور مصرعہ ثانی پر روح واپس آ جاتی۔ تین دن یہی کیفیت رہی۔ بالآخر قوالوں کو مصرعۂ اولیٰ پر روک دیا گیا اور ان کا وصال ہو گیا۔ امیر خسروؒ نے اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے:۔

جان بریک بیت داداست آں بزرگ آرے ایں گوہر زکان دیگر است
کشتگانِ خنجرِ تسلیم را ہر زماں از غیب جانِ دیگر است

سلاسلِ تصوف میں چشتیوں کو سماع سے رغبت خاص ہے اور برصغیر ہندو پاکستان تو چشتیوں ہی کا ورثہ ہے۔ نقشبندیہ میں خاموشی ہے۔

امام نقشبندؒ نے اس بارے میں کہا ہے کہ "نہ انکار می کنم نہ ایں کار می کنم" جبکہ میرزا مظہر جانِ جاناںؒ نے کہا ہے کہ نقشبندیوں کا نشہ افیون جیسا ہے اور چشتیوں کا شراب جیسا۔ کیونکہ ان میں بوجہ سماع ذوق اور جوش و خروش زیادہ ہے۔ پھر بھی سماع تقریباً تمام سلاسل طریقت کا معمول ہے۔

اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ اللہ جمیل و یحب الجمال کے مصداق اس کی ہر صفت میں جمال ہے۔ کلام بھی ایک صفت ہے جس کی صفت آواز ہے اور آواز کا جمال خوش آوازی میں ہے۔ الست بربکم کی صدائے دلنشین وہ پہلی آواز تھی جس سے روح انسانی پر کیف و مستی طاری ہوئی۔ آنحضرتؐ پر جب آیۂ مبارکہ الم یعلم بان اللہ یریٰ نازل ہوئی تو ایسی کیفیت ہوئی کہ حضرت خدیجہؓ نے دیکھ کر فرمایا کہ کیا آپ نے کوئی مشروب پی لیا ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا نہیں بلکہ یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ جب سنی تو حضرت خدیجہؓ پر بھی وہی کیفیت طاری ہو گئی۔ لحنِ داؤدی مشہور ہے جو حضرت داؤد علیہ السلام کا معجزہ تھا اور زبور کی تلاوت کی مجلس سے بعض اوقات کئی کئی جنازے اٹھائے جاتے تھے۔ اگر سماع حرام ہوتا تو ایک حرام چیز کا معجزہ ایک نبی کو کیسے دیا جاتا۔

صورِ اسرافیلؑ بھی آواز ہے۔ پہلا صور باعث قیامت ہوگا جبکہ دوسرے صور کی خوش آوازی ایسی روح پرور ہوگی کہ سارے خفتگان خاک جی اٹھیں گے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ اس وقت ساری دنیا چشتی ہوگی۔

روایت بخاری کے مطابق آنحضرتؐ کا ربیع بنت معوذ بن عفرا سے ان کی شادی کے موقع پر نیز بروایت حضرت عائشہ صدیقہؓ ایک عید کے موقعہ پر اور اسی طرح کئی دوسرے مواقع پر دف سے سماع سننا ثابت ہے۔ شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ نے مدارج النبوت میں متعدد صحابہؓ سے سماع سننا ثابت کیا ہے۔

امام ابو حنیفہؒ سے سرود ہمسایہ کی حلت مشہور ہے۔ امام حنبلؒ کا اپنے صاحبزادے سے ستار سننا اور اس پر وجد و رقص بھی ثابت ہے۔ امام غزالیؒ نے تو انکار سماع کو فعلِ رسول سے مخالفت قرار دے کر اس پر وعید بھی قائم کی ہے۔ خواجہ حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص اسے حق سے سنتا ہے حق رسیدہ ہو جاتا ہے۔ اور جو نفس سے سنتا ہے زندیق ہو جاتا ہے۔ ابو احمد ابدال چشتیؒ فرماتے ہیں کہ جو فتح باب سماع میں حاصل ہوتا ہے کسی دوسرے شغل میں نہیں ہوتا۔ حضرت صائب نے مثنوی مولینا رومؒ کی حکائت نے کو سن کر ہی کہا تھا اور خوب کہا تھا

ہو الغفور را ز جوشِ شراب می شنوم نفیر یا ہِ بہشت از رباب می شنوم

تفاوت است میانِ شنیدنِ من و تو تو بستن در و من فتح باب می شنوم

حضرت عثمان بیرونیؒ فرماتے ہیں کہ سماع اللہ کے بھیدوں میں سے ایک بھید ہے جس سے حجابات اٹھ جاتے ہیں۔

شیخ فرید الدین گنج شکرؒ نے معترضین کے اعتراضات سن کر فرمایا:

"سبحان اللہ! یکے سوخت و خاکستر شد

دیگرے ہنوز در اختلاف است۔"

بہر حال سماع کی تین شرائط اخص ہیں، ایک زمان (وقت سماع)، دوسرے مکان (تخلیہ)، تیسرے اخوان (صرف اہل سماع لوگوں کا اجتماع جس میں قوال بھی شامل ہیں)، لہٰذا بغیر شرائط سننا نقصان سے خالی نہیں ہے۔

سماع موجودہ بالمزامیر کی ابتداء ہندوستان میں قاضی حمید الدین ناگوریؒ سے ہوئی ہے اور امیر خسروؒ نے اسے ترتیب دیا ہے۔ کئی سروں کے وہ خود موجد ہیں۔

روحانی نماز

خواجہ شمس الدین عظیمی

نماز جسمانی صحت، دل، جگر، گردے، گٹھیا اور بلڈ پریشر سے ہونے والے امراض، معدہ میں السر وغیرہ کا مؤثر علاج ہے اس کے علاوہ عورت اور مرد کی نماز کا فرق، نماز میں خیالات کی یلغار سے بچنے کے آسان اور آزمودہ طریقے، اسمائے الٰہیہ سے ستر سے زیادہ روحانی اور نفسیاتی مسائل کا حل۔

سائنسی تحقیق سے ثابت ہو چکا ہے کہ وضو ہائی بلڈ پریشر کا علاج ہے۔ صحیح طریقے پر وضو کرنے سے ہاتھوں کی انگلیاں خوبصورت ہو جاتی ہیں۔ کلی کرنے سے ٹانسلز کی بیماری نہیں ہوتی۔ صحیح طریقے پر منہ دھونے سے جلد ملائم اور نرم رہتی ہے آنکھیں پرکشش، خوبصورت اور پرخمار ہو جاتی ہیں۔ پیروں کا مسح کرنے سے خون کے اندر زہریلا مادہ زمین میں جذب ہو جاتا ہے اور جسم زہریلی بیماریوں سے محفوظ رہتا ہے۔

رکوع، سجود، قعدہ، قیام اور نیت باندھنے میں پوشیدہ حکمتوں کے انکشاف کے لئے کتاب "روحانی نماز" کا مطالعہ کیجئے۔ اس کتاب میں نماز کا سائنسی مفہوم، قانونِ قدرت کے فارمولے اور صحیح نماز ادا کرنے کے طریقے بیان کئے گئے ہیں۔

ہدیہ -/۲۵ روپے

مکتبہ روحانی ڈائجسٹ 1-K-13 ناظم آباد کراچی ۱۸
پوسٹ بکس ۲۲۱۳

گل پاشی دنیا بھر کے مسلمان بموقع زیارات قبور پر پھول ڈالتے ہیں۔ اسی طرح بمواقع عرس بھی گل پاشی کی جاتی ہے۔ مگر اس پر جو اعتراض کیا جاتا ہے وہ انتہائی ؟مل ہے اور بری بدعت کے مترادف ہے۔ بیری کی تر و تازہ پتے دار شاخ کو قبر پر رکھنا اور اس کی تری و تازگی کو اہل قبور کے لیے بایں وجہ مفید بتانا کہ کُلُّ شَیٍٔ یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ حضورؐ سے بالاتفاق ثابت ہے۔ ریگ زار عرب اور اس وسیع و عریض اور بے آب و گیاہ ریگستان میں دورِ نبویؐ میں نبات میں یہی بالعموم میسّر تھا سو اس سے آپؐ نے استفادہ فرمایا۔ مگر یہ تخصیص آپؐ نے نہ فرمائی کہ مخص بیری ہی میں یا اس کی شاخ اور پتوں ہی میں یہ خاصیت ہے کہ وہ پروردگار کی تسبیح دیا کی بیان کرتی ہے اور صرف وہی اہل قبر کے عذاب میں تخفیف کا موجب بنتی ہے بلکہ صرف اس کی تری و تازگی کو مفید ظاہر فرمایا جس کا واضح مطلب یہی ہے کہ نبات اہل قبر کو جب تک تر و تازہ رہتے ہیں فائدہ پہنچاتے ہیں۔ اس لیے جہاں جو میسّر آیا اس سے استفادہ کیا گیا۔ پھول بھی نبات ہیں اور ارشادِ نبویؐ کے مطابق وہ بھی اس وقت تک اہلِ قبور کے لیے مفید ہیں۔ جب تک وہ تر و تازہ رہیں۔ مذکورہ ارشادِ نبویؐ کی تشریح فرماتے ہوئے مولٰینا شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ اشعۃ اللمعات جلد اول ص۱۷۱ پر فرماتے ہیں۔ اسی حدیث سے قبور پر سبزہ و گل پاشی کے لیے تمسک کیا گیا ہے"

طحطاوی علی مراقی الفلاح ص۳۶۴ پر مذکور ہے:

ہمارے متاخرین اصحاب میں سے بعض ائمہ نے فتویٰ دیا ہے کہ "ہمارے زمانے میں قبور پر پھول اور تر شاخیں ڈالنے کا دستور ہے یہ سنّت ہے اور حدیث جریدہ سے ثابت ہے۔"

پپیتا

فاطمہ عابدی

پپیتا ایک جانا پہچانا پھل ہے، پاکستان میں خاص طور پر زیریں سندھ میں اس کی خوب کاشت ہوتی ہے اور لوگ بڑے شوق سے اسے کھاتے ہیں پیٹ کی شکایات میں اکثر معالجین مریضوں کو اس کے کھانے کا مشورہ دیتے ہیں، متناسب قد و قامت کے درخت پر سبز گول اور موٹے موٹے پپیتے بڑے بھلے لگتے ہیں، پھر سورج کی حیات بخش گرمی انہیں پکا کر نارنجی رنگ کر دیتی ہے اکثر لوگ اسے کم تر قسم کا میوہ سمجھتے ہیں، حالانکہ غذا کے علاوہ دوا کی افادیت کے اعتبار سے یہ ایک قیمتی پھل ہے۔ اس کے پتے، چھلکا، دودھ یا رس، بیج اور جڑ وغیرہ مفید اور کام کی چیز ہوتی ہیں، ہالی ووڈ کے زنگار خانوں میں اسے ایک حسن افزا پھل سمجھا جاتا ہے، چونکہ یہ آنتوں اور نظام ہضم کو صاف کر کے خون کو قیمتی غذائی اجزا سے بھر کر خوب صاف کر دیتا ہے اس لئے جلد اور چہرہ چمکنے لگتا ہے۔

پپیتے کے پتے کرم کش یعنی کیڑے مارنے کی صلاحیت رکھتے ہیں، ان میں ایک الکائڈ (کارپین) موجود ہوتا ہے جس کا اثر قلب پر مشہور مقوی قلب دوا ڈیجی ٹیلس جیسا ہوتا ہے، یہ جراثیم کو ہلاک کرنے کی بھی زبردست صلاحیت رکھتا ہے اس لئے اسہالی تپ تشنج کے لئے نہایت کارگر دوا ہے، پتوں کا جوشاندہ گھوڑوں کے لیے مسہل کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے پتوں کو سل کر اور بھون کر چھاتیوں پر لگانے سے دودھ خوب اترا آتا ہے، عصبی دردوں کے لئے بھی گرم پتے باندھنے سے آرام ہوتا ہے اسی طرح ایک اور مرض میں جسے فیل پا کہتے ہیں اور جس میں مریض کی ٹانگیں وغیرہ بہت موٹی ہو جاتی ہیں اس کے پتوں کے لیپ سے افاقہ ہوتا ہے۔ ۶۰ گرین افیون اور چمچہ بھر نمک کے ساتھ ایک اونس تازہ پتے پیس کر لیپ کرنے سے ناور نہایت آسانی سے باہر نکل آتا ہے، گندے زخموں پر پتے لگانے سے بہت فائدہ ہوتا ہے۔

پکا پپیتا ایک ذائقہ دار پھل تسلیم کیا جاتا ہے لوگ اسے تنہا کھانے کے علاوہ چاٹ کے طور پر نمک مرچ، لیموں اور چٹنی ملا کر بھی کھاتے ہیں اس کا گودا مصفی خون، صفرا کو بہانے اور پتلا کرنے والا ہوتا ہے یہ زود ہضم ہوتا ہے۔ ثقیل غذاؤں خاص طور پر گوشت وغیرہ کو خوب ہضم کرتا ہے۔ اسے بواسیر اور جگر اور طحال یعنی تلی بڑھ جانے کے لیئے بھی مفید سمجھا جاتا ہے تلی بڑھ جانے یا اس کی سختی کی صورت میں نمک لگا کر خشک کیا ہوا پپیتا مفید ثابت ہوتا ہے دائمی قبض دور کرنے کے لیئے پختہ پھل روزانہ کھلانا چاہیئے۔ پختہ پھل پرانی اجابتوں

یا اسہال کے لیے بھی دیا جاتا ہے۔

کچا پپیتا خفیف مسہل کا کام دیتا ہے، یہ پیشاب لاتا ہے، دودھ کی پیدائش زیادہ کرنے کے لیے عورتوں کو کچے پھل کا شوربہ پلایا جاتا ہے کچا پھل کھانے سے حیض جاری ہو جاتا ہے۔

بڑھی ہوئی تلی کے لیے اطبا کچے پپیتے کی قاشوں کو انگوری سرکے میں ڈال کر ۸۔۱۰ دن بعد کھانے کی ہدایت کرتے ہیں۔ پپیتے کا دودھ ایک مشہور اور جانی پہچانی چیز ہے۔ گوشت گلانے کیلئے اسے بہ کثرت استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کا دودھ جو دراصل ایک ہاضم خمیر ہے تازہ اور خشک دونوں طرح استعمال ہوتا ہے، جدید اور قدیم دواؤں میں بھی یہ مستعمل ہے، ایلوپیتھی کے ہاضم ٹانکوں میں شامل رہتا ہے۔ پپیتے کا دودھ آنتوں کے کیڑوں خاص طور پر کیچوؤں کو ہلاک کر دیتا ہے البتہ کدو دانوں پر اس کا اثر نہیں ہوتا، اس مقصد کے لیے بالغ مریض کو اس کا ایک بڑا چمچہ تازہ دودھ ہم مقدار شہد کے ساتھ ابلے ہوئے پانی (چار بڑے چمچے بھر) ملا کر دینا چاہئے اس کے دو گھنٹے بعد ارنڈی کا تیل پلانا چاہئے ضرورت ہو تو دوسرے دن بھی یہی عمل کریں۔ ۷ سے ۱۰ سال عمر کے بچوں کو اس کی نصف مقدار دینی چاہئے تین سال سے کم عمر کے بچوں کے لیے چائے کا ایک چمچہ بھر دودھ کافی ہے۔

پپیتے کے دودھ سے بھی حیض جاری ہو جاتا ہے، اس لیے حاملہ عورت کے لیے اس کا استعمال قطعاً مناسب نہیں ہے۔ معدے جگر اور طحال کی شکایت میں ۲۰ بوند دودھ شکر کے ساتھ دن میں تین بار دینا چاہئے۔ بعض صورتوں میں یہ دودھ کالی کھانسی اور خناق کے لیے بھی دیا جاتا ہے۔ خناق میں اس کا محلول ۱۰ تا ۲۰ قطرے دودھ گلیسرین میں ملا کر، پھریری سے حلق میں اور متاثرہ مقام پر لگایا جاتا ہے

پپیتے کا دودھ چونکہ خراش آور ہوتا ہے، اس لیے ورموں کے اندر پیپ نہیں پڑنے دیتا اس مقصد کے لیے اسے ورم پر لگایا جاتا ہے اسی طرح داد، جلد اور چہرے کے داغ دھبے، چھائیاں وغیرہ دور کرنے اور جلد کو نرم اور صاف کرنے کے لیے حسن افروز کریموں کے ساتھ جلد پر لگا کر ہلکی مالش کی جاتی ہے۔

پپیتے کے بیج کیڑوں کو مارتے اور ریاح توڑتے ہیں۔ پیٹ کے کیچوؤں کو نکالنے کے لیے انہیں شہد کے ساتھ دیا جاتا ہے۔ یہ بھی حیض کو جاری کرتے ہیں، بیجوں کا رس بدہضمی، خونی بواسیر اور جگر اور طحال کی سختی وغیرہ کے لیے مفید ہوتا ہے گلیسرین کے ساتھ بیجوں کا لیپ جلدی امراض صدفیہ پر لگایا جاتا ہے۔

اسی طرح اس کی جڑوں کو بھی پیشاب آور سمجھا جاتا ہے اور بواسیر میں بھی استعمال کیا جاتا ہے غرض کہ پپیتا ایک کراماتی پھل ہے۔ تغذیاتی اعتبار سے بھی اسے بڑی اہمیت حاصل ہے اس میں خاص مقدار میں حیاتین نمکیات خاص طور پر پوٹاشیم وغیرہ ہوتا ہے اس میں چونکہ نشاستہ نہیں ہوتا اس لیے کھانے سے موٹاپے کا اندیشہ نہیں رہتا۔

خواتین

کا روحانی ڈائجسٹ

نگراں — حمیرا وقار

معزز خواتین !

یہ ایک بڑی تاریخی حقیقت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر اترنے والے قرآن نے تاریخ آدم کی مظلوم ترین عورتوں میں ایک عورت پر حضرت مریم کو وہی تقدس عطا کیا جو حضرت ابراہیم حضرت یونسؑ ۔ حضرت یوسفؑ اور حضرت ہودؑ کو دیا اور جس طرح ان کے تذکروں سے مزین سورتیں ان کے نام سے منسوب ہوئیں اسی طرح جس سورۃ میں حضرت مریمؑ اور حضرت عیسیٰؑ کا ذکر ہے اس کا نام سورۂ مریم ہے قرآن حکیم کے نزدیک عورت کا مقام مرد سے کمتر ہوتا اور اس کی بزرگی اور عظمت مرد کے برابر نہ ہوتی تو قرآن کریم کی یہ سورۃ حضرت مریم کے بجائے حضرت عیسیٰؑ کے نام سے منسوب کی جاتی ۔

تاریخ عالم میں عورت کے تقدس کو یہ کہہ کر پامال کیا جاتا رہا کہ عورت کمزور ہے، ناقص العقل ہے اور عقل و شعور میں جو مرتبہ مرد کو حاصل ہے، عورت اس تقدس سے محروم ہے حقیقت یہ ہے کہ تاریخ نے عورت کے معاملے میں انتہائی بخل سے کام لیا ہے۔ جس کی وجہ یہ سمجھ میں آتی ہے کہ کاغذ اور قلم پر مردوں کی اجارہ داری قائم رہی ہے ۔

ہماری کوشش ہے کہ خواتین کے ساتھ صدیوں پرانی اس ناانصافی کو ختم کر کے خواتین کے ان صفحات میں عظیم مسلم خواتین کے علمی اور عملی کارنامے غزوات میں ان کی بے مثال قربانیوں اور حکمت عملی کے واقعات، مختلف ممالک کی ترقی میں خواتین کا کردار، اللہ کی دوست اولیاء اللہ خواتین کے حالات، ان کی روحانی واردات و کیفیات وغیرہ پر مضامین شائع کئے جائیں ۔

ہماری خواہش یہ بھی ہے کہ زندگی کے ہر شعبے میں خواتین کی صلاحیتوں کو متعارف کرایا جائے سائنسی دور میں علوم سے آراستہ خواتین کی ذمہ داری تاریخ عالم اور تاریخ اسلام میں علوم اور روحانیت کے فروغ میں روحانیت کی جہد مسلسل، بچوں کی صحیح نگہداشت اور تربیت ۔

اس کے علاوہ !

امہات المومنینؓ ،صحابیاتؓ نانی ۔ دادی اور اپنی بزرگ خواتین سے متعلق مقالے ۔ کہانیوں پر مشتمل مضامین شائع کریں۔

اگر آپ کسی تاریخ ساز خاتون کے بارے میں لکھنا چاہتی ہیں تو ضرور لکھیں اور اپنی تحریر ہمیں روانہ کردیں روحانی ڈائجسٹ میں آپ کے لئے صفحات مختص ہیں ان صفحات پر فاضل مضمون نگار خواتین کی تحریریں نہایت آب و تاب کے ساتھ شائع کی جائیں گی ۔

سعیدہ خاتون عظیمی

روحانی کہانی

عظیم روحانی اسکالر جناب خواجہ شمس الدین عظیمی کی روحانی شاگرد سعیدہ خاتون عظیمی کی ایک بصیرت افروز تحریر ۔ جس کے ہر ہر حرف سے تصوف کی خوشبو پھوٹتی ہے اور قارئین روحانی ڈائجسٹ کے دل و دماغ کو معطر کر دیتی ہے ۔

مغرب کی نماز کے بعد تسبیح کرتے ہوئے نظر پر سے پردے ہٹ گئے ۔ کیا دیکھتی ہوں ۔ کہ ایک بہت ہی خوبصورت محل ہے ۔ میں اس محل کے اندر آتی ہوں ۔ اور ادھر ادھر کسی کو پاکر امی جان ۔ امی جان کہہ کر پکارتی ہوں ۔ میری آواز سن کر حضرت بی بی فاطمہؓ آتی ہیں ۔ اور آتے ہی یہ کہکر کہ آگئی میری بچی ۔ مجھے اپنے سینے سے لگا کر سر اور ماتھا چومتی ہیں ۔ میرا قد بل ڈول پورا جوان لڑکی کا نظر آیا ۔ مگر مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میں بالکل معصوم بچی ہوں ۔ حضرت بی بی فاطمہؓ میرے سر پر اچھی طرح اوڑھنی اوڑھاتی ہیں ۔ پھر میرے ہاتھ میں قرآن مجید دیتی ہیں ۔ جو میں سینے سے لگا لیتی ہوں ۔ پھر میرے ہاتھ میں ایک گلاب کا پھول دیتی ہیں ۔ اور فرماتی ہیں ۔ بیٹی اپنے ناناؐ جان کے پاس جاؤ ۔ سب سے پہلے بہت ادب کے ساتھ جھک کر انہیں سلام کرنا ۔ پھر یہ پھول پیش کرنا ۔ کہنا کہ بی بی فاطمہؓ نے مجھے بھیجا ہے ۔ اور یہ پھول آپؐ کی خدمت میں پیش کرنے کا حکم دیا ہے ۔ وہ خوش ہو جائیں گے ۔

پھر ان سے نہایت ادب کے ساتھ ہاتھ باندھ کر عرض کرنا ۔ کہ میری امیؓ نے فرمایا ہے کہ آپؐ مجھے قرآن مجید پڑھادیں ۔ حضرت بی بی فاطمہؓ خوب اچھی طرح مجھے سمجھاتی ہیں ۔ جیسے کسی چھوٹے سے بچے کو سمجھاتے ہیں ۔ پھر سر پر ہاتھ پھیر کر دعائیں دیتی ہیں ۔ اور جانے کی اجازت دیتی ہیں ۔ میں جانے کے لیے محل کے دروازے سے باہر آتی ہوں ۔ اور دوسرے ہی لمحے اپنے آپ کو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب کھڑا ہوا دیکھتی ہوں ۔ قریب جاکر اسی طرح جھک کر سلام کرتی ہوں ۔ اور بہت ادب کے ساتھ پھول پیش کرتی ہوں ۔ کہ یہ حضرت بی بی فاطمہؓ نے بھیجا ہے ۔ سرکار دو عالمؐ اپنی پیاری بیٹی کا نام سن کر فوراً پھول لے لیتے ہیں ۔ اور پھول لیکر اسے چوم کر اس کی خوشبو سونگھتے ہیں ۔ اور جیسے حضرت بی بی فاطمہؓ کی محبت کے سرور میں ڈوب جاتے ہیں ۔ پھر ایک لمحے بعد آنکھیں کھول کر مجھے دیکھتے ہیں ۔ اور فرماتے ہیں ۔ یہاں آؤ بیٹی ۔ تم بھی تو ہماری بیٹی ہو ۔

اور نہایت ہی محبت کے ساتھ خوب پیار کرتے ہیں۔ پھر فرماتے ہیں۔ یہ قرآن کس نے دیا ہے۔ میں کہتی ہوں۔ نانا جان یہ امیؓ نے دیا ہے۔ فرماتی تھیں۔ کہ آپؐ سے عرض کروں کہ آپؐ مجھے اس کا درس دے دیں۔ حضور پاکؐ ایک گہری نظر مجھ پر ڈالتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں۔ تم کیوں پڑھنا چاہتی ہو بیٹی۔ میں نے کہا۔ مجھے علم سیکھنے کا بیحد شوق ہے نانا جان۔ اسی وجہ سے خاص طور سے میری امیؓ نے مجھے آپؐ کے پاس بھیجا ہے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم بہت زیادہ شفقت کے ساتھ فرماتے ہیں۔ ہماری بیٹی کو قرآن پڑھنے کا شوق ہے تو ہم ضرور پڑھائیں گے۔ ضرور پڑھائیں گے۔ آؤ بیٹھ جاؤ۔ میں بیٹھ جاتی ہوں۔ بہت سنبھل کر اور بڑے ادب کے ساتھ اپنے سامنے ایک رحل رکھتی ہوں۔ یہ رحل حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم مجھے دیتے ہیں۔ پھر اس پر قرآن مجید رکھتی ہوں۔ سامنے حضور پاکؐ تشریف رکھتے ہیں۔ میں آپؐ کے حکم سے قرآن کھولتی ہوں۔ پہلی سطر پر حضورؐ اپنی انگلی رکھ کر فرماتے ہیں۔ پڑھو — بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔ اقراء باسم ربك الذی خلق ۝ میں یہی آیت دہراتی ہوں۔ اسی لمحے میری نظر کے سامنے میرا ۱۹۵۳ء میں دیکھا ہوا خواب آجاتا ہے۔ میں نے خواب دیکھا تھا۔ اس وقت میں اسکول میں پڑھتی تھی۔ کہ اسی طرح رحل کے اوپر ایک بہت ہی بڑا قرآن شریف رکھا ہے اور ایک ہاتھ ہر ہر سطر پر انگلی رکھ رکھ کر مجھے پورا قرآن مجید پڑھا رہا ہے۔ مجھے یہی احساس تھا کہ یہ اللہ کا ہاتھ ہے۔ اور اللہ کی آواز ہے۔ اب وہی نظروں میں آجاتا ہے۔ میں سوچتی ہوں کہ اس وقت جو میں نے محسوس کیا تھا کہ یہ اللہ کا ہاتھ ہے — درحقیقت میں تو یہ نانا جانؐ کا ہاتھ ہے۔ اس کی توجیہہ خود ہی ذہن میں آجاتی ہے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے محبوبؐ ہیں۔ آپؐ کے اندر اللہ تعالیٰ کی روشنی کام کر رہی ہے۔ کوئی بھی بندہ جب فرائض اور قرب نوافل کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے قریب ہو جاتا ہے۔ تو اس کا رابطہ براہ راست حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو جاتا ہے۔ اور حضورؐ کا رابطہ براہِ راست اللہ سے ہے۔ اللہ تو بس نور ہے۔ جیسے سمندر اس کی کوئی خاص شکل نہیں ہے۔ اس کے پانی کو گلاس میں بھریں تو گلاس کی شکل ہو جائے اور پیالے میں بھریں تو پیالے کی شکل ہو جائے۔ حقیقت میں پیاس تو پانی ہی سے بجھتی ہے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے اللہ ہی اپنے بندوں کے ہر کام کر رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ پاک نے فرمایا ہے۔ کہ جب کوئی بندہ اٹھتے بیٹھتے مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں۔ اس کی زبان بن جاتا ہوں۔ وہ میرے ہی ذریعے سے ہر کام کرتا ہے۔ یعنی اس کے اندر اللہ کا ارادہ یا امر کام کرنے لگتا ہے۔ میں سوچتی ہوں کہ میرے اس خواب کی یہی حقیقت ہے۔ کہ اصل میں اللہ ہی کا امر مجھے حضور پاک صلعم کی صورت میں پڑھا رہا ہے۔ تھوڑی دیر بعد سنجیدگی کے ساتھ کہتی ہوں۔ نانا جانؐ مجھے اسم اعظم کے علوم سکھا دیجئے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم غور سے میری جانب دیکھتے ہیں۔ میں پھر دوبارہ یہی بات دہراتی ہوں۔ حضور پاکؐ نہایت ہی مدبرانہ انداز میں فرماتے ہیں۔ تم جانتی ہو بیٹی کہ اسم اعظم کیا ہے۔ میں اطمینان سے جواب دیتی ہوں۔ ناناؐ میں جانتی ہوں کہ اسم اعظم ذات کے علوم ہیں۔ اسی وقت حضور پاکؐ یہ سنکر اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ اور میرا ہاتھ پکڑ لیتے ہیں۔ کیوں نہیں آخر تم فاطمہؓ کی اولاد ہو یہ کہہ کر مجھے لے کر چلتے ہیں۔ کچھ دور چلنے کے بعد ایک سرنگ آتی ہے۔ اس سرنگ میں بالکل ہی اندھیرا نظر آتا ہے۔ جیسے ہی ہم اس سرنگ میں پہنچتے ہیں۔ حضور پاکؐ کے نور سے یہ سرنگ روشن ہو جاتی ہے۔ ہم اس روشنی میں آگے بڑھتے ہیں۔ خیال آتا ہے۔ یہ کوئی کان (Mine) ہے۔ لمبی سرنگ پار کر کے کھلی جگہ پہنچ جاتے ہیں۔ یہاں جگہ جگہ زمین پر ہیرے پڑے نظر آتے ہیں۔ میں خوش ہو کر کہتی

ہوں۔ نانا کیا یہ اسم اعظم ہے۔ حضورؐ فرماتے ہیں۔ بیٹی اسم اعظم تو اس کان کی گہرائی میں ملے گا۔ میں آگے جا کر کان کے سوراخ کے اندر جھانکتی ہوں۔ سوچتی ہوں۔ اسقدر گہری کان ہے۔ نیچے تہہ کے پاس دیواروں پر چھوٹے چھوٹے ہیرے چمکتے ہیں۔ میں پھر پوچھتی ہوں۔ نانا کیا یہ اسم اعظم ہے۔ حضورؐ کان کے اندر جھانکتے ہیں اور فرماتے ہیں۔ بیٹی یہ جو دیواروں پر اور تہہ کے اندر رنگین چھوٹے چھوٹے ہیرے ہیں یہ اسمائے الٰہیہ ہیں۔ جو صفاتی اسم ہیں۔ اسم اعظم اس کان کی تہہ میں ساری کان کے اندر جو ایک ہیرا پھیلا ہوا ہے۔ یہ ہے۔ میں دیکھتی ہوں۔ یہ حسین ترین ہیرا ہے۔ جو ساری کان جتنا بڑا ہے۔ کان کی تہہ میں فرش پر پورا یہ ایک ہیرا سمایا ہوا ہے۔ میں کہتی ہوں۔ ناناؐ میں اس کو کیسے نکالوں۔ حضورؐ فرماتے ہیں۔ بیٹی ہمت کرو۔ اور کان کے اندر اتر جاؤ۔ تم ہیرا نکال لوگی۔ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے پر اندر اترتی ہوں۔ اور آسانی کے ساتھ ہیرا لے کر اوپر آجاتی ہوں۔ یہ ہیرا اتنا بڑا ہے کہ میرے دونوں ہاتھوں پر جیسے کوئی بہت بڑا تھال رکھا ہے۔ میں خوشی خوشی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لاتی ہوں۔ ہیرا اتنا بڑا ہوتا ہے کہ میرا آدھا جسم تو اس میں چھپ جاتا ہے۔ خیال آتا ہے۔ اتنا بڑا ہیرا ہاتھوں میں سمانا مشکل ہے۔ اسے میں کہاں سجاؤں گی۔ نہ گلے میں پہن سکتی ہوں۔ نہ جسم کے کسی اور حصے پر سجا سکتی ہوں۔ اسی لمحے حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے اس تفکر پر آگاہ ہو کر ہیرے پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔ اب یہ ہیرا اسی وقت میرے ہاتھ میں چھوٹا ہو جاتا ہے۔ یہ بڑا خوبصورت سرخ رنگ کا ہیرا دکھائی دیتا ہے۔ میں بیحد خوش ہوتی ہوں۔ اور خوشی خوشی اس کو ہاتھ میں لیکر چومتی ہوں۔ اور ہم دونوں نانا اور نواسی واپس آجاتے ہیں۔ واپس آ کر پھر میں اسی جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ جاتی ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گاؤ تکیے کے سہارے بیٹھ جاتے ہیں۔ اور مجھ سے بچوں کی طرح کھیلتے اور پیار کرتے ہیں۔ اس کے بعد کھیلتے کھیلتے میں ایکدم سنجیدگی سے بیٹھ کر سوال کرتی ہوں۔ ناناؐ اللہ تعالیٰ رب العالمین ہیں۔ اور آپ رحمت للعالمین ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے علاوہ بھی بے شمار دنیائیں اور عالمین ہیں۔ ورنہ اللہ میاں عالمین نہ کہتے صرف ایک عالم کہتے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ تمام عالمین کیلئے باعث رحمت ہیں۔ تو ناناؐ جس طرح ہماری دنیا میں اللہ نے آپؐ کو رحمت بنا کر بھیجا۔ اور آپ پیدا ہوئے۔ اسی طرح دوسری دنیاؤں میں بھی آپؐ کو رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوگا اور آپ وہاں کے لوگوں کے درمیان پیدا ہوئے ہوں گے۔ کیونکہ ہر عالم کی مخلوق کو اللہ کی رحمت کی ضرورت ہے۔ تو ناناؐ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ آپ ایک سے زیادہ عالمین میں پیدا کئے جائیں۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح گاؤ تکیے کے سہارے لیٹے ہوئے ایک گہری نظر مجھ پر ڈالی۔ اور فرمایا۔ سبحان اللہ بیٹی!۔ تمہارا سوال بہت غور طلب بات ہے۔ اب تمہاری سمجھ میں یہ بات آجائے گی۔ ہم تمہیں بتاتے ہیں۔ ہماری جانب دیکھو۔ میں نے دیکھا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سر کے اور جسم کے ایک ایک رونگٹے سے ایک ایک نور کا تار بندھا ہوا ہے۔ یہ تار بہت دور دور جا رہے ہیں۔ دور ان کے سروں پر ہر تار کے ساتھ ایک ایک نظام شمسی بندھا ہوا ہے۔ اس لمحے ساری کائنات کا دائرہ میری نظر میں آگیا۔ دیکھا کہ ساری کائنات حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں اور رونگٹوں سے بندھی ہوئی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ دیکھا تم نے ساری کائنات ان تاروں کے ذریعے ہمارے رونگٹوں سے بندھی ہوئی ہے۔ نور کا ہر تار ہمارے تفکر کا تار ہے۔ ہر نظام شمسی کے اندر ایک تفکر کی روشنی ہے۔ ہر تفکر کی روشنی دوسرے سے مختلف ہے۔ یہ صفات کی روشنی۔ ہر تفکر ایک آٹومیٹک مکمل نظام ہے۔ ہر نظام شمسی کو اس تفکر سے روشنی ملتی

ہے۔ ہر تفکر مختلف ہونے کی وجہ سے ہر نظامِ شمسی کے اندر اللہ تعالیٰ کی مختلف صفات کام کر رہی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہر نظامِ شمسی کے اندر مخلوق کے جسم مختلف قسم کے ہیں۔ کہیں مٹی کے۔ کہیں شیشے کی طرح۔ کہیں روشنی کے۔ کہیں پتھر کی طرح کے۔ غرضیکہ تفکر کے اندر کی روشنیاں پورے نظام میں ہوتی ہیں۔ صفات مختلف ہیں۔ مگر ذات ایک ہی ہے۔ جیسا کہ تم دیکھ رہی ہو۔ کہ ہماری ذات سے ہی اللہ تعالیٰ کے یہ تمام تفکر نکل رہے ہیں۔ ہماری ذات اللہ تعالیٰ کی ذات کا مظہر ہے۔ جیسا کہ اللہ نے فرمایا ہے۔ کہ ”اطیعو اللہ واطیعو الرسول“۔ اللہ کی فرمانبرداری رسول کی فرمانبرداری ہے۔ اور رسول کا فرمان اللہ ہی کا فرمان ہے۔ ذات کا شعور وحدانیت کا شعور ہے۔ اور یہ شعور ہر تفکر کے اندر کام کر رہا ہے۔ کیونکہ ہر تفکر کا تار ذات سے وابستہ ہے۔ جب مخلوق اپنی حاجت کے لیے ذاتِ خداوندی کی طرف رجوع کرتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی صفتِ ربانیت حرکت میں آجاتی ہے۔ ہماری ذات اللہ تعالیٰ کی صفتِ ربانیت کا مظہر ہے۔ اور مخلوق کی حاجتیں ہمارے ذریعے سے پوری ہوتی ہیں۔ جب اس قانون کے تحت جو اس آیت میں کام کر رہا ہے۔ علم الادم الاسماء کلھا۔ یعنی ہم نے آدم کو تمام اسمائے الہیہ کے علوم سکھا دیئے۔ اس قانون کے تحت ذات کا تفکر مخلوق کے اندر کام کرتا ہے۔ تو مخلوق کو علم الاسماء سکھانے کیلئے ذات کا تفکر بشر کا لباس پہن کر ان کے درمیان آجاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ کہ ہم نے تمہیں میں سے ایک رسول بھیجا ہے۔ جو ہماری طرح کھاتا ہے پیتا ہے۔ تمہاری ہی زبان بولتا ہے۔ اور سب کام تمہاری ہی طرح کرتا ہے۔ تمہاری ہی طرح بشر کی صورت ہے۔ بیٹی جب تک ذات کی نظر ذات کو نہ دیکھے۔ ذات کی بات کیسے سمجھ سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر تفکر کا تار ذات سے وابستہ ہے۔ اور جب مخلوق کو ذاتِ خداوندی کے علوم جاننے کی ضرورت پڑتی ہے۔ تو ذات مخلوق کے اندر کام کرنے والی صفات کی روشنیوں کا لباس پہن کر ان کے درمیان اتر آتی ہے۔ تاکہ مخلوق اسے اپنے تفکر سے قریب جان سکے۔ اور سمجھ سکے۔ یہ سب کام تفکر کا آٹومیٹک نظام کے ذریعے سے عمل میں آتے ہیں۔ میں نے کہا۔ نانا اگر ہر تفکر ایک آٹومیٹک نظام ہے۔ تو اس کا مطلب ہے کہ کائنات میں جو کچھ ہو رہا ہے۔ اس کی خبر آپ کو نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ سب کام تو خود بخود مشین کی طرح عمل میں آ رہا ہے۔ اسی لمحے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے بازو کا ایک رواں کھینچا۔ میرے منہ سے بیساختہ آہ نکل گیا۔ حضورؐ فرمانے لگے۔ کیا ہوا۔ میں نے کہا۔ نانا درد ہوا۔ فرمایا۔ کہاں ہوا۔ میں نے کہا۔ نانا رویئں کی طرف اشارہ کر کے یہاں بھی ہوا اور یہ درد سارے جسم میں پھیل گیا۔ حضورؐ نے فرمایا۔ ہمارے جسم کی طرف دیکھو۔ ہر تفکر کا تار ہمارے بالوں سے بندھا ہے۔ جب ان تاروں میں حرکت ہو گی تو بالوں میں ہو گی یا نہیں۔ میں نے کہا۔ ہاں نانا۔ بال میں تکلیف ہوتی ہے۔ اور بلکہ یہ تکلیف سارا جسم محسوس کرتا ہے۔ یہ درد سارے بدن میں سرایت کر جاتا ہے۔ فرمایا۔ پھر ایک رویئں کے درد کا ادراک سارے جسم کو ہو گیا۔ اسی طرح ہمیں بھی کائنات کی ہر ہر حرکت کا علم ہوتا ہے۔ اور ہر حرکت کا ادراک ہماری پوری ذات کو ہوتا ہے۔ کائنات کا ذرہ ذرہ ہمارے روئیں کی طرح ہے۔ اسی لیے تو اللہ نے ادب اور تعظیم کا حکم دیا ہے اور امر و نواہی کے اصول بنائے ہیں۔ یہ سنکر میں نے بیساختہ ہی محبت کے ساتھ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم کے اوپر اپنے دونوں ہاتھوں کو پھیلا دیا۔

ادھوری کہانی

نغمانہ صدف قریشی

میرے اس طرح سے دیکھنے پر جلیل کا حوصلہ مزید بڑھا اور بولا۔

”ثریا تمہارے حسن نے مجھے دیوانہ بنا دیا ہے۔ تمہارے یہ گھناؤنے جیسے بال کتنے خوبصورت ہیں۔“

”میں سوچتا ہوں کاش میں چند سال پہلے پیدا ہوتا تو ہر قیمت پر تمہیں حاصل کر لیتا۔“

یہ کہتے کہتے اُس نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ میں تو اس کی باتوں سے بن پیئے مدہوش تھی۔

اب جو اُس نے ہاتھ پکڑا تو اُٹھ بھاگی۔ اُسکے پیچھے نے میرا دُور تک تعاقب کیا۔ اُس نے میری تعریف کی تھی۔ اور عورت سدا سے تعریف کی بھوکی ہے۔ میرا شوہر بہت کم گو تھا۔ اس لیے زیادہ باتیں نہ کرتا تھا اُس نے کبھی میرے بالوں یا میری شکل و صورت کے بارے میں ایسی بات نہ کی تھی۔

شوہر کی غیر موجودگی کی وجہ سے میں جلیل کے بہت قریب ہو گئی۔ دو سال بعد میرا شوہر لوٹا تو اس کی عادتوں میں کافی تبدیلی آچکی تھی۔ وہ دوسری عورتوں میں دلچسپی لینے لگا تھا۔ دوسری عورتوں سے مُسکرا مُسکرا کر باتیں کرتا۔ اس نے مجھے یکسر نظر انداز کر دیا تھا۔ شاید میرا شوہر مجھ پر توجہ دیتا تو میں جلیل کے جال سے نکل آتی۔ شوہر نے بے اعتنائی دکھائی تو میں مزید جلیل کی طرف جھک گئی۔ ایک اور بات یہ کہ میری چھوٹی بہن کی منگنی بچپن سے جلیل کے ساتھ ہو چکی تھی۔ اور جلیل کی بڑی بہن کی شادی میرے بھائی رشید کے ساتھ ہوئی تھی۔ کیونکہ ہمارے خاندان میں بدلے کی شادی کا رواج تھا اسی لیے میرے شوہر کی بہن کی شادی میرے دوسرے بھائی اقبال کے ساتھ ہو چکی تھی۔ مگر میں نے تمام رشتوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اس جرم کا ارتکاب کیا۔ میرا شوہر دو ماہ رہ کر چلا گیا۔ اب مجھے کھلی آزادی حاصل تھی۔ میں اور جلیل بہت آگے نکل چکے تھے۔ جلیل کالج میں پڑھتا تھا۔ دوسری

بار میرا شوہر ایک سال بعد لوٹا تو کافی پیسے لے کر لوٹا اُس نے بڑے ارمانوں سے جلیل کے گھر کے ساتھ اپنا مکان بنا ڈالا۔ میری ساس سسر اور نندیں دیور الگ مکان میں رہنے لگے۔ میرا شوہر نہیں جانتا تھا کہ میں کن راہوں پر چل نکلی ہوں۔

اب میری اور جلیل کی محبت آخری حدود کو چھونے لگی۔ اس کے والدین نے میری بہن کی منگنی کو توڑ دیا، کیونکہ جلیل ان کا چہیتا بیٹا تھا۔ اس نے خود ہی اس رشتے سے انکار کر دیا۔ میرا بھائی بھی اس کی بہن کو طلاق دے سکتا تھا مگر وہ ایک شریف آدمی تھا۔ اس کو اپنی بیوی سے محبت تھی۔

ایک دن میں نے اپنے سسر سے کہا کہ رات کو مرد کی غیر موجودگی کی وجہ سے میں جاگتی رہتی ہوں۔ چوری کا خدشہ رہتا ہے۔ آپ جلیل کو میرے گھر کی چھت پر سُلا دیا کریں۔ میرے سسر بھلے مانس آدمی تھے۔ انہوں نے کہا۔

”بھائی سے سُلا لیا کرو۔“

یوں میری ایک اور خواہش پوری ہو گئی۔ میں نے جلیل سے بارہا کہا کہ یہاں سے دور چلے جاتے ہیں مگر وہ ٹال جاتا۔ اسے کون سی مجھ سے محبت تھی۔ وہ مجھے تسلیاں دیتا۔ ایسے میں، میں اپنے بچوں کو بھی بھول جاتی۔ میری ساس سامنے والے مکان میں رہتی تھی۔ وہ میرے بچوں کو سنبھالتی تھی۔ دن بدن میں خوبصورت ہوتی جا رہی تھی۔ اب کئی لوگوں کو ہمارے بارے میں پتا چل گیا تھا۔ میرا بیٹا تیرہ سال کا ہو چکا تھا۔ وہ میری حرکتیں دیکھ کر وقت سے پہلے ہی بڑا ہو چکا تھا۔ میری طرف ایسی شاکی نظروں سے دیکھتا کہ میں کانپ جاتی۔ وہ کمزور سا لڑکا تھا لیکن اس کا دل بہت مضبوط تھا۔ اس نے کئی دفعہ مجھے جلیل کے ساتھ دیکھا تھا جب اس کا باپ باہر سے آیا تو اس نے سب کچھ بتا دیا۔

میرے شوہر نے مجھ سے سختی سے کہا۔

”ثریا! میں تمہیں آئندہ جلیل سے باتیں کرتے ہوئے نہ دیکھوں۔“

اب تو میری سسرال میں بھی عزت نہ رہی تھی میرے دیور مجھ پر شک کرنے لگے تھے۔ مگر میں اس بات کی پرواہ نہ کرتی تھی۔ ایک دن میرے شوہر نے کہا۔

”میں دوسرے شہر جا رہا ہوں۔“

میں مطمئن ہو گئی۔ اور دن کے وقت ہی جلیل کو بلا لیا۔ میرا شوہر کہیں چھپا ہوا تھا۔ وہ عین وقت پر پہنچ گیا اور ہم دونوں پر تھپڑوں کی بارش کر دی۔ اس پر خون سوار تھا۔ جلیل اسی وقت بھاگ گیا۔ مجھے بہت چوٹیں آئیں۔

اب میرا شوہر میرے لئے اجنبی ہو چکا تھا۔ اور گھر میں مجھ سے کوئی بات نہ کرتا تھا۔ بیٹے کو لئے ادھر اُدھر گھومتا رہتا تھا۔ وہ مجھے طلاق بھی نہیں دے سکتا تھا کیونکہ اس طرح میرا بھائی اس کی بہن کو طلاق دے دیتا وہ مجبور تھا۔ وہ ٹوٹا دل لئے واپس باہر چلا گیا۔ جلیل میری سب سے چھوٹی تین سالہ بچی کو بہت پیار کرتا تھا وہ اس کے ہاتھ ٹافیوں کے کور میں پیغام بھیجتا تھا۔ اور میں اس سے آدھی ملاقات کر لیتی تھی۔ وہ مجھے تحائف بھی دیتا رہتا تھا۔ ایک دن میرا دیور اس سے اُلجھ پڑا۔ مگر جلیل کو کسی کی پرواہ نہ تھی۔ کیونکہ اسے میری حمایت حاصل تھی۔ اس زعم میں وہ اکڑ کر پھرتا تھا۔ تمام محلے میں میری بدنامی ہو رہی تھی۔ میرا شوہر جو کبھی شرافت کا علمبردار تھا اب تو بے عزت ہو کر رہ گیا

تھا۔

میرے سسر نے یہ سب باتیں میرے باپ کو بتلائیں مگر وہ غصے میں آگیا اور کہا کہ تم میری بیٹی پر الزام لگاتے ہو۔

میرے باپ اور سسر میں گرما گرم بحث ہوئی۔ تھکتے میں آکر آخر میرے سسر نے کہا کہ تم خود دیکھ لینا۔

اب بھی میں جلیل کو رات کے وقت گھر پر بلاتی تھی۔ میرا سسر میرے باپ کو لے کر کہیں چھپ گیا۔ جب رات کا ایک بجا تو میں نے مطمئن ہو کر جلیل کو گھر پر بلا لیا۔ ہم دونوں بیٹھے تھے کہ میرا باپ اور سسر پہنچ گئے۔ میرے باپ کا خون کھول رہا تھا۔ جلیل نے جست لگائی اور بھاگ نکلا۔ میرے سسر نے پیچھے سے ڈنڈا مارا۔ مگر وہ چھتیں پھلانگتا دور بھاگ گیا۔ میرے باپ اور سسر نے مجھے اس دن مجھے جو مار دی وہ مار میں ساری زندگی نہیں بھلا سکتی۔ اب بھی وہ مار یاد آتی ہے تو ہڈی ہڈی دکھنے لگتی ہے۔

میری بہن کی منگنی جلیل سے ٹوٹ کر میرے دیور کے ساتھ ہو چکی تھی۔ کسی نے میرے شوہر کو لکھ بھیجا۔ اس نے اپنے ماں باپ کو لکھ بھیجی کہ اگر اس حرافہ کی بہن سے میرے بھائی کی شادی کی تو میں تمام عمر شکل نہ دکھاؤں گا۔ کیونکہ جیسی یہ خود ہے ویسی ہی اس کی بہن ہو گی۔ میں اپنے بھائی کو تمام عمر جلانا نہیں چاہتا۔ چنانچہ مجبوراً میرے سسرال والوں نے منگنی توڑ دی۔

حالانکہ یہ میں جانتی تھی کہ میری بہن کتنی معصوم اور پاکیزہ ہے۔

میری وہ معصوم بہن جس نے پہلے جلیل کو من مندر کا دیوتا بنایا تھا۔ میں نے اس سے اس کے خواب چھین لئے۔ ابھی اس کا پہلا زخم مندمل نہ ہوا کہ اس نے میرے دیور کو دل میں بسا لیا۔ میں نے اس کے دل کا گلستان بھی اُجاڑ کر رکھ دیا۔ میں اب رو رہی ہوں۔ میرا دل، میرا ضمیر اور لوگ مجھ سے کہتے ہیں کہ میں اپنی نیک اور معصوم بہن کی مجرم ہوں۔ میں اپنے بھولے بھالے بچوں کی مجرم ہوں جنہیں میں نے ممتا سے محروم رکھا۔ میں اپنے شوہر کی مجرم ہوں۔ لوگ مجھ سے کہتے ہیں کہ تو کیسی عورت ہے کہ اتنے خوبرو اور پڑھے لکھے شوہر کے ہوتے ہوئے کسی اور سے دل لگایا۔ میں نے ہیرا جیسے خاوند کی قدر نہ کی۔ اس کا دل توڑا۔ اس دنیا میں تمام چیزیں جڑ جاتی ہیں مگر دل نہیں جڑتا۔ میرے خاوند کو باہر گئے کافی سال ہو گئے وہ واپس نہیں آیا۔ بچوں کے لئے خرچہ بھیج دیتا ہے

اب جلیل کے بارے میں بتاتی چلوں۔ جب سے اور نے مجھے میرے باپ نے چھت پر دیکھ لیا تو وہ بھاگ کھڑا ہوا تھا۔ ڈر کی وجہ سے ایک ماہ گھر نہ آیا۔ جب میرے دیوروں اور بھائیوں کا غصہ ٹھنڈا ہوا تو گھر آگیا اور ویزا لے کر باہر چلا گیا۔ اس نے پلٹ کر میری خبر نہ لی۔ میرا شوہر بھی مجھے چھوڑ چکا ہے۔ ہر نظر میں میرے لئے حقارت ہوتی ہے۔ رشتہ دار تو میری صورت دیکھنا بھی پسند نہیں کرتے۔ ماں باپ، بہن بھائی سب نفرت کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ میری اولاد بھی مجھ سے نفرت کرتی ہے۔ پھر میں سوچتی ہوں کہ میں ہی بیوقوف تھی جو اس سے تمنا میں دل لگائے بیٹھی تھی۔ وہ تو کسی نوجوان اور پاکیزہ لڑکی سے شادی کرنا چاہتا تھا نہ کہ مجھ جیسی چھ بچوں کی ماں سے۔ مرد چاہے کتنا بھی بدکردار کیوں نہ ہو، وہ کبھی بھی بیوی کی برائی نہیں برداشت

آج کل جلیل کی شادی کی تیاریاں زور شور

سے ہو رہی ہیں۔ اور میں سوچ رہی ہوں کہ میں نے جرم کیا ہے۔ میں نے لوگوں کے دلوں کو دکھایا ہے۔ اب شاید میرے من کو بھی چین نہ مل سکے گا۔ شاید مجھے چین اس وقت ملے گا جب میں قبر کی گہرائیوں میں اُتر جاؤں گی۔ شاید تب بھی میری رُوح بے چین رہے گی۔ میں اپنے خاوند اور بچوں کی مجرم ہوں۔ میرے بھائی مجھ سے ملنے نہیں آتے کیونکہ وہ مجھے دیکھ کر شرمندگی محسوس کرتے ہیں۔ ایک دن میرا غیرت مند بھائی ایک لڑکے سے جھگڑا تو وہ لڑکا کہنے لگا۔

"پہلے جا کر اپنے گھر والوں کو سمجھاؤ، جو لوگوں کی آنکھوں میں دُھول جھونکنے کی کوشش کرتے ہیں۔۔۔"

میرا بھائی اُسی وقت شرم سے زمین میں گڑ گیا اور دوسرے شہر چلا گیا۔

میں نے ان راستوں پر چل کر کیا حاصل کیا؟ تمام جہاں کی بدنامی، رسوائی اور بے اعتمادی۔ اے کاش! میں ایسا نہ کرتی۔

یہ کہہ کر اس کا پیمانۂ صبر لبریز ہو گیا اور وہ گھٹنوں میں سر چھپا کر رونے لگی اور میں اس عورت کو دیکھ رہی تھی جو سب کچھ لٹا کر ہوش میں آئی تھی۔ لیکن اب کیا ہو سکتا تھا۔ اُس کا شوہر اُس سے نفرت کرتا ہے۔ اُس نے باہر شادی کر لی ہے اور اپنی بیوی کے ساتھ خوش و خرم زندگی گزار رہا ہے۔ حالانکہ وہ اب بھی اتنی حسین ہے کہ اُسے دیکھ کر دل بے اختیار دھڑکنے لگتا ہے۔

STARVAC FLASK
For All Seasons - For All Reasons

مسرت اکرم

بچے اور امراضِ قلب

نومولود اور کم سن بچوں میں دل کی بیماریاں آج کل کثرت سے مشاہدے میں آرہی ہیں اور عام طور پر پیدائش کے وقت اس کی درست تشخیص اور مناسب دیکھ بھال نہ ہونے کے باعث بڑی تعداد میں اموات بھی واقع ہوتی ہیں لیکن سوال تو یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایک ماں کو کیسے پتہ چلے کہ اس کا بچہ دل کا مریض بھی ہو سکتا ہے؟ اسی ایک بنیادی اور اہم سوال کے مفصل جواب کے لیے یہ مضمون شائع کیا جا رہا ہے۔

پہلے لوگوں کا عام خیال یہ تھا کہ چالیس پینتالیس کی عمر میں جا کر دل کا مرض ہوتا ہے اور جب کبھی یہ سن لیا جاتا کہ فلاں شخص کو دل کی بیماری ہے تو بس توبہ توبہ کی جاتی تھی لیکن ایسا ناخواندگی اور کم معلومات کے باعث ہوتا تھا۔ موجودہ دور میں جبکہ ابلاغ عامہ کے توسط سے لوگوں کو جگانے کی کوشش کی جا رہی ہے اور حفظانِ صحت کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات لوگوں تک پہنچانے کی کوشش کی جا رہی ہے تاکہ ابتدائی علامات کے تحت ایک عام آدمی کو یہ علم ہو جائے کہ اگر جسم میں کوئی گڑبڑ ہے اور بروقت بروقت امداد حاصل کرے اس سے ایک طرف مرض میں پیچیدگی کا خطرہ کم ہو جائے گا اور ڈاکٹر کے لئے بھی علاج میں آسانی رہے گا۔

دل جسم کا اہم عضو ہے اگر دھڑکن بند ہو جائے تو زندگی کا چراغ گل ہو جاتا ہے۔ بچوں میں دل کی بیماریاں بہت سی نوعیت کی ہوتی ہیں۔ کراچی کے اس ہسپتال میں جو شعبۂ امراضِ قلب کے نام سے جانا جاتا ہے ۱۹۸۰ء میں باقاعدہ طور پر بچوں کے امراضِ قلب شعبہ نے کام شروع کیا ہے اور ہم یہاں ۱۲ سال تک کے بچوں کا علاج کرتے ہیں۔

یہ وہ بچے ہوتے ہیں جو دل کی بیماری میں مبتلا ہوتے ہیں۔ اور جن کا علاج آپریشن بھی ہو سکتا ہے۔ بچوں میں دل کی بیماریاں پائے جانے کی ایک بڑی وجہ مرض سے لاعلمی اور اہمیت کی کمی بھی ہوتی ہے مرض کی تشخیص کا طریقہ کار یہ ہوتا ہے کہ کیس ہسٹری تفصیل سے لی جاتی ہے اور بچے کے بارے میں ماں سے سوالات کئے جاتے ہیں اگر ماں ٹھیک طور پر نہ بتا سکے اور وہ کہتی ہے کہ بچہ نیلا ہو جاتا ہے یا دورہ پڑ جاتا ہے یا بچے کا سانس زیادہ پھولتا رہتا ہے تو مختلف قسم کے ٹیسٹ کرواتے ہیں جس میں سینے کا ایکسرے، دل کی حرکت کا ٹیسٹ جیسے۔ ای سی جی، بلڈ پریشر کا چیک اپ۔ تمام ضروری ٹیسٹوں کی رپورٹ

دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ بچے کو دل کی بیماری ہے یا نہیں لیکن اگر ادویات کے استعمال کے باوجود بچہ مسلسل بیمار رہتا ہے تو شک ختم کرنے کیلئے دل کا ایک اسپیشل ٹسٹ کیا جاتا ہے ایک تو SOUND WAVES قسم کا ٹسٹ ہوتا ہے جس کو ہم ECOCARDIOGRAPHY کہتے ہیں اس ٹسٹ سے آسانی سے ، ہم کو دل کی تقریباً ہر نوعیت کی بیماری کا علم ہو جاتا ہے ۔ اگر دل میں پیدائشی نباوٹی نقص ہو ۔ اور یہ علم بھی ہو جاتا ہے کہ آیا اس بیماری کا علاج ادویات سے ممکن ہے یا بچے کو آپریشن کی فوری ضرورت ہے اگر ہم آپریشن کی ضرورت محسوس کرتے ہیں تو ایک اور ٹسٹ کیا جاتا ہے جس کو

CARDIECATHTERIZATION یا ENGOGRAPHY

کہا جاتا ہے یہ ایک بہت ہی عمدہ اور اچھا ٹسٹ ہوتا ہے۔ اس ٹسٹ سے بیشتر بچے کو ایک دن پہلے داخل کیا جاتا ہے اکثر لوگوں کو علم نہیں اور وہ خوف زدہ ہو جاتے ہیں بچے کو اس ٹسٹ سے پہلے نیند کی دوا دی جاتی ہے تاکہ بچہ تھیٹر میں جا کر خوف زدہ نہ ہو سکے کیونکہ خوف دل کو بہت زیادہ متاثر کرتا ہے ۔ پھر ٹانگ کا وہ حصہ دوا سے سن کر دیا جاتا ہے جہاں سے یہ ٹسٹ کیا جاتا ہے بچے کو صرف سوئی چبھنے کی تکلیف ہوتی ہے اس سوئی کو ٹانگ کی نس سے گذارا جاتا ہے یعنی سوئی کی مدد سے ایک وائر کو نس میں داخل کیا جاتا ہے پھر اس کو کھلا کرنے کے لئے ایک ٹیوب پاس کی جاتی ہے جب ٹیوب ڈال دی جاتی ہے تو وائر کو نکال دیا جاتا ہے اس کو CATHTERIZATION کہتے ہیں ۔ یہ ٹیوب دل کے مختلف خانوں سے گذاری جاتی ہے ۔ جہاں (PRESSURE) یعنی خون کے دباؤ کا ٹسٹ لیا جاتا ہے ۔ اسی ٹیوب کے تحت ایک دوا کو دل کے مختلف خانوں میں ڈالا جاتا ہے اس سے دل کے اندر جو خانے ہیں ان کی تصویر ایک فلم کی صورت میں ریکارڈ کر لی جاتی ہے ۔

یہ ٹسٹ دل کی نباوٹی خرابیوں یا اس کے نارمل ہونے کی مکمل تشخیص کر دیتا ہے یہ سب سے محفوظ ترین ٹسٹ ہوتا ہے یہ ہر عمر کے بچوں کا کیا جا سکتا ہے خواہ وہ نوزائدہ بچہ ہی کیوں نہ ہو یہ ٹسٹ ہفتے میں سات آٹھ کئے جاتے ہیں اگر کسی کو شک ہو کہ ان کا بچہ دل کے مرض میں مبتلا ہے وہ والدین بچوں کے کارڈیو کے شعبے سے رابطہ قائم کریں تاکہ ان کا شک دور کیا جا سکے بعض اوقات بچے بظاہر تندرست لگتے ہیں لیکن دل کے مرض کا شکار ہوتے ہیں شعبہ امراض قلب کے ایک اعداد و شمار کے مطابق ۱۹۸۱ء اور ۱۹۸۲ کے دوران ، ۲۰۰ بچوں کے آپریشن کئے جا چکے ہیں ان آپریشنز میں دل کی نباوٹی خرابیاں زیادہ تھیں جو پیدائشی طور پر بچوں میں قدرت کی طرف سے ہوتی ہیں دل کے ہر آپریشن کی نوعیت مختلف ہوتی ہے دل کو کھول کر سوراخ بند کرنے کا مرحلہ بھی ہوتا ہے خانوں کے راستے کی تنگی کو بھی دور کیا جاتا ہے ۔ کچھ آپریشن ایسے بھی ہوتے ہیں جن میں دل کو کھولنے کی ضرورت نہیں ہوتی ۔

یہاں یہ سوال ابھرتا ہے کہ ایک ماں کو یہ کیسے پتہ چلے کہ اس کا بچہ دل کا مریض بھی ہو سکتا ہے ؟

نوزائیدہ بچوں سے لے کر تین سال کی عمر تک کے بچوں میں بھی دل کی بیماریاں پائی جا سکتی ہیں اور دل کی یہی قدرتی خرابیاں بڑی عمر تک پیچیدہ صورت اختیار کر لیتی ہیں ۔

سب سے پہلی بات ، بچہ اگر پیدائش کے

جنّت کی سیر

خواجہ شمس الدّین عظیمی

راہِ سلوک کے مسافر خواتین و حضرات کی وہ کیفیات جو روحانی دنیا میں داخل ہوتے وقت پیش آتی ہیں۔ اِس کتاب میں تفصیل کے ساتھ بیان کی گئی ہیں۔

کتاب "جنّت کی سیر" کے مطالعہ کے دوران قاری یہ محسوس کرنے لگتے ہیں کہ ہم نے جنّت کی سیر کر لی ہے اور جنّت کا سفر کرنا ایک تجرباتی عمل بن کر سامنے آجاتا ہے۔

قیمت /۲۰ روپے

اپنے قریبی بک اسٹال سے یا براہِ راست ہم سے طلب کریں۔

مکتبۂ روحانی ڈائجسٹ 1-K-13 ناظم آباد کراچی ۱۸
پوسٹ بکس ۲۲۱۳

فوراً بعد نیلا ہونا شروع ہو جائے اور یہ نیلا پن بچے کی زبان، ہونٹ اور ناخنوں میں بھی ظاہر ہونا شروع ہو جائے تو یہ تمام علامات دل کی خرابی کی وجہ سے بھی ہو سکتی ہیں اس لئے فوراً بچے کو ڈاکٹر کے پاس لے جانا چاہئے، یعنی کسی ماہر فزیشن کے پاس یا کسی بڑے ہسپتال میں جہاں بچوں کا شعبہ ہو۔

جیسا کہ پہلی ابتدائی علامت پیدائش کے فوراً بعد بچے کا نیلا ہو جانا بچے کا روتے ہوئے نیلا ہو جانا بعض دفعہ بچہ نیلا ہو جانے کے بعد اس کی سانس زیادہ تیز چلنے لگتی ہے اس کیفیت کے فوراً بعد یا تو بچہ سو جائے یا بے ہوش ہو جائے۔ یہ کیفیت دس پندرہ منٹ تک ہوتی ہے اس کے بعد ہو سکتا ہے کہ جھٹکے بھی پڑیں اس لئے دل کے ڈاکٹر سے مشورہ بھی بہت ضروری ہے۔

دل کی بناوٹ میں خرابی ہو تو اس کی علامات یہ بھی ہو سکتی ہیں کہ بچہ ماں کا دودھ ٹھیک سے نہ پیئے یا دودھ پینے کے درمیان تیز ہو یا دو دفعہ پی چکنے کے بعد سانس میں تیزی پیدا ہو جائے اور پسینہ بہت زیادہ آنے لگے۔

پیدائش کے بعد وزن میں اضافہ نہ ہو۔

بہت سی بیماریوں میں بظاہر تو نہیں ـــ ہوتا کہ بچہ دل کا مریض ہے لیکن اگر تشخیص کروائی جائے تو آلے کی مدد سے مرمر کو سنا جا سکتا ہے اس سے مراد ایسی آواز ہے جیسے پانی پینے کی یا پرنالہ گرنے کی ہوتی ہے یہ آواز دھیمی اور تیز بھی ہو سکتی ہے۔ اس آلے کی مدد سے ڈاکٹر علاج تجویز کرتا ہے اور مزید تحقیق کرواتا ہے۔

دل میں سوراخ ہونے سے کیا مراد ہے۔

بچوں میں دل کی بیماریوں کے دو بڑے گروپ ہیں۔ ایک تو دل کی بناوٹ کی خرابی جو پیدائشی ہوتی ہے یہ گٹھیا کا درد جس میں بخار بھی تیز ہوتا ہے۔ یا گلے کی تکلیف وغیرہ دل دراصل ایک پمپ ہے اور اس میں چار خانے ہوتے ہیں جس میں سے ایک پھیپھڑوں کی رگ نکلتی ہے اور ایک جسم کی رگ نکلتی ہے دل کے خانے اور رگیں جو ہوتی ہیں ان کے منہ پر والو لگے ہوتے ہیں جو دروازے کا کام کرتے ہیں تاکہ خون کی رفتار ایک جانب رہے یعنی دل کی کے درمیانی پردہ نے نیلے اور لال خون کو علیحدہ کر رکھا ہوتا ہے۔ اس پردہ میں پیدائشی طور پر سوراخ رہ جاتا ہے اس کو دل میں سوراخ ہونا کہتے ہیں دل کی بناوٹ کی خرابیوں میں یا تو سوراخ رہ جاتا ہے یا راستے کی تنگی ہو جاتی ہے جس سے خون کی گردش میں رکاوٹ ہوتی ہے بعض اوقات چار خانوں کے بجائے ایک خانہ غائب ہوتا ہے یا دو خانے جن کی پیدائشی طور پر تخلیق نہیں ہوتی۔ یہ ویسے بہت کم ہوتا ہے دل بچوں میں جو عام بیماری ہے وہ سوراخ کا رہ جانا ہے یہ سوراخ ـــ بعض بچوں کو تکلیف نہیں بھی دیتا ہے۔ البتہ ۵۰ فیصد نوزائیدہ بچوں میں یہ تکلیف دے سکتا ہے اور ۵۰ فیصد بچے ایسے ہوتے ہیں جن کو تکلیف نہیں ہوتی اس لئے والدین کو یہ مشورہ ہے کہ بچوں کو میڈیکل چیک اپ کروائیں تو امراض قلب کے ڈاکٹر کو دکھانا نہ بھولیں ایک دفعہ بچے کے دل کی تشخیص ضرور ہونی چاہئے۔ بچوں میں دل کے سوراخ کی نوعیت بھی الگ الگ ہوتی ہے اگر سوراخ بڑا ہو تو اس صورت میں اس بچے کا علاج بڑی احتیاط سے کرنا پڑتا ہے بعض اوقات قدرت مہربان ہو تو یہ درست ہے کہ چھوٹے سوراخ خود بخود بند ہو جاتے ہیں۔ تیس سے چالیس فیصد چھوٹے

سوراخ بند ہو سکتے ہیں لیکن یہ کہنا بہت مشکل ہے کہ کون سے بچے میں ایسا ممکن ہو سکتا ہے۔ بخار کی قسم جو بچوں کو بری طرح متاثر کر سکتا ہے (REUMATIC FEVER) یعنی جوڑوں کا بخار کہا جا سکتا ہے یہ بخار زیادہ تر غذائیت کی وجہ سے ہوتا ہے۔ ایسے گھرانے جو غریب ہیں اور جہاں بچوں کی تعداد زیادہ ہے ان میں گٹھیا کا مرض عام پایا جاتا ہے جبکہ بچے کے دل میں قدرتی طور پر کوئی نقص نہیں ملتا۔ دل کی بناوٹ نارمل ہوتی ہے مگر اس بخار اور دردوں کے بعد دل کے والوں کو نقصان پہنچتا ہے اور یہ بیماری پاکستانی بچوں میں عام پائی جاتی ہے اس بخار کے آنے کی ابتدائی علامات کچھ یوں ہوتی ہیں۔

پہلے تو بچے کے گلے میں درد ہوتا ہے اس کے ساتھ بخار آتا ہے پھر دو ہفتوں بعد جوڑوں میں درد ہوتا ہے اور جوڑوں میں سوجن پیدا ہو جاتی ہے، ٹانگوں اور بازوؤں کے جوڑ زیادہ سوج جاتے ہیں گے۔ بچہ کمزور ہوتا جاتا ہے۔ دل کی دھڑکن کی رفتار تیز رہنے لگتی ہے۔ اگر شروع میں اس کا ٹھیک علاج نہ کیا جائے تو بچے کے دل میں زخم ہونے شروع ہو جاتے ہیں اس لئے یہ بہت ضروری ہے کہ گلے میں درد ہو یا بخار ہو۔ فوراً (E N T) کے ڈاکٹر سے مشورہ کیا جانا چاہئے۔

اگر کوتاہی کی گئی تو نقصان ہوتا ہے۔ یعنی جان جانے کا امکانات ہوتے ہیں۔ اکثر والدین کافی وقت گزر جانے کے بعد بچوں کو اسپتال لے کر آتے ہیں۔ اور دل کی حالت کافی زیادہ خراب ہو چکی ہے۔ اور اس کی تندرستی کے مواقع کافی کم رہ جاتے ہیں۔ اس لئے اس قسم کے بخار کے بعد۔ دل امراض کے ماہر بچوں کے ڈاکٹر سے مشورہ کرنا بہت ضروری ہے تاکہ بچے کا دل پیچیدگیوں سے محفوظ رہ سکے۔

تحفے کے لیے لاجواب
طرح طرح کے ڈیزائنوں کا انتخاب

ایک ایسی سچی کہانی جس کو پڑھ کر آشکار ہو جاتا ہے کہ عورت کے اندر ساٹھ ہزار روحانی صلاحیتیں چھپی ہوئی ہیں۔ دُنیا کی ہر عورت اپنے اندر موجود ان صلاحیتوں کو بیدار کر کے آسمانی دنیا میں داخل ہو سکتی ہے۔

یہ کتاب خیر و شر کے تجربات اور روحانی کیفیات کی دستاویز ہے

اپنے قریبی بک اسٹال سے یا براہ راست ہم سے طلب فرمائیں۔ قیمت ۱۵/- روپے

مکتبہ روحانی ڈائجسٹ 1-K-13 ناظم آباد کراچی ۱۸ پوسٹ بکس ۲۲۱۳

عدیل نفیس خان

آنکھیں

پڑھائی اور آنکھیں لازم و ملزوم ہیں طالب علموں کے لئے اس سے بڑی نعمت کوئی اور نہیں ہو سکتی۔ خوب یاد رکھئے آنکھیں دنیا کی سب سے بڑی نعمت ہیں لہٰذا ان کی دیکھ بھال اور حفاظت بے حد ضروری ہے۔ اس مضمون میں آنکھوں سے متعلق چند بنیادی باتیں بتاؤں گا۔ جس طرح چراغ بجھ جانے پر گھر کے کونے کونے میں بھیانک اندھیرا چھا جاتا ہے بالکل اسی طرح آنکھیں خراب ہو جانے پر ساری دنیا اندھیر ہو جاتی ہے۔ دل بجھ جاتا ہے، امنگیں دم توڑ دیتی ہیں اور زندگی ایک بوجھ بن کے رہ جاتی ہے۔ علم انسان کے لئے چراغِ راہ کا حکم رکھتا ہے۔ علم کے بغیر انسانیت مکمل نہیں ہوتی۔ علم کا آنکھوں سے وہی تعلق ہے جو خوشبو کا پھول سے ہوتا ہے آنکھوں کی احتیاط اور حفاظت شروع ہی سے ہونی چاہیئے تاکہ آنکھیں آخر عمر تک آپ کا ساتھ دیں۔

دیر تک کام کرنے، تمباکو کے دھوئیں، تیز روشنی کی طرف دیکھنے یا آندھی کے اثر سے آنکھیں سوج جاتی ہیں۔ پپوٹے بوجھل معلوم ہونے لگتے ہیں، آنکھیں تھک جاتی ہیں اور کبھی ان میں جلن ہونے لگتی ہے۔ ایسی صورت میں آنکھوں کو گرم پانی سے سینک لینا چاہیئے۔ گرم پانی میں روئی کے پھائے بھگو کے آنکھوں پر رکھ لئے جائیں اور دو تین منٹ میں الگ کر دیئے جائیں، پھر ٹھنڈے پانی کے پھائے رکھے جائیں، اس طرح کیفیت دور ہو جاتی ہے اور آنکھیں خوشنما اور چمک دار ہو جاتی ہیں۔

بعض چیزیں آنکھوں کے لئے بہت زیادہ مضر ہیں، انہیں صحیح معنوں میں اپنی آنکھوں کا دشمن سمجھئے اور جس طرح آپ اپنے دشمنوں سے بچتے ہیں۔ ان سے بھی بچئے ان میں مندرجہ ذیل چیزیں شامل ہیں۔

کثرت سے نہانا، تیز و تند ہوائیں، منشیات، مسور، مرچ، رائی، لہسن باقلا اور پیاز کا بکثرت استعمال، گرد و غبار اور دھوئیں میں آنکھوں سے کام لینا، رونا یا آگ کو دیکھتے رہنا، بھری دوپہری کی تیز دھوپ میں دیر تک گھومنا اور جاگنا۔

وی سی آر کی بدولت ٹی وی دیکھنے کا رجحان بڑھ گیا ہے۔ ٹی وی بصارت کو بہت زیادہ نقصان پہنچاتا ہے جہاں تک ممکن ہو ٹی وی اور سینما سے بچئے۔

خوبصورت چیزوں کو دیکھنے، دور کے حسین مناظر پر نگاہیں جمانے اور کبھی کبھی باریک حروف پڑھنے سے آنکھوں کی ورزش ہو جاتی ہے۔ پلکیں جھپکانا بھی ایک قسم کی ورزش ہے۔ کوتاہ نظری، موتیا بند اور بھینگے پن کے [illegible] ورزش بہت مفید ہے۔

بار بار پلکیں جھپکانے سے نگاہ کو بہت آرام ملتا

ہے۔ جن لوگوں کی بینائی کمزور ہو، ان کے لئے یہ بہت اچھا طریقہ ہے کہ اپنی پلکوں کو بار بار جھپکنے کی عادت ڈال لیں۔

ہر دو منٹ میں کم سے کم تین مرتبہ آنکھیں جھپکانی چاہئیں۔ یہ بہت آسان اور معمولی سی بات ہے مگر اس سے آنکھ کو کافی آرام ملتا ہے۔

آنکھوں کو آرام اور ان کے آس پاس کی بناوٹ کو سکون دینے میں پانی بہت عمدہ چیز ہے۔ جب آپ منہ دھوئیں تو منہ کو پونچھنے سے پہلے چلو میں پانی لے کے آنکھوں سے دو انچ فاصلے پر لائیے اور آنکھیں بند کر کے ان پر پانی کا چھینٹا مار دیجئے۔ بیس پچیس مرتبہ یہ عمل کرنا چاہیے پھر تولیہ سے منہ پونچھ ڈالئے۔ اس صورت سے آنکھوں کی چمک بڑھ جاتی ہے۔ ہر مرتبہ چھینٹا مارنے سے ان میں تازگی آ جاتی ہے۔ جب بھی آپ اپنی آنکھوں میں تھکن محسوس کریں تو یہ عمل کریں۔ معمولاً دن میں تین مرتبہ تو ضرور کرنا چاہیے۔

پڑھتے وقت سطر کے لفظوں کے ساتھ اپنا سر بھی ایک طرف سے دوسری طرف گھماتے جائیے۔ ہر سطر کے پہلے اور آخری لفظوں پر پلکیں جھپکاتے رہیے۔ جو لوگ پڑھتے وقت آنکھیں نہیں جھپکاتے، ان کی نگاہیں کمزور ہو جاتی ہیں۔ خوب باریک تحریروں کو آنکھ سے قریب لا کے پڑھنے سے بھی آنکھ کی قوت بڑھتی ہے۔

لکھتے وقت قلم کی حرکت پر نگاہ رکھئے اور بار بار پلکیں جھپکاتے رہئے۔ قلم چلانے کے دوران سیاہ حرفوں پر نگاہیں جمائے رکھنا ٹھیک نہیں۔

جس کمرے میں آپ پڑھ رہے ہوں، اس میں کافی روشنی ہونی چاہئے۔ چمک دار کاغذ پر چھپے ہوئے باریک حروف نہ پڑھئے۔ دیر تک لگاتار بھی نہیں پڑھنا چاہئے۔ لیٹ کے کبھی نہ پڑھئے۔ ٹیک لگا کے پڑھنا بھی اچھا نہیں۔ تیز دوڑتی ہوئی سواری مثلاً ٹرین یا موٹر میں بیٹھ کر بھی پڑھنے کی کوشش میں ایک خاص مرکز پر آنکھوں کو قائم رکھنے کے لئے زور نہ ڈالیں۔ اگر آپ کھلی جگہ میں پڑھ رہے ہوں تو دھوپ یا سورج کی روشنی کو کتاب پر نہیں پڑنا چاہئے۔ دھوپ اور روشنی بہت تیز ہو تو آنکھوں پر ٹوپی کے کنارے سے سایہ کر لینا چاہئے۔ جب طبیعت کتاب [illegible] ہوں اور آپ کی نگاہیں اس پر گڑی ہوئی ہوں تو بھی بھی آنکھوں کو کتاب سے ہٹاتے رہیے۔ آنکھوں کو دور اور نزدیک اور دونوں جانب نیز اوپر نیچے پھرانا بھی چاہئے۔

متوازن اور عمدہ غذائیں تو عام تندرستی کے لئے نہایت ضروری ہے۔ آنکھوں پر بھی غذا کا بہت اچھا اثر ہوتا ہے۔ جو لوگ رتوندے کی بیماری میں مبتلا ہوتے ہیں اگر انہیں کافی اور مناسب غذا دی جائے تو بالکل اچھے ہو جاتے ہیں۔ آنکھوں کی اور بہت سی بیماریاں غذا کی اصلاح سے دور ہو جاتی ہیں۔ غذا میں دودھ، مکھن، اور کلیجی کا جزء بڑھا دینے سے آنکھوں کی کھجلی اور خشکی رفع ہو جاتی ہے۔

حیاتین الف آنکھوں کے جال دار پردے میں بکثرت موجود ہے۔ اس کی کمی سے آنکھیں کمزور ہو جاتی ہیں۔ پپوٹوں میں کھجلی ہونے لگتی ہے۔ ایسی صورت میں غذا کی اصلاح بہت ضروری ہو جاتی ہے اور ایسی غذائیں درکار ہوتی ہیں جن میں حیاتین الف موجود ہو۔ دودھ، مکھن اور کلیجی کا جزء اسی قسم کی چیزیں ہیں۔ انڈے کی زردی کھانے سے بھی آنکھ کا نور بڑھتا ہے۔

سگریٹ اور دوسری صورتوں سے تمباکو پینے والوں کی بینائی کمزور ہو جاتی ہے۔ تمباکو کے استعمال سے بصارت گھٹ جاتی ہے۔ رنگوں کا امتیاز کرنے کی طاقت کم ہو جاتی ہے اور بعض اوقات دونوں آنکھوں یا ایک آنکھ کی بینائی جاتی رہتی ہے، آدمی اندھا ہو جاتا ہے۔

اچھے اور خوشنما مناظر دیکھنے سے آنکھوں کو بڑی تراوٹ حاصل ہوتی ہے۔ اگر آپ کے مکان کی کھڑکیوں سے کوئی اچھا اور دلچسپ منظر دکھائی نہیں دیتا تو اپنے کمرے کی دیواروں پر پہاڑوں اور دوسرے دلکش مناظر کی تصاویر لگا لیجئے۔ اس قسم کی تصاویر انسانوں اور جانوروں کی تصویروں کے مقابلے میں آنکھوں کو زیادہ قوت دیتی ہیں۔

عینک لگانا مفید بھی ہے اور مضر بھی۔ بعض لوگ عینک کا سہارا لئے بغیر اپنا کام نہیں چلا سکتے۔ ان کی بہت سی ضروریات عینک سے پوری ہو جاتی ہیں۔ مگر ایسے افراد کی بھی کمی نہیں جن کی تکالیف عینک سے بڑھ جاتی ہیں۔ اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ عینک سے نقصان ضرور پہنچتا ہے یہ اور بات ہے کہ کم پہنچتا ہو یا زیادہ۔ عینک کتنی ہی اچھی کیوں نہ ہو، وہ نگاہ کو اصل حالت پر کبھی نہیں لا سکتی لہٰذا صرف انہی کو مفید ہوتی ہے جو کوتاہ نظری، بعید نظری اور دوسری بیماریوں کا شکار ہوں۔ جو لوگ عینک لگانے کے عادی ہو جاتے ہیں، وہ کبھی اس سے چھٹکارا حاصل نہیں کر سکتے۔ بینائی برابر کمزور ہوتی چلی جاتی ہے اور ہر سال عینک بدلوانی پڑتی ہے۔ ایسے نوجوان بھی موجود ہیں جو صرف آنکھوں کی خوبصورتی میں اضافہ کرنے کے لئے شوقیہ عینک لگاتے ہیں۔ یہ صورت بہت ہی خطرناک ہے۔ آنکھ کی چھوٹی چھوٹی بیماریوں اور دردِ سر دور کرنے کے لئے عینک کی عادت ڈال لینا ٹھیک نہیں۔ آنکھوں کے یہ مصنوعی سہارے اس وقت ضروری ہیں جب ان کے بغیر کام نہ چل سکتا ہو۔ اگر بڑھاپے کی وجہ سے نظر کمزور ہو جائے یا کسی اور بیماری کی وجہ سے آنکھ میں فرق آ جائے تو عینک استعمال کرنی چاہیے۔ فیشن کے طور پر عینک استعمال کرنا دانشمندی کے بالکل خلاف ہے۔

نوجوان رنگ برنگے چشمے بڑے شوق سے لگائے پھرتے ہیں۔ ان سے روشنی کی تیزی کم ہو جاتی ہے مگر ان کے مسلسل استعمال سے آنکھیں زیادہ حساس ہو جاتی ہیں اور پھر معمولی روشنی سے بھی ان پر سوجن آ جاتی ہے۔ آنکھوں کی صحت کے لئے سورج کی روشنی بہت ضروری ہے اور رنگین چشمے انہیں اس سے محروم کر دیتے ہیں۔ رنگین چشمے لگانے کا مقصد صرف اتنا ہے کہ آنکھ سورج کی تیز روشنی سے محفوظ رہے۔ اس لئے جب مطلع ابر آلود ہو یا دھوپ میں تیزی نہ ہو اور فضا میں ہلکی روشنی ہو تو رنگین چشمہ نہ لگائیں ورنہ نقصان ہوگا۔

پیرس میں دو جڑواں بہنوں کے یہاں جڑواں بچے پیدا ہوئے ہیں۔ ۲۲ سالہ ازابیل پالو اور اینٹ پیلے جڑواں پیدا ہوئی تھیں۔ لوگ انھیں سیامی بہنوں کے نام سے پکارتے تھے۔ گزشتہ برس ان دونوں کی شادی ہوئی۔ اب دونوں کے ہاں صرف آدھ گھنٹے کے فرق سے جڑواں لڑکیاں پیدا ہوئی ہیں۔ ان تمام بچیوں کا انفرادی وزن ۷ پونڈ ۹ اونس ہے۔ ان کی شناخت کے لئے اب ان کے نام بدل دیئے گئے ہیں۔ جڑواں ماؤں نے کہا ہے کہ ہم نے ہمیشہ ہر کام ایک ہی وقت اور ایک ہی طریقے سے کیا ہے۔ لیکن ہمیں یقین نہیں تھا کہ ہمارے یہاں ایک ہی وقت پر جڑواں بچے پیدا ہوں گے۔ خیر یہ خدا کی دین ہے۔

بچوں کے صفحات

بچوں کے اللہ میاں

پیارے بچو! تم لوگ جب خالی بیٹھے ہوتے ہو تو عجیب عجیب باتیں سوچتے رہتے ہو۔ تمہارا جی چاہتا ہے کہ امی ابو سے ان تمام باتوں کے جواب پوچھو مگر اُدھر سے اکثر ڈانٹ پڑ جاتی ہے، ہے نا؟ ہمیں یہ بھی پتہ ہے کہ زیادہ تر بچے اللہ میاں کے بارے میں سوچتے رہتے ہیں۔ اتنی پیاری پیاری سی دنیا بنانے والے پیارے سے اللہ میاں کیسے ہیں؟ کہاں رہتے ہیں؟ کیا کرتے ہیں؟ ہماری ساری باتیں سن کیسے لیتے ہیں؟ اور جب وہ ہم سے ملیں گے تو بھلا کیا باتیں کریں گے؟ لو بھئی بچو! ہم نے یہ صفحہ ایسی ہی باتوں کے لئے رکھا ہے۔ اللہ میاں کے بارے میں جو کچھ تمہارے ذہن میں ہے، ہمیں لکھ بھیجو، ہم اس صفحے پر تمہارے نام کے ساتھ شائع کر دیں گے۔ امی ابو سے ڈانٹ بھی نہیں پڑے گی اور تم سارے ساتھی ایک دوسرے کے خیالات بھی جان لو گے، ہے نا زبردست بات؟؟

تم سب کی باجی۔

رات کیوں آتی ہے؟

عمّارہ

پیاری باجی مجھے آپ سے ایک سوال پوچھنا ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ میاں نے رات کیوں بنائی ہے اگر دن ہی دن رہتا تو کتنا مزہ آتا مجھے رات بالکل اچھی نہیں لگتی کیونکہ رات کو مجھے ڈر بہت لگتا ہے۔

پیاری بیٹی! تم تو اتنی بہادر سی بچی ہو بالکل نارزن اور تم رات کو ڈرتی ہو؟ یہ کیسی بات ہے رات کوئی ڈرنے کیلئے تھوڑی ہوتی ہے بھئی اللہ میاں جو اتنے پیارے پیارے سے ہیں اور اپنے بندوں سے اتنی محبت کرنے والے ہیں وہ نہیں چاہتے کہ سارے لوگ کام کر کرکے تھک جائیں اور آرام نہ کر سکیں کیونکہ دن کے وقت تو صرف کام ہی کام ہوتا ہے لہٰذا انہوں نے رات کو بنایا تاکہ تھکے ہارے بندے آرام کی نیند سو سکیں تم خود سوچو کہ اگر رات نہ ہوتی تو کیسا بُرا سا لگتا ہر وقت سورج چمکتا رہتا یہ اتنے پیارے سے چاند ستارے بھلا کیسے نظر آتے۔ جگنو کیسے چمکتے دادی اماں ایسی مزے دار کہانیاں کیسے سناتیں گرم گرم لحاف میں گھس کر مونگ پھلیاں کون کھاتا اور گرمیوں میں کون چاندنی راتوں میں چھتوں پر سوتا۔ رات تو بہت اچھی چیز ہے.... عمارہ کیا تم اکیلی سوتی ہو؟؟ ہوں اب کبھی رات کو کلمہ پڑھنا بھول جاتی ہوگی بھئی جو بچے سوتے وقت کلمہ پڑھ کر سوتے ہیں انھیں تو بالکل ڈر نہیں لگتا لہٰذا اب تم اچھے اور بہادر بچوں کی طرح رات سے ڈرنا بالکل چھوڑ دو کیونکہ ڈرپوک بچے کبھی بڑے نہیں ہو سکتے اور تمھیں تو بڑی ہو کر بہت اچھے اچھے سے کام کرنے ہیں... ٹھیک ہے نا؟؟

اللہ میاں کے پاس اتنا سارا پانی کہاں سے آتا ہے؟

ثمن چشتی

باجی جان! یہ اللہ میاں کے پاس اتنا سارا پانی کہاں سے آتا ہے کہ وہ بارشیں برساتے ہی رہتے ہیں اور پانی ختم نہیں ہوتا؟ آپ میرا خط بیکار سمجھ کر پھینک نہ دیجئے گا جواب ضرور دیجئے گا؟

لو بھئی! اتنی اچھی سی ثمن کا خط آئے اور ہم اسے بیکار سمجھ کر پھینک دیں یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ رہی بات اتنے سارے پانی کی، تو بیٹا جان آپ اس سوال کو کر کے پکڑی گئیں کیوں سائنس کی کتاب اچھی نہیں لگتی یا مس پسند نہیں ہیں یا پھر سائنس کے پیریڈ میں تمھیں نیند بہت آتی ہوگی... اچھا اب غور سے سنو یہ جو سمندر ہے نا؟ ہاں وہی جسکے کنارے تم اونٹ پر بیٹھنے اور آئسکریم کھانے کیلئے مچل جاتی ہو اس سمندر کا پانی تیز دھوپ سے بخارات بنکر اوپر کی جانب اٹھتا ہے اور ٹھنڈی ہوا کی وجہ سے جم کر بادل بن جاتا ہے پھر جب یہ بادل آپس میں ٹکراتے ہیں تو ان سے آواز بھی نکلتی ہے اور یہی جس سے تم کو ڈر لگتا ہے اور بارش ہوتی ہے لہٰذا یہ بات اچھی طرح سمجھ لو کہ پانی اللہ میاں کے پاس جمع نہیں ہے بلکہ اللہ میاں کو پانی بنانا اور پھر اسے بارش کی شکل میں برسانا آتا ہے اس لئے کہ وہ اللہ میاں ہیں اور اللہ میاں کو سارے کام آتے ہیں سمجھ گئیں نا؟

کیا اللہ میاں بھی پہلے چھوٹے سے بچے تھے؟

عبدل احد

مجھے آپ کی باتیں اچھی لگتی ہیں کیونکہ آپ ہمیں اللہ میاں کی باتیں بتاتی ہیں کیا آپ کو اللہ میاں کی ساری باتیں پتہ ہیں؟ باجی مجھے یہ بتائیے کہ کیا اللہ میاں بھی پہلے میری طرح سے ایک چھوٹے سے بچے تھے؟

تم کو ہماری باتیں اچھی لگتی ہیں اور ہمیں تمھارے خط اچھے لگتے ہیں اور تمھارے مزے مزے کے

سوال۔ اور جناب ہمیں اللہ میاں کی ساری باتیں پتہ ہیں اب یہ پوچھو کہ کیسے ؟؟ جی جناب ہم پڑھتے ہیں روزانہ قرآن۔ اور وہ بھی اردو میں۔ تم جلدی جلدی اردو روانی سے پڑھنا سیکھ لو اور سورتوں کے ترجمے زبانی یاد کر لو پھر تم کو بھی اللہ میاں کی ساری باتیں خود بخود پتہ چل جائیں گی۔ اب سنو اپنے سوال کا جواب۔ اللہ میاں ہماری تمھاری طرح انسان تو ہیں نہیں کہ وہ پہلے چھوٹے بچے ہوں اور پھر بڑے ہو گئے ہوں تم نے تو خود ہی پڑھا ہو گا کہ نہ وہ کسی کے باپ ہیں اور نہ کسی کے بیٹے ہیں بھئی وہ تو ایک نور ہیں نہ وہ کھانا کھاتے ہیں نہ سوتے اور پڑھتے ہیں یہ سب کام تو ہمارے تمھارے کرنے کے ہیں اللہ میاں تو ایک ایسا نور ہیں جو ہمیشہ سے ہیں اور ہمیشہ رہیں گے۔

اللہ میاں نے بعض بچوں کو امیر اور بعض کو غریب کیوں بنایا؟

خولہ باسط

باجی میں ایک سوال اکثر امی ابی اور خالہ سے کرتی ہوں کہ اللہ میاں نے ان بچوں کو اتنا غریب کیوں بنایا ہے جو سڑکوں پر اور چوراہوں پر بھیک مانگتے ہیں؟؟ میری امی اور خالہ مجھے ڈانٹ کر چپ کروا دیتی ہیں اب آپ کو خط لکھ رہی ہوں آپ بھی مجھے ڈانٹ کر چپ نہ کروا دیجئے گا اور میرے سوال کو ضرور چھاپئے گا۔

ضرور بھئی ضرور۔۔۔ سوال بھی ضرور چھپے گا اور ڈانٹ بھی نہیں پڑے گی۔ ویسے تمھارا سوال ہے بڑا زبردست اور سنجیدہ۔ دیکھو بھئی بیٹے تو یہ سمجھ لو کہ اللہ میاں نے کسی کو بھی غریب اور امیر نہیں بنایا تم نے کبھی دیکھا کہ کسی پیدا ہونے والے ننھے سے بچے کے ہاتھ میں ڈھیر سارے پیسے ہوں؟ نہیں نا۔۔۔؟ ہر بچہ خالی ہاتھ ہی ہوتا ہے اب ہوتا یہ ہے کہ جو لوگ محنت کرتے ہیں لکھتے اور پڑھتے ہیں وہ امیر ہو جاتے ہیں اور انکے بچے بھی ظاہر ہے کہ امیر بچے بن جاتے ہیں جو بچے محنت نہیں کرتے وہ بڑے ہو کر غریب ہو جاتے ہیں اور ظاہر ہے کہ انکے بچے بھی غریب ہوتے ہیں وہ غربت کی وجہ سے نہ اسکول جا سکتے ہیں اور نہ ہی لکھ پڑھ سکتے ہیں اب اللہ میاں امیر لوگوں سے کہتے ہیں کہ زکواۃ دو اور خیرات کرو تاکہ جو لوگ غریب ہیں وہ بھی امیر بن جائیں مگر شاید ہم لوگ اللہ میاں کا کہنا نہیں سنتے اور ٹھیک سے خیرات نہیں کرتے۔ اچھا اب ایک اور کام کی بات سنو یہ جو چوراہوں اور سڑکوں پر بچے بھیک مانگتے ہیں یہ غربت کی وجہ سے نہیں مانگتے کیونکہ غریب ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ بچے بھیک مانگیں، بچے محنت مزدوری بھی کر سکتے ہیں اور پڑھ لکھ بھی سکتے ہیں یہ بچے اپنے بڑوں کے کہنے سے بھیک مانگتے ہیں یا ان لوگوں کے ظلم سے جو انہیں بچپن میں اغوا کر لیتے ہیں اور پھر زبردستی بھیک منگواتے ہیں لہذا یہاں پر بھی بندوں کا ہی قصور نکلا اللہ میاں تو بچوں سے بہت محبت کرتے ہیں اور وہ سب کو ایک ہی جیسا پیدا کرتے ہیں یہ امیری غریبی تو خود ہم لوگوں سے ہوئی ہے۔

چاند کی لائٹ ختم کیوں نہیں ہوتی؟

انمباز

باجی مجھے اللہ میاں بہت اچھے لگتے ہیں اور انکی وہ باتیں بھی بہت اچھی لگتی ہیں جو آپ ہمیں بتاتی ہیں مجھے آپ بھی بہت اچھی لگتی ہیں اور مجھے چاند بھی بہت اچھا لگتا ہے مگر مجھے ڈر لگتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ چاند کی لائٹ ختم ہو جانے اور بجھ جانے باجی یہ چاند کی لائٹ ختم کیوں نہیں ہوتی؟؟

کیوں ختم ہوگی چاند کی لائٹ۔ وہ کوئی بجلی سے تھوڑی جلتا ہے بھئی اسے تو اللہ میاں نے روشن کیا ہوا ہے وہ جب تک چاہیں گے چاند کی لائٹ یونہی برقرار رہے گی اور جب وہ چاہیں گے تب وہ بجھ جائے گا ویسے قرآن میں لکھا ہے کہ چاند کی لائٹ قیامت کے روز ختم ہو جائے گی اور ہاں ہمیں چاند اچھا لگتا ہے اور ہمیں تم اچھی لگتی ہو یہ تم نے بڑی پیاری بات۔

علم کا احترام

حنا کنول

مسجد نبویؐ کے صحن میں ایک بہت بڑے عالم دین ایک روز اپنے شاگردوں کو حدیث کا درس دے رہے تھے۔ یہ مسجد نبویؐ وہی مقدس مسجد ہے جس کو حضور اکرم محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں اس وقت تعمیر کیا تھا جب کہ آپؐ مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تھے۔

ان بزرگ عالم دین کا نام حضرت امام مالکؒ تھا۔ حضرت امام مالکؒ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایسا رتبہ دیا تھا کہ دور دراز ممالک سے طلباء ان کی خدمت میں حاضر ہو کر حدیث شریف کی تعلیم حاصل کرتے تھے۔ موطا حضرت امام مالکؒ کی ہی لکھی ہوئی مشہور احادیث کا مجموعہ ہے اور یہ کتاب آج بھی دین کا علم حاصل کرنے والے طالب علموں کو پڑھائی جاتی ہے۔

ہم اس وقت حضرت امام مالکؒ کے اس درس کے بارے میں تحریر کر رہے ہیں جو کہ وہ مسجد نبویؐ کے صحن میں اپنے شاگردوں کو دے رہے تھے، اس درس کے دوران ہی میں اچانک ایک بچھو آپ کے کرتے کے اندر کمر پر چڑھ گیا اور اس نے حسب عادت ڈنک مار دیا۔

بچھو کے ڈنک مارنے سے امام صاحبؒ کو بہت تکلیف ہوئی، لیکن حدیث شریف کے احترام کے خیال سے آپ نے اس تکلیف کو برداشت کیا۔

پیارے بچو! آپ یہ بات ضرور جانتے ہوں گے کہ حدیث ان اچھی باتوں کو کہتے ہیں جو ہمارے آقا اور اللہ کے آخری رسول حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف وقتوں میں ارشاد فرمائیں، قاعدہ یہ تھا کہ جب آپؐ کسی معاملے کے بارے میں کوئی بات ارشاد فرماتے تھے، یا کوئی شخص آپؐ سے کسی قسم کا سوال پوچھتا تھا اور آپؐ اس کا جواب دیتے تھے تو صحابہؓ ان باتوں کو لکھ لیا کرتے تھے۔ جنہیں لکھنا نہیں آتا تھا وہ خوب اچھی طرح یاد کر لیا کرتے تھے۔ یہی وہ پیاری پیاری باتیں ہیں جنہیں حدیث کہا جاتا ہے اور انہی سے ہمیں دین کی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔

اب آگے کی بات سنو! ایک دفعہ ڈنک مارنے کے بعد بچھو نے حضرت امام مالکؒ کی کمر پر پھر ڈنک مارا لیکن آپ نے پھر بھی کسی قسم کی بے چینی ظاہر نہ کی البتہ تکلیف کی وجہ سے آپ کے چہرے کا رنگ بدل گیا جسے آپ کے پاس بیٹھے ہوئے شاگردوں نے بھی محسوس کیا۔

اسی تکلیف کی حالت میں آپ نے شاگردوں کو پورا سبق پڑھایا اور جب سبق ختم ہو گیا تو

ایک شاگرد سے فرمایا: "ارے میاں ذرا میرا کرتا اٹھا کر تو دیکھو یہ میری کمر پر کیا چیز چڑھ گئی ہے؟"

شاگرد نے کرتا اٹھایا تو دیکھا کہ ایک بچھو ہے جس نے کمر اور پیٹھ پر متعدد جگہوں پر ڈنک مارا ہے۔ بچھو کو اسی وقت مار دیا گیا اور شاگردوں نے حضرت امام سے کہا "یا حضرت! آپ ایسی تکلیف میں سبق پڑھاتے رہے۔ اگر آپ اسی وقت فرما دیتے جس وقت بچھو آپ کی کمر پر چڑھا تھا تو ہم اسے فوراً ہلاک کر دیتے۔"

امام مالک نے جواب دیا: "اگر میں اپنی تکلیف کی وجہ سے ایسا کرتا تو سبق بیچ میں روکنا پڑتا اور ایسا کرنے سے تمہارا حرج ہوتا اس کے علاوہ اس احترام میں بھی فرق آتا جو ایک سچے مسلمان کے دل میں حدیث شریف کے لئے لازم اور ضروری ہے۔"

۱: جنوری ۱۹۷۶ء میں ہمدان کے قریب ایک گاؤں کو مقامی دیہاتیوں نے ۵۰ لاکھ ریال میں وزارتِ آرٹس کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ یہ گاؤں تین ہزار سال پرانا ہے۔

۲: تمام پرندے بولتے ہیں۔ لیکن سارس وہ واحد پرندہ ہے جو گونگا ہے۔

۳: اٹلی کا ایک شخص فرانسکو پازولی ۱۵۸۷ء میں پیدا ہوا اور ۱۱۴ سال خوشحال زندگی گزارنے کے بعد ۱۷۰۲ء میں اس کا انتقال ہوا۔ وہ اپنی تمام عمر میں ایک دن بھی بیمار نہیں ہوا تھا۔

۴: یونان کے ایک جزیرے کے لوگ ہر وقت کالا لباس پہنے رہتے ہیں۔ انہوں نے تقریباً ۱۵۰ سال قبل ترکوں سے شکست کھائی تھی۔ اس وجہ سے وہ آج تک کالا لباس پہن کر شکست کا سوگ مناتے ہیں۔

۵: پیرس سے ایک ایسا روزنامہ شائع ہوتا ہے جو صرف فقیروں کے لئے ہے۔ اس کے سارے ایڈیٹر معروف فقیر ہیں۔ وہ اپنے اخبار میں خبروں کے علاوہ بھیک مانگنے کے نئے نئے طریقے شائع کرتے ہیں۔

۶: ۱۸۵۰ء میں ایک فرانسیسی اخبار ربڑ پر چھپتا تھا۔ مقصد یہ تھا کہ اسے غسل کرتے وقت نہاتے وقت ٹب میں بھی پڑھا جا سکتا ہے۔ یہ اخبار پیرس میں کئی سال چھپتا رہا۔

۷: دنیا میں روشنی کا بلند ترین مینار یاماشیتا پارک (یوکوہاما، جاپان) میں ہے۔ یہ ۳۱۸ فٹ اونچا ہے۔ اور اس کی روشنی کو بیس میل کے فاصلے سے بخوبی دیکھا جا سکتا ہے۔ اس کی روشنی چھ لاکھ موم بتیوں کی روشنی کے برابر ہے۔

۸: ایک ایسا ٹائپ رائٹر ایجاد ہوا ہے جو الفاظ سن کر ٹائپ کرتا ہے۔ اس میں لگا ہوا کمپیوٹر آواز کو برقی لہروں میں تبدیل کرتا ہے پھر یہ لہریں حروف میں تبدیل ہو جاتی ہیں۔

آئیے محاورہ کھیل کھیلیں

پیارے بچو! تم سب نے مل کر ہمیں اور ہمارے ڈھیروں ساتھیوں کو اب تک الف سے لے کر ج کے محاورے سکھا دئے ہیں اب باری ہے حرف "چ" کی۔ چ کے محاورے بھی بہت بڑی تعداد میں ہمیں موصول ہوئے ہیں مگر ہم صرف وہ محاورے شائع کر رہے ہیں جو عام فہم ہیں یعنی تم لوگوں کی سمجھ میں آسانی کے ساتھ آ جائیں گے جن بچوں کے محاورے شائع کئے جا رہے ہیں، ان کے نام ہیں۔ نوین صدیقی۔ انیلہ راحت۔ حمزہ خان۔ ریحانہ احمد۔ منیر احمد۔ عامر۔ ساجدہ۔ منال بابر اور اجالا سحر۔ اگلے ماہ کیلئے تم لوگ حرف "ح" کے محاورے ابھی سے ڈھونڈ کر ہمیں روانہ کر دو تاکہ دیر ہو جانے کی وجہ سے تمہارے محاورے ضائع نہ ہو جائیں۔

تمہاری باجی۔

چار دن کی چاندنی پھر اندھیری رات

یہ محاورہ تم لوگوں نے اپنے بڑوں سے اکثر سنا ہو گا اور اسکا مطلب یہ ہے کہ چند دنوں کی راحت اور عیش و آرام کے بعد پھر وہی غربت و پریشانی کے دن۔ یہ محاورہ عموماً ایسے موقع پر استعمال کیا جاتا ہے جب کوئی خوشی یا راحت چند دنوں کیلئے آنے اور پھر رخصت ہو جانے۔

چلو بھر پانی میں ڈوب مرنا

کسی شخص کو شرم اور غیرت دلانے کیلئے کہا جاتا ہے کہ چلو بھر پانی میں ڈوب مرو یعنی اس ذلت آمیز کام یا غلطی کرنے سے بہتر ہے کہ تم کسی گمنام جگہ جا کر مر جاؤ۔ یہاں مر جانے سے مطلب ہے منہ چھپانا اور نادم ہونا۔

چور چوری سے جائے ہیرا پھیری سے نہ جائے

یہ محاورہ ایسے موقع پر استعمال کیا جاتا ہے کہ جب کسی شخص کی بری عادتوں کا تذکرہ کیا جائے مطلب اس محاورے کا یہ ہے کہ بری عادتیں ذرا دیر ہی سے جاتی ہیں اور ہر شخص خواہ اپنی کتنی ہی اصلاح کر لے کہیں نہ کہیں اور کبھی نہ کبھی اسکی بری عادت ضرور سامنے آتی ہے یعنی اگر کوئی چور چوری سے توبہ بھی کر لے پھر بھی

چونڈا دھوپ میں سفید نہیں کیا

بچو! یہ محاورہ تم نے اکثر اپنی نانی اماں یا دادی اماں سے سنا ہوگا جب کبھی تم لوگ ان سے کچھ چھپانے کی کوشش کرتے ہو یا جھوٹ بولتے یا اپنی کسی شرارت پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرتے ہو تب نانی اماں مزید غصہ ہو کر کہتی ہیں۔ "اے ہے بچے! ہم نے یہ چونڈا دھوپ میں سفید نہیں کیا۔ اب پہلے تم چونڈے کا مطلب سمجھو۔ چونڈے کا مطلب ہے سر۔ اور دھوپ میں سفید نہ کرنا سے مراد ہے کہ اتنی عمر خواہ مخواہ ہی یا بیکار نہیں گزر گئی ہے بلکہ تجربات و مشاہدات بھی ہوتے ہیں اور سر کے بال جو ہیں وہ ایک لمبی عمر گزارنے کی وجہ سے سفید ہوتے ہیں۔ یہاں انکا مقصد تمھیں یہ جتانا ہوتا ہے کہ تم جو بات چھپانے کی کوشش کر رہے ہو وہ اسے اچھی طرح سمجھ رہی ہیں اور یہ کہ وہ اتنی نا سمجھ نہیں ہیں جتنی کہ تم سمجھ رہے ہو#

جسے خدا رکھے اسے کون چکھے

نپولین بونا پارٹ نے ایک جنگ میں اپنے سپاہیوں کے سامنے جرأت و بے خوفی کی انوکھی مثال پیش کی۔ دشمن کے توپ خانہ کا ایک گولہ اس کے گھوڑے کے پچھلے قدموں میں آکر گرا مگر پھٹ نہ سکا۔ نپولین نے کوئی پروا نہ کی اور وہیں کھڑا رہا۔ چند لمحے بعد گولہ پھٹا تو نپولین گھوڑے سمیت ساٹھ فٹ دور جا گرا مگر حیرت ناک بات یہ تھی کہ گھوڑے اور سوار دونوں کو کوئی گزند نہ پہنچی

ہاتھی کے پیٹ میں ضیافت

۱۸۱۷ میں پیرس کے چڑیا گھر میں ایک انوکھی دعوت ہوئی۔ ہاتھی کی کھال میں بھس بھروائی گئی۔ مجسمہ مکمل ہوگیا تو ایک عظیم الشان دعوت منعقد کی گئی جس میں شہر کے نامور لوگوں نے شرکت کی۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ دعوت ہاتھی کے مجسمے کے پیٹ کے کھوکھلے حصہ میں ہوئی۔

شوہر کے ماتھے پر بیوی کا نام

کانگو کے بگمی (یونے) قبائل میں رواج ہے کہ عورت اپنے خاوند کے ماتھے پر ایک نوکیلے بھالے سے اپنا نام گدواتی ہے۔ مقصد یہ ہوتا ہے کہ کوئی دوسری عورت اس پر اپنا حق نہ جتا سکے۔

سونے کی کان پانچ سو پونڈ میں

برطانیہ کے ایک شخص البرٹ یوجین کارلٹن کو ۲۵ سال کی عمر میں صرف پانچ سو پونڈ کے عوض سونے کی ایک کان کی پیشکش کی گئی لیکن اس نے خریدنے سے انکار کر دیا۔ کارلٹن کو وہم تھا اس کی زندگی کے صرف چھ ماہ باقی ہیں مگر وہ ۶۵ برس تک زندہ رہا۔ اور وہی کان ایک برطانوی فرم نے ایک کروڑ دس لاکھ پونڈ میں خریدی۔

چھوٹی موٹی چوری سے باز نہیں آتا۔

چادر دیکھ کر پاؤں پھیلانا

یعنی اپنی حیثیت کے مطابق خرچ کرنا یا گزر بسر کرنا عموماً یہ محاورہ ایسے وقت استعمال کیا جاتا ہے جب کوئی شخص بے جا خرچ کر رہا ہو یا فضول خرچی کا مظاہرہ کر رہا ہو تم لوگوں نے عام زندگی میں بھی اسکا مشاہدہ کیا ہوگا کہ اگر کبھی چادر اوڑھ کے لیٹا جائے اور چادر چھوٹی ہو تو پیر لمبے کرنے سے پیر کھل جاتے ہیں جس سے نہ صرف سردی لگتی ہے بلکہ دیکھنے میں بھی برا محسوس ہوتا ہے لہذا ہم فوراً ہی اپنے پیر سکیڑ کر اتنے کر لیتے ہیں جتنی کہ ہماری چادر ہوتی ہے بس اسی کیفیت کو محاورے کا روپ دے دیا گیا ہے جسکا مطلب یہ ہوا کہ اپنی حیثیت سے بڑھکر خرچ کرنا بیوقوفی ہے۔

چوکڑی بھول جانا

دراصل چوکڑی بھرنا اچھل کود کرنے کو کہتے ہیں یعنی گھوڑے یا ہرن کی طرح بے فکری کے ساتھ دوڑ لگانا اچھلنا اب ذرا اس بات کی روشنی میں اس محاورے کو دیکھو، یعنی سست پڑ جانا، گھبرا جانا، خاموش ہو جانا یا ہوش نہ رہنا اگر کوئی شخص کسی ناگہانی مصیبت کے سامنے گھبرا جائے یا کسی بات کو سنکر ہنستے ہنستے اچانک گھبرا کر خاموش ہو جائے تب ایسے موقع پر کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص اپنی چوکڑی بھول گیا۔

چوری اور سینہ زوری

یہ محاورہ اکثر بڑے بوڑھے ایسے بچوں کیلئے استعمال کرتے ہیں جو شرارت، بدتمیزی یا گستاخی کرنے کے باوجود شرمندہ یا نادم نہیں ہوتے بلکہ مزید سرکشی دکھاتے ہیں اور اس محاورے کے معنی بھی یہی ہیں کہ ایک تو چوری کی جائے اور پھر پکڑے جانے پر سینہ زوری کی جائے یعنی قصور کر کے بے شرمی دکھائی جائے

چلتی کا نام گاڑی

عموماً یہ محاورہ ایسے موقع پر استعمال کیا جاتا ہے کہ جب کسی کام کے نہ ہونے سے کچھ ہونا بہتر ہو یعنی بالکل رکا ہوا نہ ہو بلکہ جیسے تیسے ہو رہا ہو تب کہا جاتا ہے کہ چلتی کا نام گاڑی یعنی حرکت میں برکت ہے جو چیز چل رہی ہے خواہ وہ کیسے ہی چل رہی ہو اسے غنیمت سمجھنا چاہئیے لفظی مطلب ہوا جیسے تیسے گزارہ کرنا۔

چولی دامن کا ساتھ

دو آدمی یا دو چیزوں کا ایک ساتھ مل کر رہنا اکثر دو آدمیوں کی آپس کی محبت اور دوستی کو چولی دامن کا ساتھ کہتے ہیں اب یہ سمجھ لو کہ چولی کہتے ہیں کرتے یا قمیض کے اوپری حصے کو اور دامن کہتے ہیں نچلے حصے کو اب لباس کیلئے ان دونوں چیزوں کا ساتھ ہونا ضروری ہوتا ہے اسی بات کو مثال کے طور پر کسی بھی دو چیزوں یا دو افراد کی دوستی کیلئے پیش کیا جاتا ہے۔

ماں

میں اپنی ماں کی دعاؤں کا ایک حصہ ہوں — میں اس کے سینے میں دل کی طرح دھڑکتا ہوں
کرن کرن میں ڈھلا ہے وجود ماں کے طفیل — میں روشنی کی علامت ہوں استعارہ ہوں
یہ تربیت ہے مری ماں کی اعلیٰ وارفع — میں بُردباری، شرافت کا اِک نمونہ ہوں
مرے عمل سے کسی کا کہیں دُکھا نہ ہو دِل — میں اپنے آپ سے اکثر سوال کرتا ہوں
کبھی بھی مجھ سے وہ ناراض ہو نہیں سکتی — وہ چاہتی ہے مجھے خوب، میں سمجھتا ہوں
وہ غم گسار ہے، مونس ہے، رہنما ہے مری — اگر وہ پاس نہیں ہے تو میں ادھورا ہوں
خدایا عمر مری ساری ماں کو لگ جائے — خدا سے میں یہی اکثر دُعائیں کرتا ہوں
رسول پاکؐ کا فرماں "قدم تلے ہے بہشت" — میں ماں کے قدموں کی عظمت قبول کرتا ہوں
وہ اپنے ظرف میں گہرے سمندروں کی طرح — میں اس کے سامنے ادنا سا ایک قطرہ ہوں

میں کھاؤں گردشِ دوراں سے خوف کیوں ناصف
میں اپنی ماں کی دُعاؤں کے ساتھ رہتا ہوں

(عبدالحکیم ناصف)

خواجہ شمس الدین عظیمی

آپ کے مسائل

ملاقات

شمیم صاحبہ

امریکہ

اللہ تعالیٰ نے آپکو روحانی علوم عطا کئے۔ مگر یہ کیسا فیض ہے کہ آپ ضرور تمند غریبوں لاچاروں اور زمانے کے ستائے ہوئے مجبور لوگوں سے بات کرنا پسند نہیں فرماتے اور ان کو تڑپا رہے ہیں جس کے پاس کچھ نہیں ہے وہ آپ کے پاس اتنی دور کیسے پہنچے۔ آپ لوگوں کیلئے آسانی پیدا کریں اور ان کو وقت دیں۔ مجھے اس بات کا بھی یقین ہے کہ آپ میرے تاثرات شائع نہیں کریں گے۔

جواب۔ آپ کے طویل خط میں سے جہاں آپ نے میری تعریف میں سات آسمان اور زمین ایک کر دیئے ہیں وہاں آپ کی ناراضگی بھی میرے لئے ایک اعزاز ہے اسلئے کہ آدمی اسی ہی سے ناراض ہوتا ہے جس سے تعلق خاطر ہوتا ہے۔ جہاں تک ملاقات کا مسئلہ ہے میں سب سے ملتا ہوں۔ لیکن میں نے ہر کام کیلئے اوقات مقرر کر رکھے ہیں۔ اس وقت میری پوزیشن یہ ہے کہ میں ہر ماہ ۲۲ مراقبہ ہال تقریباً سات ہزار خطوط کی نگرانی کرتا ہوں۔ روحانی ڈائجسٹ کیلئے نور الٰہی نور نبوت، صدائے جرس، مسائل کا حل لکھتا ہوں۔ جنگ کیلئے ہر ہفتہ کالم لکھتا ہوں۔ مرکزی مراقبہ ہال اور جامع مسجد سرجانی ٹاؤن کے تعمیری کاموں کو دیکھتا ہوں۔ پھر جمعہ کے روز ڈھائی تین سو لوگوں سے بالمشافہ ملاقات کر کے ان کے مسائل کا حل پیش کرتا ہوں۔ ہفتہ کے روز مرکزی مراقبہ ہال سرجانی ٹاؤن کراچی میں خواتین کے مسائل کا حل پیش کیا جاتا ہے، خواتین کی تعداد بھی سیکڑوں سے اوپر ہوتی ہے۔ یہ سب لکھنے کا منشا صرف یہ ہے کہ میں نے اپنی بساط کے مطابق، اپنے ناتواں جسم سے یہ حتی المکان کوشش کی ہے کہ مجھ سے کسی کو شکایت نہ ہو پھر بھی مجھ سے

کوتاہی ہو جائے تو اس کیلئے معذرت خواہ ہوں۔
آپ کیلئے اس فقیر نے دعا کی ہے دیکھئے غیب سے کیا نوید آتی ہے۔

خوش ہو کر کھاؤ پیو

میں اکثر پریشان رہتا ہوں اور ساری رات سو نہیں سکتا ذہنی مریض بن گیا ہوں ایسا وظیفہ بتا دیں کہ میں ذہنی سکون حاصل کر لوں اور دنیا میرے لئے دلچسپ بن جائے۔ میرے اوپر دنیا کی بے ثباتی کا غلبہ رہتا ہے۔ ہر وقت سوچتا رہتا ہوں کہ جب ہر چیز فانی ہے تو اسمیں دلچسپی لینے کا کیا فائدہ؟ شہنشاہ ایران جیسا بادشاہ خالی ہاتھ چلا گیا۔ اسکو اپنے وطن میں قبر بھی نصیب نہیں ہوئی۔

جواب۔ اس دنیا کو پکنک پوائنٹ سمجھنا چاہیے۔ ہر چیز دلچسپی کے ساتھ خوش ہو کر استعمال کی جائے۔ آرام و آسائش کی ہر چیز کو خوب جی بھر کر برتا جائے۔ لیکن جب پکنک کا وقفہ ختم ہو تو ہر چیز کو خوشی خوشی چھوڑ دیا جائے۔ اللہ رب العالمین دنیا میں رونق کو پسند کرتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ ہر انسان دنیا میں اپنا اپنا کردار ادا کرے۔ محنت مزدوری کرے۔ نئی نئی ایجادات کرے۔ تاکہ اللہ کی نشانیاں سامنے آئیں۔ انسانی تخلیقات سے بھی اللہ کی مخلوق کو فائدہ پہونچے۔ لیکن دل اور دماغ کیلئے مرکزیت صرف اللہ کیلئے ہو۔ جسطرح ایک باپ اپنی اولاد کیلئے آسائش و آرام کا سامان مہیا کرتا ہے ہر باپ کی خوشی اسی میں ہے کہ بچے کھائیں، پئیں، پہنیں، اوڑھیں، سیر و تفریح کریں۔ اگر بچے باپ کی جائیداد یا باپ کے عطا کردہ وسائل کو تو اہمیت دیں اور باپ کی حیثیت ان کے نزدیک ثانوی ہو تو باپ ایسی نالائق اولادوں سے خوش نہیں ہوتا۔ یہ ساری کائنات اور انسان جس کیلئے کائنات بنائی گئی ہے اللہ کی اولاد۔ اور مخلوق ہے..... مخلوق جب کھاتی پیتی ہے پہنتی اوڑھتی ہے، صاف ستھری رہتی ہے تو اللہ بھی خوش ہوتا ہے۔

انگوٹھی

عطیہ خانم

روحانی ڈائجسٹ سے آپکے ہی بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق چاندی کی بنی ہوئی انگوٹھی کا استعمال شروع کیا۔ اس انگوٹھی کی وجہ سے فائدہ رہا۔ لیکن اب عرصہ ایک سال سے انگوٹھی والی جگہ پر گوشت اسطرح سرخی مائل ہو گیا ہے جیسے کھال چھل گئی ہے جو کہ سخت تکلیف دیتی ہے۔ مرہم وغیرہ لگاتی رہتی ہوں مگر تکلیف بدستور ہے۔ اسکی کیا وجہ ہے جب کہ اسکے پہننے سے کافی فائدہ ہوا ہے آپ سے گزارش ہے کہ مشورہ سے مطلع فرمادیں۔ ویسے روحانی ڈائجسٹ منسلک ہے ایک بار پھر واضح کرتی چلوں کہ انگوٹھی راس آئی ہے اسے اتارنا نہیں چاہتی۔ آخر اب یہ اتنی تکلیف کیوں دے رہی ہے۔ اسکی کیا وجہ ہے؟

جواب۔ انگوٹھی کو انگلی میں ہلایا جلایا نہ جائے تو پانی لگنے کی وجہ سے انگوٹھی کے نیچے مستقل نمی رہتی ہے، اس نمی سے کھال نرم اور سفید ہو جاتی ہے۔ بعد میں انگوٹھی لگنے سے کھال چھل جاتی ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ انگوٹھی تنگ اور انگلی موٹی ہو جاتی ہے۔ ایسا ہونے سے بھی کھال چھل جاتی ہے۔ انگوٹھی اتار کر چھلی ہوئی جگہ سرسوں کا تیل لگائیں۔ جب انگلی ٹھیک ہو جائے تو دوبارہ انگوٹھی پہن لیں۔ یا ایسا کریں کہ انگوٹھی برابر والی دوسری انگلی میں پہن لیں۔

فجر کی اذان

عرض ہے کہ آپ نے احساس کمتری اور "خوف" کیلئے روحانی ڈائجسٹ میں بتایا تھا۔ کہ صبح اور شام خمیرہ مروارید آدھی آدھی چمچی پر گیارہ دفعہ بسم اللہ الرحمان الرحیم پڑھکر کھائیں اور رات سوتے وقت ایک سو بار یا حفیظ پڑھکر آنکھیں بند کر کے بیٹھ جائیں اور پندرہ منٹ تک نیلی روشنی کا مراقبہ کریں۔ پوچھنا یہ ہے

کہ اس مراقبہ کو ہم صبح فجر کے وقت کر سکتے ہیں یا نہیں کچھ ایسی مصروفیات ہیں جس کی وجہ سے میں رات کو مراقبہ نہیں کر سکتا۔

جواب۔ آپ صبح بہت سویرے بیدار ہو کر فجر کی اذان اور نماز کے درمیانی وقفہ میں مراقبہ کر سکتے ہیں۔

مناسب وقفہ

روحانی ڈائجسٹ کے ذریعہ آپکی خدمت میں ایک مسئلہ پیش کر رہی ہوں۔ مسئلہ اگرچہ انفرادی ہے مگر یہ بہت ساری خواتین کا بھی مسئلہ ہے۔

وقفہ حمل کیلئے کوئی موثر طریقہ نہیں ہے اور جو طریقہ کار موجود ہیں یا دستیاب ہیں انکے اثرات بہت پریشان کن اور تکلیف دہ ہیں۔

آپ سے درخواست ہے کہ کوئی دیسی یا روحانی جو بھی بہتر ہو علاج بتائیں جس سے وقت بچوں کی پیدائش میں وقفہ اختیار کیا جا سکے۔

ہمارے خاندان کی کم از کم چار لڑکیوں کا یہ مسئلہ ہے۔ بچوں میں ماہ، سال،،، ماہ کے فرق ہیں۔ جسکی بنا پر ماں کی صحت بھی متاثر ہوتی ہے اور بچوں کی تربیت بھی بہت مشکل امر بن جاتی ہے کوئی مناسب طریقہ بتائیں جو کہ (SIDE EFFECTS) بھی نہ رکھتا ۔ کوئی مناسب طریقہ معلوم نہ ہونے کے باعث ۵ سال میں ۳ بچے ہو چکے ہیں۔

جواب۔ فیملی پلاننگ والے ایسے طریقوں سے واقف ہیں جن کا کوئی سائیڈ ایفیکٹ نہیں ہوتا۔ آپ وہاں جا کر لیڈی ڈاکٹر یا خواتین منتظمین سے معلومات حاصل کر سکتی ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ مسئلہ اپنی جگہ اہمیت کا حامل ہے۔ لیکن بہت سی باتیں اگر زبانی بیان کرنے کے بجائے تحریر میں لائی جائیں تو تحریر بے حجاب ہو جاتی ہے۔ روحانی ڈائجسٹ بچے، بوڑھے سب یکساں ذوق و شوق سے پڑھتے ہیں۔ کوشش کی جاتی ہے کہ تحریر میں عریانی یا بے حجابی نہ ہو------!

مشورہ

عالیہ ۔ ا ۔ م

میرا مسئلہ یہ ہے کہ مجھ میں عقل بالکل نہیں ہے ہر ایک کی سنی سنائی باتوں میں آجاتی ہوں چھوٹی سی بات سمجھ میں نہیں آتی۔ چھوٹا سا بھی کوئی کام ہو میں بالکل اپنی عقل سے نہیں کر سکتی۔ کسی سے کوئی ہنر وغیرہ پوچھتی ہوں تو سمجھانے والا سمجھا کر تھک جاتا ہے مگر میری سمجھ میں نہیں آتا۔ اب مجھے گھر کے تمام افراد بے وقوف، عقل سے پیدل، کند ذہن اور نہ جانے کس کس طرح کے نام لے کر پکارتے ہیں۔ میں بہت پریشان ہوں خدا کیلئے مجھ غریب کا یہ مسئلہ حل کر دیں میرا ذہن تیز ہو جائے میں عقل والی بن جاؤں۔ میری طرح اور بھی بہت سی بہنیں ہیں، انہیں بھی فائدہ ہو گا۔

جواب۔ رات کو سونے سے پہلے ۱۰۰ بار اللہ لا الہ الا ہو الحیی القیوم پڑھکر نیلی روشنی کا مراقبہ کریں۔ زیادہ وقت بزرگوں کے ساتھ گزاریں اور بزرگوں کی باتوں کو توجہ سے سنتی رہیں۔ جب بزرگ بات کرتے ہوں تو دخل نہ دیں خوب غور سے سنتی رہیں۔ اس طرز عمل سے آپ عقلمند ہو جائیں گی اور دوسرے آپ سے مشورہ کیا کریں گے۔

نسوانی مرض

ہما رضا
کراچی

میرا مسئلہ دنیا کا سب سے پیچیدہ مسئلہ ہے میں بچپن ہی سے بہت حساس رہی ہوں لیکن بچپن میں تیز طرار تھی جیسے جیسے بڑی ہوتی گئی مجھ میں منفی خیالات بڑھتے گئے ایک کام کو دس مرتبہ ذہن میں دہراتی ہوں۔ ذہن پر اتنا شدید بوجھ ہے کہ ایسا لگتا ہے کہ یہ پھٹ جائے گا۔ لوگوں کی باتوں کو دل پر لے جاتی ہوں کچھ سمجھ

نہیں آتا تھی کہ ماں باپ کی بات بھی بری لگتی ہے کوئی جواب ہی نہیں پاتا سیدھے طرف اور الٹی طرف ہاتھ میں شدید درد رہتا ہے اب تو پورا جسم کھنچ سا گیا ہے ہر وقت اپنے آپ سے باتیں کرتی رہتی ہوں۔ کھانے پینے کا ہوش نہیں سر میں جبڑوں میں آنکھوں میں درد اور جلن رہتی ہے کسی کل چین نہیں ملتا۔ لگتا ہے کہ مجھے کوئی شدید بیماری لاحق ہو گئی ہے خدارا میری مدد فرمائیں اور روحانی طریقہ سے معلوم کریں کہ مجھے کون سی بیماری ہو گئی ہے۔ اور اسکا علاج کس طرح ممکن ہے میں کوئی وظیفہ نہیں کروں گی اور نہ کوئی ڈاکٹری علاج کروں گی۔ پوری رات تکلیف رہتی ہے اپنے اوپر جبر کرنے سے بہت ساری بیماریوں کا شکار ہو گئی ہوں ابھی تو میں صرف ۲۵ سال کی ہوں آگے زندگی کیسے گزاروں گی کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔

جواب۔ آپ کو نسوانی مرض لاحق ہے۔ جب خواتین کے اندر ماہانہ نظام درست نہیں رہتا۔ تو جسم میں ایسی رطوبتیں پیدا ہو جاتی ہیں کہ ان سے کئی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ مثلاً پیٹ کا بڑا ہونا، گیس کی وجہ سے دل کے اوپر دباؤ، ہاتھوں پیروں اور رگوں کا کھنچنا، سر درد، گھبراہٹ اور بے چینی، بیزاری، منفی خیالات کا ہجوم۔ منفی خیالات کے ہجوم سے ٹینشن اور وسوسوں میں مبتلا ہو جانا ---- میری تشخیص کے مطابق آپ بھی نسوانی مرض میں مبتلا ہیں تجربہ کار لیڈی ڈاکٹر سے علاج کرائیں۔ اور رات کو ۱۰۰ بار یا حفیظ پڑھکر پندرہ منٹ تک بینگنی رنگ کی روشنی کا مراقبہ کریں۔ روزانہ صبح ایک چٹکی کلونجی تازہ پانی کے ساتھ کھائیں چکنائی اور فرج میں رکھی ہوئی چیزوں سے پرہیز کریں۔

خون کی کمی

جمیلہ اختر

پانچ سال سے آیام کی کمی کی شکایت ہے شروع شروع میں میں نے اتنا غور نہیں کیا مگر بعد میں میرے پورے جسم پر بال پیدا ہونے لگے تین سال سے میں ایک عجیب سی کیفیت سے دوچار ہوں میرے پورے جسم میں سوئیاں چبھتی ہیں ہلکی سی خارش ہوتی ہے پھر بہت سارے بال نکل آتے ہیں یہ سوئیاں اس طرح سے چبھتی ہیں جیسے کہ گرمی کے موسم میں گرمی دانے انسان کو چبھتے ہیں یا یہ کہ کسی نے اچانک پن چبھو دی ہو اس سلسلے میں ڈاکٹروں اور حکیموں سے رجوع کیا کسی کی سمجھ میں نہیں آیا سب یہی کہتے ہیں کہ خون کی کمی ہے۔

جواب۔ نیلی شعاعوں کا تیل کمر میں ریڑھ کی ہڈی کے جوڑ پر جو کولہوں کے درمیان ہوتا ہے۔ دائروں میں رات کو سوتے وقت اور صبح دس دس منٹ مالش کرائیں اس کے ساتھ ساتھ لیڈی ڈاکٹر سے رجوع کریں اس کی ہدایت پر عمل کریں۔ رات کو سونے سے پہلے پندرہ منٹ جامنی رنگ کی روشنی کا مراقبہ کریں۔

شادی

۱۔ میری امی چاہتی ہیں کہ اسی سال شادی ہو جائے والدین صرف شرافت چاہتے ہیں لوگ غریب ہوں مگر عزت کرنے والے ہوں۔

۲۔ ابھی تک خاندان سے اچھا رشتہ نہیں آیا کیونکہ ہمارے خاندان میں کچھ تو پڑھے لکھے ہی نہیں ہیں اور کچھ معمولی پڑھے ہیں۔

۳۔ میرا مسئلہ یہ ہے کہ جہاں شادی کرنا چاہتی ہوں وہاں میرے گھر والے راضی نہیں ہوتے۔

۴۔ شادی نہیں ہوتی جو رشتہ آتا ہے وہ واپس چلا جاتا ہے۔

نوشین۔ ارم۔ شاہدہ ناز۔ عائشہ عظمیٰ۔ ش۔ زینب بانو۔ تسنیم۔ شفیعہ مہوش۔ شمیم اختر۔ صوفیہ ظہور۔ اے اے۔ خدیجہ۔ فوزیہ شکور۔ منور سلطانہ۔ درباز خان ساجدہ۔ صائمہ۔ زینب خاتون۔ موسیٰ آدم۔ نوشین

فاروق

جواب۔ تہجد کی نفلوں کے بعد ۳ ، سورہ اخلاص پڑھکر شادی کیلئے دعا کریں۔ جب تک مقصد پورا ہو یہ عمل جاری رکھیں ناغہ کے دن شمار کر کے بعد میں پورے کر لیں۔

فزیو تھراپی

سعدیہ

لاہور

بات کچھ یوں ہے کہ دو تین سال قبل میں اپنی سہیلیوں کے ساتھ جھولا جھول رہی تھی اچانک ایک لڑکی نے دھکا دیا اور میں تقریباً دو فٹ کی بلندی سے نیچے گری اور میرا وزن تمام تر میرے بائیں گھٹنے میں آگیا اور وہ مڑ کر سیدھا ہو گیا۔ بہت شدید تکلیف ہوئی میں نے کسی کو نہیں بتایا پھر ایک دفعہ یہ ہوا کہ میں بس سے نیچے اترنے لگی تو گھٹنا اتنی دور سے مڑا کہ لگتا تھا کہ گھٹنے کے جوڑ الگ ہو گئے ہیں امی ڈاکٹر کے پاس لے کر گئیں ایکسرے بالکل ٹھیک نکلا۔ دو ہفتے پہلے میں اسکول میں بھی واپس مڑنے لگتے ہیں جیسے ہی مڑی پلٹ کر گئی اور میرے گھٹنے کا جوڑ باہر کو نکل گیا خواہ انکل آپ بالکل یقین نہیں کریں گے کہ کمرے کمرے ہی میں گر گئی گرتے ہی تمام وزن پورے کا پورا اس بائیں ٹانگ پر پڑ گیا اور وہاں سے گھٹنے کی ہڈی باہر آگئی یعنی گھٹنے کے دو حصے ہو گئے پھر ہسپتال لے جاتے لے جاتے خود ہی اپنی جگہ پر سیٹ ہو گئی اتنی شدید تکلیف ہوئی کہ میں آپ کو بتا نہیں سکتی ایکسرے بالکل ٹھیک آیا ہے ڈاکٹر نے کہا کہ خون جم گیا تھا۔

جواب۔ روغن سورنجان تلخ کو گھٹنے کے جوڑ پر اور نیلی شعاعوں کا تیل گردن کے جوڑ پر دائروں میں ایک ماہ تک مالش کریں۔ زیادہ بہتر ہے کہ فزیو تھراپی کرائیں مالش میں تیل یہی استعمال کریں۔

روزگار اور برکت

مجھے پڑھ ... نوکری ملی ہے لیکن میرے والد میری سروس ... ہیں۔ ایسا وظیفہ بتائیں کہ میرے والد سروس کی اجازت دے دیں۔

۲۔ میں شادی شدہ ہوں اور بے روزگار ہوں جسکی وجہ سے میں معاشی پریشانیوں کا شکار ہو گیا ہوں۔

۳۔ میرا بزنس ۱۰ سال سے بالکل ختم ہو چکا ہے جسکی وجہ سے اولاد میری بالکل عزت نہیں کرتی کوئی ایسا وظیفہ بتائیں کہ میرا کاروبار دوبارہ سے چل پڑے۔

۴۔ کاروبار میں ترقی کیلئے وظیفہ بتا دیں۔

محمد نذیر خان۔ کلثوم بیگم۔ محمد الیاس۔ طیب کیف نورالدین خان۔ وصی الدین خان۔ محمد سلیم۔ ایک بہن۔ روبینہ۔ عطاء اللہ شیخ۔

جواب۔ ہر نماز کے بعد آپ سب ایک تسبیح یا رزاق پڑھکر اپنے اوپر دم کریں، دعا کیا کریں۔ کوشش کریں کہ صبح جلدی سو کر اٹھیں اور نماز قائم کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے :- " صبح کا سونا۔ رزق کو کم کر دیتا ہے "۔

چلتے پھرتے وضو اور بغیر وضو یاحی یاقیوم کا ورد کریں۔

الرجی

میرے بھائی نعیم احمد کو الرجی کی شکایت ہے دھوپ میں جانے یا گرم کپڑے پہننے سے ہوتی ہے جب الرجی ہوتی ہے تو سارے جسم پر سفید دانے ہو جاتے ہیں سارا جسم سرخ ہو کر سوج جاتا ہے اور بے تحاشہ خارش ہوتی ہے۔ ایسا دن میں کئی بار ہوتا ہے۔

جواب۔ کتاب روحانی علاج میں " الرجی۔ کا علاج ہے آپ بھی اس کے مطابق عمل کریں۔ انشاء اللہ الرجی کا مرض ختم ہو جائے گا۔ کھانوں میں سرخ مرچ، گرم مصالحہ انڈے اور چائے سے پرہیز کریں۔

مختصر مختصر

خدیجہ۔
کھانوں میں نمک کم کردیں۔ اور مٹھاس کی مقدار بڑھادیں پیر سن نہیں ہوں گے۔

محمد لطیف۔
کتاب روحانی نماز میں سے لکنت کا علاج کریں۔ انشاء اللہ فائدہ ہوگا۔

جاوید اقبال، شائستہ نقیر محمد، فہمیدہ، سائرہ، زینب، آصف خان۔
آپ روحانی ڈائجسٹ میں شائع شدہ "حوروں سے ملاقات۔" کا عمل کریں۔ اللہ کے فضل و کرم سے چہرہ میں کشش پیدا ہو جائے گی۔

حاجی محمد امین صاحب۔
رات کو ۱۰۰ بار بسم اللہ الرحمان الرحیم الرجال قوامون علی النساء پڑھکر پندرہ منٹ تک سبز روشنی کا مراقبہ کریں۔ گرم اشیاء سے پرہیز کریں۔

کرن خان۔
غصہ کرنے والوں کیلئے اللہ نے تنبیہ کی ہے۔

قرآن میں ہے۔
جو لوگ غصہ کو کھاتے ہیں اور لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں۔ اللہ ایسے احسان کرنے والوں بندوں سے محبت کرتا ہے۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ غصہ کرنے والے لوگوں سے محبت نہیں کرتا۔
کتنی یہ نصیبی اور بدبختی ہے کہ ہم خود اپنے بھائیوں، بہنوں، دوستوں اور رشتہ داروں پر غصہ کر کے اللہ کی محبت سے محروم ہو جاتے ہیں۔ جبکہ غصہ کا کوئی مادی فائدہ بھی نہیں ہے۔ آپکو جب بھی غصہ آئے آپ اس آیت کی تلاوت کیا کریں۔

والکاظمین الغافی والعافین عن الناس واللہ لحب المتجس۔ زیر زبر کسی حافظ قرآن سے درست کرالیں۔

محمد ظفر مرزا ڈنمارک۔
برکت اور مقاصد میں کامیابی کیلئے چلتے پھرتے کثرت سے یاحی یاقیوم کا ورد کریں۔

اکبر علی خان۔
اپنی والدہ صاحبہ سے کہیں کہ وہ عشاء کے بعد ۴۱ بار سورہ کوثر پڑھکر بہن کے مستقبل کیلئے دعا کریں۔

ہما منیر، عدنان، یاسین، شمع، مشتری، خانم۔
جسم پر چہرہ پر اور سینہ پر مردوں کی طرح بال نکلنے اور جنسی تبدیلی میں ہارمونز کا عمل دخل ہوتا ہے۔ ہوشیار اور تجربہ کار لیڈی ڈاکٹر سے مشورہ کریں اور انکی ہدایات پر عمل کریں۔
عظمیٰ۔ صبح نہار منہ ایک پیالی گرم پانی میں ایک بڑا چمچہ شہد ملا کر پی لیا کریں۔ موٹاپے کا اچھا علاج ہے

محمد عثمان، عظیم، سلمہ شیخ۔
سر پر گنج دور کرنے کیلئے اور بال بڑھانے کیلئے روغن گلو سبز سر میں اچھی طرح مالش کریں۔ مفید علاج ثابت ہوا ہے۔

ایک خاتون۔
آپ کے شوہر شک اور وہم کے مریض ہیں۔ نفسیاتی معالج سے علاج کرانا ضروری ہے شوہر کے دل میں سے نفرت، غصہ، ضد، شک اور آپکی طرف سے بدگمانی ختم ہو جائے گی اگر علاج کی طرف توجہ نہ دی گئی تو خدا نخواستہ دماغی مریض بن جائیں گے۔

عامر شرف الدین، محمد حماد اصغر، عبد الجبار خان، محمد یوسف بٹ، جاوید، افضال الحق، یاسمین، ندیم احمد خان لودھی۔
آپ سب رات کو سونے سے پہلے ۱۰۰ بار یا حفیظ پڑھکر دس منٹ تک جامنی رنگ و روشنی کا مراقبہ کریں۔ اندرونی پوشیدہ امراض کیلئے جامنی رنگ و روشنی کا مراقبہ بہت مفید ہے۔

یاسمین ناز۔
مطلوبہ عمل کی اجازت ہے۔

نورین۔
وظیفہ کے دوران ناغہ کے دنوں کو شمار کر کے بعد میں پورے کر لیں۔

افتخار حسین دستگیر۔
ان اللہ علی کل شئی قدیر نوے دن تک پڑھیں انشاء اللہ رزق میں برکت ہوگی۔

نبیلہ۔
کتاب روحانی نماز میں سے ایک وقت میں ایک ساتھ دو وظیفے پڑھے جا سکتے ہیں۔

محمد آصف۔
آپکو روحانی نماز کتاب میں سے دماغی کمزوری کا علاج کرنے کی اجازت ہے۔

ارشد بیگ۔
گلے میں سامنے کی طرف ہڈی کا ابھار کوئی بیماری نہیں ہے۔ جسم پر گوشت بھر جانے سے ہڈی چھپ جاتی ہے۔ اچھی غذا کھائیں صحت اچھی ہونے پر ہڈی کا ابھار نظر نہیں آئے گا۔

شاکر علی۔
خوش رہیں اور دوسروں کو خوش رکھیں۔ خوبصورت نظر آئیں گے۔

حافظ بشیر احمد۔
جوانی میں چونکہ جذبات میں گرمی اور شدت ہوتی ہے اسلئے جنسی خیالات آتے ہیں۔ انکو کنٹرول کرنے کیلئے اولیاء اللہ کے واقعات پڑھیں اور پانچ وقت نماز کی پابندی کریں۔ سونے سے پہلے سبز روشنی کا مراقبہ کریں

نیو مہران ٹیلرز
نزد فوکس اسٹوڈیو
تلک چاڑی
فون 36855
حیدر آباد (سندھ)

مرکزی مراقبہ ہال کراچی کی رپورٹ کے مطابق

سالانہ ایک لاکھ چوالیس ہزار تین سو ساٹھ (۱,۴۴,۳۶۰) خطوط کے ذریعے اللہ کی مخلوق کے مسائل کا حل پیش کیا جاتا ہے۔ لاکھوں خطوط کے علاوہ بالمشافہ ملاقات کرنے والے خواتین و حضرات کی تعداد اس سے الگ ہے۔ شعبۂ خدمتِ خلق کے نگراں

خواجہ شمس الدین عظیمی کو

رجوعِ خلائق نے اللہ کی مخلوق کا دوست بنا دیا ہے۔

اللہ کی مخلوق کے دوست خواجہ شمس الدین عظیمی نے ایک کتاب

آوازِ دوست

لکھی ہے۔

- یہ کتاب حقیقت پر مبنی کہانیوں پر مشتمل ایک دستاویز ہے۔
- اس بات سے متعلق کہ آدمی پریشان اور بے سکون کیوں ہے۔ اور کس طرح اُسے زندگی کا سکون میسر آسکتا ہے۔
- جن لوگوں نے اس کتاب کا مطالعہ کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ہر کہانی کوزہ میں سمندر ہے۔

قیمت /۳۵ روپے

مکتبۂ روحانی ڈائجسٹ 1-K-13 ناظم آباد کراچی ۱۸ پوسٹ بکس ۲۲۱۳

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

سلسلۂ عالیہ عظیمیہ کے برادران و دختران ہمشیرگان اور قارئین روحانی ڈائجسٹ کے لئے یہ خبر باعث رنج و الم ہوگی کہ بہت پیارے بزرگ حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی کے دوست جناب غلام قادر عظیمی صاحب اس دنیا کا سفر پورا کرکے عالمِ اعراف کے سفر پر روانہ ہو گئے ہیں۔ غلام قادر صاحب لندن مراقبہ ہال کی نگراں باجی اختر سلطانہ کے شوہر تھے اللہ نے انہیں بہت ساری خوبیوں کا پیکر بنایا تھا ان کے اندر بزرگوں کے لئے انتہائی درجے کا پیار تھا اپنے مرشد کریم خواجہ شمس الدین عظیمی سے خاص قلبی لگاؤ تھا خواجہ صاحب جب پہلی مرتبہ ۱۹۹۲ء میں لندن تشریف لے گئے تو باجی اختر سلطانہ اور قادر بھائی کو میزبانی کا شرف نصیب ہوا۔

برطانیہ میں سلسلۂ عالیہ عظیمیہ کی مقبولیت جب بہت زیادہ ہوئی اور عظیمی سلسلے کی شمع پر بے شمار پروانے نچھاور ہونے لگے تو ہر پروانے کی یہ قدرتی خواہش ہوئی کہ اباجی ہمارے ہاں قیام کریں لیکن اباجی نے ہمیشہ یہی کہا "قادر بھائی کا گھر میرا گھر ہے" ہمارے ایک دوست ڈاکٹر جنیتا فوجہ صاحب کہتے تھے وہ اونٹنی پہلے دن جہاں بیٹھ گئی، بیٹھ گئی۔

۲۰ مئی ۱۹۹۱ء کو بروز جمعہ قادر بھائی کی تجہیز و تکفین ہوئی

مرکزی مراقبہ ہال مانچسٹر برطانیہ سے محترمہ باجی سیدہ خاتون عظیمی اور عبدالحفیظ بٹ صاحب تشریف لائے غسل کی سعادت ڈاکٹر ممتاز ظفر عظیمی کو نصیب ہوئی پھولوں کا ایک گلدستہ حضور قلندر بابا اولیاء کی طرف سے اور ایک گلدستہ مرشد کریم حضور اباجی کی طرف سے قادر بھائی کو پیش کئے گئے۔ نماز جنازہ مسجد میں ہوئی جس میں ایک ہجوم نے شرکت کی

سلسلۂ عالیہ عظیمیہ کے لندن میں رہنے والے بہن بھائیوں نے ایثار و محبت کا کھلم کھلا مظاہرہ کیا ان کے نام یہ ہیں، باجی بلقیس طاہرہ عظیمی نے پورے ایک ہفتہ تک مہمانوں کی تواضع کی اللہ تعالیٰ انہیں خوش رکھے، نجمہ بہن، بلقیس احمد، عابدہ، شاہ بھائی، اصغر بھائی، ملک صادق، اسلم خان اور پرکاش صاحب وغیرہ بھی قابلِ تذکرہ افراد ہیں میری مرشد کریم سے مودبانہ درخواست ہے کہ ان سب حضرات کے لئے اور بیرونِ لندن سے آنے والے تمام عظیمی بہن بھائیوں کے لئے خصوصی دعا فرمائیں اور باجی اختر سلطانہ صاحبہ کو اللہ تعالیٰ صبر عطا کرے۔ اس کے لئے خصوصی توجہ فرمائیں اللہ تعالیٰ قادر بھائی کو حضور قلندر بابا اولیاء کی قربت اور سیدنا حضور اکرم صلوٰۃ وسلم کی شفاعت سے اعلیٰ مقام عطا فرمائیں۔

(آمین یا رب العالمین)

مرکزی مراقبہ ہال کراچی کی رپورٹ کے مطابق

سالانہ ایک لاکھ چوالیس ہزار تین سو ساٹھ (۱،۴۴،۳۶۰) خطوط کے ذریعے اللہ کی مخلوق کے مسائل کا حل پیش کیا جاتا ہے، لاکھوں خطوط کے علاوہ بالمشافہ ملاقات کرنے والے خواتین و حضرات کی تعداد اس سے الگ ہے۔ شعبۂ خدمتِ خلق کے نگراں

خواجہ شمس الدین عظیمی کو

رجوعِ خلائق نے اللہ کی مخلوق کا دوست بنا دیا ہے۔

اللہ کی مخلوق کے دوست خواجہ شمس الدین عظیمی نے ایک کتاب

آوازِ دوست

لکھی ہے۔

- یہ کتاب حقیقت پر مبنی کہانیوں پر مشتمل ایک دستاویز ہے۔
- اس بات سے متعلق کہ آدمی پریشان اور بے سکون کیوں ہے۔ اور کس طرح اُسے زندگی کا سکون میسر آسکتا ہے۔
- جن لوگوں نے اس کتاب کا مطالعہ کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ہر کہانی کوزہ میں سمندر ہے۔

قیمت /۳۵ روپے

مکتبہ روحانی ڈائجسٹ 1-K-13 ناظم آباد کراچی ۱۸ پوسٹ بکس ۲۲۱۳

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْن

سلسلۂ عالیہ عظیمیہ کے برادران و دختران ہمشیرگان اور قارئین روحانی ڈائجسٹ کے لئے یہ خبر باعث رنج والم ہوگی کہ بہت پیارے بزرگ حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی کے دوست جناب غلام قادر عظیمی صاحب اس دنیا کا سفر پورا کرکے عالمِ اعراف کے سفر پر روانہ ہوگئے ہیں۔ غلام قادر صاحب لندن مراقبہ ہال کی نگراں باجی اختر سلطانہ کے شوہر تھے اللہ نے انہیں بہت ساری خوبیوں کا پیکر بنایا تھا ان کے اندر بزرگوں کے لئے انتہائی درجے کا پیار تھا اپنے مرشد کریم خواجہ شمس الدین عظیمی سے خاص قلبی لگاؤ تھا خواجہ صاحب جب پہلی مرتبہ ۱۹۸۲ء میں لندن تشریف لے گئے تو باجی اختر سلطانہ اور قادر بھائی کو میزبانی کا شرف نصیب ہوا۔

برطانیہ میں سلسلۂ عالیہ عظیمیہ کی مقبولیت جب بہت زیادہ ہوئی اور عظیمی سلسلے کی شمع پر بے شمار پروانے نچھاور ہونے لگے تو ہر پروانے کی یہ قدرتی خواہش ہوئی کہ اباجی ہمارے ہاں قیام کریں لیکن اباجی نے ہمیشہ یہی کہا "قادر بھائی کا گھر میرا گھر ہے" ہمارے ایک دوست ڈاکٹر چغتائی صاحب کہتے تھے وہ اونٹنی پہلے دن جہاں بیٹھ گئی، بیٹھ گئی۔

۳ مئی ۱۹۹۱ء کو بروز جمعہ قادر بھائی کی تجہیز و تکفین ہوئی

مرکزی مراقبہ ہال مانچسٹر برطانیہ سے حضرت باجی سیدہ خاتون عظیمی اور عبدالحفیظ بٹ صاحب تشریف لائے غسل کی سعادت ڈاکٹر ممتاز ظفر عظیمی کو نصیب ہوئی پھولوں کا ایک گلدستہ حضور قلندر بابا اولیاء کی طرف سے اور ایک گلدستہ مرشد کریم حضور اباجی کی طرف سے قادر بھائی کو پیش کئے گئے۔ نماز جنازہ برٹش مسجد میں ہوئی جس میں ایک ہجوم نے شرکت کی

سلسلۂ عالیہ عظیمیہ کے لندن میں رہنے والے بہن بھائیوں نے ایثار و محبت کا کھلا مظاہرہ کیا ان کے نام یہ ہیں، باجی بلقیس طاہرہ عظیمی نے پورے ایک ہفتے تک مہمانوں کی تواضع کی اللہ تعالیٰ انہیں خوش رکھے، نجمہ بہن، بلقیس احمد، عابدہ، شاہ بھائی، اصغر بھائی، ملک صادق، اسلم خان اور پرکاش صاحب وغیرہ بھی قابل تذکرہ افراد ہیں میری مرشد کریم سے مودبانہ درخواست ہے کہ ان سب حضرات کے لئے اور بیرون لندن سے آنے والے تمام عظیمی بہن بھائیوں کے لئے خصوصی دعا فرمائیں اور باجی اختر سلطانہ صاحبہ کو اللہ تعالیٰ صبر عطا کرے۔ اس کے لئے خصوصی توجہ فرمائیں اللہ تعالیٰ قادر بھائی کو حضور قلندر بابا اولیاء کی قربت اور سیدنا حضور اکرم صلوٰۃ وسلم کی شفاعت سے اعلیٰ مقام عطا فرمائیں۔

(آمین یا رب العالمین)

رنگ و نور

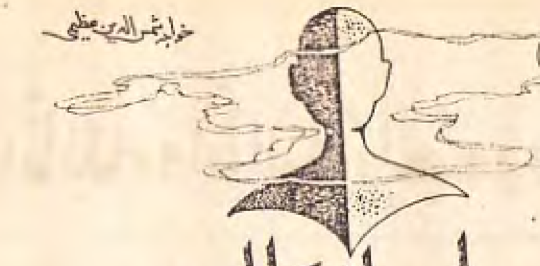

خواجہ شمس الدین عظیمی

پیراسائیکالوجی

روحانی اسکالر جناب شمس الدین عظیمی "رنگ و نور" کے عنوان سے روزنامہ جنگ میں ہر بدھ کو پیراسائیکالوجی پر مضمون لکھتے رہے ہیں۔ جس میں انسانی تفکر اور وجود کائنات کی حقیقت واضح کی گئی ہے۔ ادارہ روحانی ڈائجسٹ نے اپنے قارئین کے لئے خصوصی طور پر یہ مضامین قسط وار شائع کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ (ادارہ)

قرآن پاک میں ارشاد ہے کہ اللہ سماوات اور ارض کی روشنی ہے مطلب واضح ہے کہ سماوات اور زمین پر جو کچھ بھی موجود ہے اس کے اوپر نور اور روشنی محیط ہے یعنی کائنات میں ہر شے نور کے غلاف میں بند ہے موجودہ سائنس کا عقیدہ یہ ہے کہ زمین پر موجود ہر شے کی بنیاد یا قیام لہر اور صرف لہر پر ہے ایسی لہر جس کو روشنی کے علاوہ اور کوئی نام نہیں دیا جا سکتا۔ علم، مراقبہ، پیراسائیکالوجی کا ایک شعبہ ہے۔ اس شعبے میں ایسے علوم سے بحث کی جاتی ہے جو حواس کے پس پردہ شعور سے چھپ کر کام کرتے ہیں۔ اس بات کو مثال سے سمجھنے کی کوشش کیجئے۔

جب ہم کسی سخت چیز کو دیکھتے ہیں تو ہمیں اس چیز کی سختی کا علم دیا جاتا ہے حالانکہ ہمارے دماغ کے اوپر وہ سخت چیز ٹکراتی نہیں ہے سائنس کے نقطہ نظر اور مخفی علوم کی روشنی میں ہر شے دراصل شعاعوں یا لہروں کے مجموعہ کا نام ہے۔ جب ہم کسی لکڑی یا لوہے کی طرف کسی بھی طریقہ سے متوجہ ہوتے ہیں تو لکڑی یا لوہے کی شعاعیں ہمارے دماغ کو باخبر کر دیتی ہیں باخبری کیلئے یہ ضروری نہیں کہ لکڑی یا لوہے کی سختی کو چھو کر محسوس کیا جائے۔

غور طلب بات یہ ہے کہ شعاع یا لہر اپنے اندر سختی رکھتی ہے اور نہ وزن پھر نہیں یہ علم کیسے ہو جاتا ہے کہ فلاں چیز سخت ہے یا فلاں چیز نرم ہے۔ ہم پانی کو دیکھتے ہیں یا چھوتے ہیں تو فوراً ہمارے دماغ میں یہ بات آجاتی ہے کہ یہ پانی ہے حالانکہ ہمارے دماغ میں پانی کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ یعنی دماغ بھیگتا نہیں ہے۔ جب ہمارا دماغ بھیگتا نہیں ہے تو ہم یہ کیسے کہہ دیتے ہیں کہ یہ پانی ہے۔

آج کے دور میں رنگ کی قسمیں سائنس سے زیادہ دریافت ہو چکی ہیں جب ہم کوئی رنگ دیکھتے ہیں تو نہ صرف یہ کہ ہم اس رنگ کو فوراً پہچان لیتے ہیں بلکہ رنگ کے ہلکے یا تیز اثرات سے براہ راست متاثر ہوتے ہیں۔ ہرا رنگ اور ہریالی دیکھ کر ہمیں سکون محسوس ہوتا ہے مسلسل اور متواتر سرخ رنگ سامنے رہنے سے ہمارے دماغ پر ناگواری کے اثرات مرتب ہوتے ہیں یہی نہیں بلکہ اعتدال سے زیادہ سرخ رنگ کے اثرات دماغ کو غیر متوازن بھی کر دیتے ہیں۔

نظریہ رنگ و نور کی روشنی میں حقائق یہ ہیں کہ ہر شے الگ اور متعین مقدار کے ساتھ موجود ہے لہروں یا شعاعوں کی معین مقداریں ہی ہر شے کو ایک دوسرے سے الگ کرتی ہیں اور ہر شے کی لہریں یا شعاعیں ہمیں اپنے وجود کی اطلاع فراہم کرتی ہیں ہر موجود شے دراصل لہروں یا شعاعوں کا دوسرا نام ہے اور ہر شے کی لہر یا شعاع ایک دوسرے سے الگ یا مختلف ہے اگر ہمیں یہ معلوم ہو جائے کہ انسان، حیوان اور جمادات میں کس کس قسم کی لہریں کام کرتی ہیں اور ان لہروں پر کس طرح کنٹرول حاصل کیا جاتا ہے تو ہم ان چیزوں کو اپنے ارادے سے متاثر کر سکتے ہیں۔ لہر یا شعاع دراصل ایک جاری و ساری حرکت ہے اور ہر شے کے اندر لہروں یا شعاعوں کی حرکت کا ایک قانون ہے ہمارے ارد گرد بہت سی آوازیں پھیلی ہوئی ہیں، یہ آوازیں بھی لہروں کی شکل میں موجود ہیں۔ آواز کی لہروں کے قطر بہت چھوٹے اور بہت بڑے ہوتے ہیں۔

آنکھ کے پردوں پر جو عمل ہوتا ہے وہ روشنی لہر سے بنتا ہے۔ آنکھ کی حس جس قدر تیز ہوتی ہے اتنا ہی وہ رو کو زیادہ قبول کرتی ہے اور اتنا ہی رو میں امتیاز کر سکتی ہے۔ سائنس آف میڈیٹیشن کا اصل اصول یہ ہے کہ آنکھ کی حس کو اس قدر تیز کر دیا جائے کہ علم مراقبہ کا طالب علم رو اور حواس کی لہروں میں امتیاز کر لے۔ آنکھیں بھی حواس میں شامل ہیں۔ لیکن یہ ان چیزوں کا جو باہر سے دیکھتی ہیں زیادہ اثر قبول کرتی ہیں۔ باہر کا عکس آنکھوں کے ذریعے اندرونی دماغ کو متاثر کرتا ہے۔ اسی شکل یہ ہوتی ہے کہ حواس تازہ یا افسردہ ہو جاتے ہیں۔ کمزور ہو جاتے ہیں یا طاقتور۔ ان ہی باتوں پر دماغی کام کا انحصار ہے۔ سائنس دانوں نے اندازہ لگایا ہے کہ چار سو قطر سے نیچے کی آوازیں اور ایک ہزار چھ سو قطر سے زیادہ اونچی آوازیں آدمی نہیں سن سکتا۔ البتہ سولہ سو قطر سے نیچے کی آوازیں برقی رو کے ذریعے سنی جا سکتی ہیں۔ اور یہ اس لئے ممکن ہے کہ ہمارے تمام حواس اور خیالات بجائے خود "برقی رو" ہیں اگر ہمارے خیالات برقی رو سے الگ کوئی چیز ہوتے تو برقی رو کو قبول ہی نہ کرتے۔ پیراسائیکالوجی کے ایک شعبے مراقبہ میں یہی خیالات جو دراصل برقی رو ہیں، دوسرے آدمی کو منتقل کئے جاتے ہیں۔ خیالات منتقل کرنے کیلئے اس بات کی ضرورت پیش آتی ہے کہ یہ رو کسی ایک ذرے پر یا کسی ایک سمت یا کسی ایک رخ پر مرکوز ہو جائے۔ اگر یہ تھوڑی دیر بھی مرکوز رہے تو دور دراز تک اپنے اثرات مرتب کرتی ہے ....

صرف انسان کو بلکہ ان چیزوں کو بھی متاثر کرتی ہے جو ذی روح نہیں سمجھی جاتیں۔ قانون یہ ہے کہ ہم جو کچھ دیکھتے ہیں وہ باہر نہیں دیکھتے۔ کائنات کا ہر مظہر ہمارے اندر موجود ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ ہم کسی چیز کا مشاہدہ اپنے اندر کرتے ہیں اور یہ سب کا سب ہمارا علم ہے۔ اگر فی الواقع ہمیں کسی شے کے بارے میں علم نہ ہو تو ہم اس چیز کو نہیں دیکھ سکتے۔

مراقبے میں یہ مشق کرائی جاتی ہے کہ اشیاء ہمارے اندر موجود ہیں۔ مشق کی تکمیل کے بعد انسان یہ دیکھنے لگتا ہے کہ فلاں چیز میرے اندر موجود ہے اور مسلسل توجہ کے بعد اس چیز پر نظر ٹھہر جاتی ہے۔

مشقوں کا تذکرہ کرنے سے پہلے نظر کا قانون سمجھ لینا بھی ضروری ہے۔ آدمی دراصل نگاہ ہے۔ نگاہ یا بصارت جب کسی شے پر مرکوز ہو جاتی ہے تو اس شے کو اپنے اندر جذب کر کے اسکرین پر لے آتی ہے اور دماغ اس چیز کو دیکھتا اور محسوس کرتا ہے اور اس کے معنی پہناتا ہے نظر جب کسی شے کو اپنا ہدف بناتی ہے تو دماغ کی اسکرین پر اس شے کا عکس قائم ہو جاتا ہے اور پلک جھپکنے کے عمل سے یہ بہت آہستہ آہستہ مدھم ہو کر حافظہ میں چلا جاتا ہے اور دوسرا عکس

دماغ کی اسکرین پر آجاتا ہے اگر نگاہ کو کسی ہدف پر پندرہ سیکنڈ سے زیادہ مرکوز کر دیا جائے تو ایک ہی ہدف بار بار دماغ کی اسکرین پر وارد ہو کر حافظہ پر نقش ہوتا رہتا ہے مثلاً ہم کسی چیز کو پلک جھپکائے بغیر مسلسل ایک گھنٹہ تک دیکھتے رہیں تو نگاہ قائم ہو جاتی ہے۔ اور دماغ میں یہ یکسوئی ذہنی انتشار کو ختم کر دیتی ہے، ہوتے ہوتے یہ مشق اتنی مستحکم ہو جاتی ہے کہ شے کی حرکت صاحب مشق کے اختیار اور تصرف میں آجاتی ہے اور وہ شے کو حسب منشا حرکت دے سکتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ نگاہ کی مرکزیت کسی آدمی کے اندر قوت ارادی کو جنم دیتی ہے اور قوت ارادی سے انسان جس طرح چاہے کام لے سکتا ہے کائناتی علوم کی ایک شاخ پیرا سائیکالوجی جاننے والا کوئی شخص جب یہ ارادہ کرتا ہے کہ اپنے ذہن کو دوسرے آدمی کے دماغ کی اسکرین پر منعکس کر دے تو وہ شخص اس ارادے کو خیال کی طرح محسوس کرتا ہے۔ اگر وہ شخص ذہنی طور پر یکسو ہے تو یہ خیال تصور اور احساسات کے مراحل سے گزر کے مظہر بن جاتا ہے۔ اگر کسی ارادے کو بار بار منتقل کیا جائے تو دماغ اگر یکسو نہ بھی ہو تو یکسو ہو کر اس خیال کو قبول کر لیتا ہے۔ اور ارتکاز توجہ سے خیال عملی جامہ پہن کر منظر عام پر آجاتا ہے پیرا سائیکالوجی محض خیالات کو دوسرے لوگوں تک منتقل کرنے کا عمل ہی نہیں ہے بلکہ اس علم کے ذریعے ہم اپنی زندگی کا مطالعہ کر کے زندگی کو خوش آئند تصورات سے لبریز کر سکتے ہیں۔

مراقبہ دراصل مکمل ذہنی انخلاء کے بعد کھلتا ہے، ذہن میں خیالات موجود ہیں و شعوری مزاحمت باقی رہتی ہے اور شعوری مزاحمت ختم نہ ہو تو لاشعور متحرک نہیں ہوتا۔ مراقبے میں جو کچھ نظر آتا ہے وہ لاشعور کی نگاہ دیکھتی ہے۔

آدم زاد کے دماغ میں کھربوں خلیے متحرک رہتے ہیں عقل مند اور بے وقوف آدمی میں خلیوں کے کھلنے اور متحرک ہونے کی نسبت سے امتیاز قائم ہوتا ہے۔

اب ہم مراقبے کیلئے پہلا سبق شروع کرتے ہیں۔

مراقبہ کیلئے ضروری ہے کہ ہمارا ذہن ہزاروں لاکھوں خیالات سے نجات حاصل کر کے صرف ایک خیال کو اپنا ہدف بنا لے اور یکسو ہو جائے۔ یکسوئی حاصل کرنے کیلئے صبح سورج طلوع ہونے سے پہلے اور رات کو سوتے وقت آلتی پالتی مار کر شمال رخ بیٹھ جائیں۔

۱۔ داہنے ہاتھ کے انگوٹھے سے دائیں نتھنے کو اوپر کی طرف بند کر لیں۔

۲۔ بائیں نتھنے سے پانچ سیکنڈ تک سانس اندر کھینچیں۔

۳۔ داہنے نتھنے پر سے انگوٹھا ہٹا لیں اور داہنی چھنگلی سے بائیں طرف کے نتھنے کو بند کر لیں۔

۴۔ پانچ سیکنڈ تک سانس کو روک لیں۔

۵۔ داہنے نتھنے سے سانس کو پانچ سیکنڈ تک باہر نکالیں۔

۶۔ دوبارہ داہنے نتھنے سے سانس پانچ سیکنڈ تک اندر کھینچیں۔

۷۔ اب چھنگلی ہٹا کر دوبارہ داہنے انگوٹھے سے داہنا نتھنا حسب سابق بند کر لیں اور سانس کو پانچ سیکنڈ تک روکے رکھیں۔ پھر بائیں نتھنے سے سانس کو آہستہ آہستہ باہر نکالیں۔

یہ ایک چکر ہوا اسطرح سے پانچ مرتبہ اس عمل کو دہرائیں۔ سانس کی مشق کرتے وقت جسم کو ڈھیلا چھوڑ دیں۔ جسم میں کسی قسم کا تناؤ نہیں ہونا چاہیے ریڑھ کی ہڈی اور گردن کو سیدھا رکھیں سانس کا عمل کرتے وقت اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ پیٹ خالی ہو۔ جس جگہ مشق کی جائے وہاں تازہ ہوا گزرتی رہے تاکہ پھیپھڑے کافی مقدار میں آکسیجن جذب کر سکیں۔ سردی کے زمانے میں عمل تنفس کے دوران کمرے کے دروازے اور کھڑکیاں کھلی رکھیں میٹھی اور کھٹی چیزیں کم سے کم استعمال کریں۔

مراقبے کا طالبعلم ہر وقت باوضو رہے اور اپنا زیادہ تر وقت تاریکی میں گزارے تو کامیابی جلدی ہوتی

ہے۔ مراقبہ کھانے کے ڈھائی گھنٹے کے بعد کیا جائے زیادہ وقفہ گزر جائے تو اچھا ہے۔ ادھر ادھر کے خیالات آئیں تو ان کی پرواہ کریں اور نہ ہی انہیں ہٹانے کی کوشش کریں خیالات آتے رہیں گے اور از خود گزرتے رہیں گے، روزانہ پیش آنے والے واقعات ایک ڈائری میں نوٹ کرتے رہیں۔

مراقبہ

آنکھیں بند کر کے یہ تصور کیا جائے کہ شیشے کا ایک جار ہے اور اس میں پانی بھرا ہوا ہے، یہ مراقبہ صبح سورج نکلنے سے پہلے اور رات کو سوتے وقت پندرہ منٹ کیا جائے۔

پندرہ روز تک مراقبے کے دوران جو کیفیات مرتب ہوں وہ لکھ کر ہمیں بھیج دیں۔ اپنا پتہ لکھا ہوا جوابی لفافہ بھیجنا ضروری ہے۔

پیرا سائیکالوجی اور مراقبے سے متعلق معلومات اس پتے پر بھیجے جائیں۔

نگرانیہ رنگ و نور
مرکزی مراقبہ ہال
پوسٹ بکس نمبر ۱۸۱۸۰
سرجانی ٹاؤن کراچی ۳۳

ٹیلی پیتھی سیکھئے

ہر انسان کا دماغ قدرت کا بنایا ہوا ایک کمپیوٹر ہے اس کمپیوٹر میں دو کھرب سے زیادہ آلات ہیں جب ہم اپنے اندر اس کمپیوٹر کو چلانا سیکھ لیتے ہیں تو ہماری آنکھ خلا کے اُس پار دیکھنے لگتی ہے۔ ہم دُور دراز فاصلوں پر اپنے عزیزوں اور اپنے پیاروں کو پیغام پہنچا سکتے ہیں اور اُن کے خیالات سُن سکتے ہیں۔ عظیم روحانی سائنسداں قلندر بابا اولیاءؒ کے شاگرد رشید خواجہ شمس الدین عظیمی نے روحانی سائنسی برقی اور مقناطیسی ELECTROMAGNETIC تجربات اور فارمولوں پر یہ کتاب مرتب کی ہے یہ کتاب تھیوری اور پریکٹیکل کے کئی شعبوں پر محیط ہے پڑھئے اور ٹیلی پیتھی سیکھئے۔

قیمت /۲۵ روپے

مکتبہ روحانی ڈائجسٹ 1-K-13 ناظم آباد کراچی ۱۸
پوسٹ بکس ۲۲۱۳

ادھ کھلا خواب

گل محمد فیضی

ڈھائی ہزار سال قبل مسیح سے آج یعنی دسویں ذی الحجہ تک وادیٔ منیٰ میں اسی مقام پر جہاں آج سے ساڑھے چھ ہزار سال قبل ابوالانبیاء آدم ثبوت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قربانی دی تھی۔ جانوروں کی قربانیاں ہوتی ہیں۔ زمین نے آفتاب کے گرد ہزاروں چکر لگا ہزاروں کواکب و سیارے گلاؤ کر ریزہ ریزہ ہوگئے ہزاروں قومیں اپنے اپنے زمانوں میں مٹ کر نیست و نابود ہوگئیں اور عروج یافتہ اقوام زوال پذیر ہوگئی تخت و تاج بنے اور تاراج ہوگئے۔ ہزاروں انقلاب اس عالم آب و گل میں آئے اور ناپید ہوگئے۔ آدمی بیچارہ ایک بلبلے کی مانند ہے جس کو بقاء ہے نہ دوام ہے۔ آیا اور گیا۔ اسی طرح گلشنِ بابل اجڑ گیا۔ عدن میں شداد کی بہشت معدوم و مفقود ہوگئی۔ باقی نہ رہ سکی۔ ایوانِ کسریٰ کے چراغ بے نور ہوگئے۔ گنبدِ افراسیاب کا نام و نشان مٹ گیا۔ اہرامِ مصر یا کال اپنی ویرانی پر نوحہ کناں ہیں۔ مگر وادیٔ منیٰ کی عظیم یادگار قربانی جیسی پہلے تھی اب بھی ویسی ہی مقبول ہے۔ ساڑھے چار ہزار سال سے اسی تاریخ یعنی دس ذی الحجہ کو وہاں حضرت ابراہیم و حضرت اسمٰعیل علیہم السلام کی قربانی کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ بلکہ صرف وہیں کیا، پورے کرۂ ارض پر جہاں بھی مسلمان بستے ہیں، اور مسلمان تو اقوامِ عالم میں پھیلے ہوئے ہیں؛ اس لیے ہر جگہ ہر شہر اس عزیمت و جاں نثاری اور تسلیم و سپردگی کی یاد میں قربانی ہوتی ہے۔

قربانی کی ابتداء اگرچہ تخلیق انسانیت سے مربوط ہے۔ مگر سنہری ابتداء دو خدا کاروں سے ہوتی ہے۔ ان میں ایک اطاعت شعار ہے تو دوسرا اطاعت گزار ہے۔ مگر دونوں ایک ہی ڈالی کے پھول ہیں۔ پھر ایک پھول تو دوسرا اس کی خوشبو ہے۔ ایک رنگ ہے تو دوسرا اس کی بو ہے۔ اگر باپ کا حوصلہ بلند ہے تو بیٹا

کثیر سود مند ہے۔ قربانی و صل و تبرف کہانی کا ایک ورق ہے۔ باپ فقط اپنے رب کی رضا جوئی کی خاطر اپنے لختِ جگر کو ایک لق و دق، بے آب و گیاہ وادی میں چھوڑ کر جا رہا ہے۔ جہاں غربت مال ہے اور ماحتاب ہے یا پھر وسیع و عریض ویرانی ہے۔ توشہ ختم ہوا۔ ماں کی ممتا تڑپ اٹھی۔ سمجھی کہ شاید بچہ پیاس سے جاں بلب ہے مگر بچہ تو نبی تھا اور نبی بغیر خدا کے کسی کا دستِ نگر نہیں ہوتا۔ اور پھر معصوم اسمٰعیلؑ کی ایڑی کی معمولی سی ٹھوکر سے پتھر کا کلیجہ شق ہو گیا اور چشمۂ آبِ حیات ابل پڑا۔ والدہ کی آنکھوں سے فرطِ مسرت سے آنسو نہ رک سکے۔ بے خود ہو گئیں اور وہ سجدۂ شکر بجا لائیں۔ پانی کو روکا اور فرمایا زم زم یعنی رک جا رک جا۔

اسی وجہ سے اس چشمہ کا نام ہی زمزم پڑ گیا۔ یہی وہ زم زم کا کنواں ہے جس سے آج تک پانی پیا جا رہا ہے اور شرق و غرب تک بطور تبرک لے جایا جا رہا ہے۔ یہی آبِ زم زم قدرتِ الٰہی کا کرشمہ ہے کہ کوہ فاران کی وادی میں جہاں نہ برف گرتی ہے اور نہ ہی زیادہ بارش ہوتی ہے وہاں یہ چھوٹا سا چشمہ جو بالکل کچا ہے اور جس کا قطر محض ۴۸ انچ ہے سطح سمندر سے ۱۲۹۶ فٹ بلندی پر ہے لیکن طبیعاتی اور طبقاتی تقاضوں کے خلاف ہمیشہ پانی سے معمور ہے۔ حج کے ایام میں ایک کروڑ کے قریب حاجی لوگ پانی پیتے ہیں، وضو کرتے ہیں اور دیگر ضروریات میں استعمال کرنے کے علاوہ بطور تبرک ساتھ لے جاتے ہیں مگر یہ پانی ہے نہ ختم ہوتا ہے اور نہ گدلا ہوتا ہے۔ نیز مکۃ المکرمہ جیسے شہر کی بنیاد اسی چشمۂ زم زم کی مرہونِ منت ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کنعان سے سینکڑوں میل کی مسافت طے کر کے وقتاً فوقتاً اپنے بچے اور بیوی کو دیکھنے کے لیے یہاں آتے تھے۔ ایک دفعہ جب یہاں آئے تو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کافی سن شعور کو پہنچ چکے تھے۔ اسی مقام پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تین راتوں میں لگاتار ایک ہی خواب دیکھا کہ وہ اپنے لختِ جگر کو اپنے ہاتھوں ذبح کر رہے ہیں۔

کنعان کی بت پرست قومیں کہ اپنے پہلوٹی کے بیٹے کی قربانی کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی یہی باور کیا کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے بھی اکلوتے اور پہلوٹھے بیٹے کی قربانی طلب فرما رہا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے دوست تھے اور دوستی کی آزمائش جیسے امتحانوں سے پہلے بھی گزر چکے تھے۔ آپ نے عرض کی بار الٰہ پہلے بھی آزمایا جا چکا ہوں کہ آگِ نمرود میں لطف اندوز ہو چکا ہوں۔ اہل و عیال کو بے آب و گیاہ وادی میں بے یار و مددگار چھوڑ چکا ہوں۔ اب بھی امتحان کے لیے کمربستہ ہوں۔ آپ نے اپنے جگر گوشہ اسمٰعیلؑ سے اس بارے میں دریافت فرمایا تو معصوم اسمٰعیلؑ نے جواب دیا کہ والد محترم حکمِ ربی کی تعمیل میں دیر نہ کریں۔ نیاز مندی اور صبر تو مجھے ورثے میں ودیعت ہوا ہے۔ یعنی حوصلہ اور صبر کا حسین امتزاج تھا۔ ایک جانب آرزو تھی تو دوسری جانب تکمیلِ آرزو کی امید تھی۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی عزیمت اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے جذبۂ صبر و رضا کی داد تو اللہ تعالیٰ ہی دے سکتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے اکلوتے بیٹے اور مرکزِ تمنا حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی گردن پر اپنی دانست میں چھری پھیر دیتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے دھار دار چھری کو کند کر دیا کہ ہمیں انسانی قربانی قبول نہیں۔ ہم اس کے لیے راضی نہیں۔ انسانی قربانی تو اللہ سے منہ موڑنے اور بتوں سے رشتہ جوڑنے والوں کی محض شیطانی حرکت ہے۔ ہم نے کبھی کسی کو ایسا کرنے کا حکم نہیں دیا اور نہ ہی آئندہ کوئی ایسا حکم دیا جائے گا۔ غرض کہ اللہ کے حکم سے جبرئیل امین نے جنت سے ایک مینڈھا لا کر حضرت اسمٰعیلؑ کی بجائے حضرت ابراہیمؑ کے گھٹنوں تلے دے دیا اور وہ مینڈھا قربان ہو جاتا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ مسرور ہیں کہ قربانی قبول ہو گئی۔ آنکھوں سے پٹی کھولتے ہیں تو سامنے عجیب منظر تھا۔ مینڈھا تڑپ رہا ہے اور حضرت اسمٰعیلؑ سامنے کھڑے مسکرا رہے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام عالمِ تحیر میں ہیں کہ اچانک اسی وقت منیٰ کی وادی میں وحی الٰہی کی صدا گونجتی ہے۔

اے ابراہیمؑ! تو نے خواب سچا کر دکھایا اور تمہیں اس جاں نثاری کے صلہ میں ایک اور فرزند صالح حضرت اسحٰقؑ کی ولادت کی خبر ہو۔ وہ وادیٔ منیٰ کہ جس کے بہت قریب غارِ حرا میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر نزولِ قرآن کی ابتدا ہوئی۔ اسی وادیٔ منیٰ کے سامنے مزدلفہ کی پہاڑیاں لبیک لبیک کی صداؤں سے گونج اٹھیں۔ اور یہی وہ وادیٔ منیٰ ہے کہ جس میں قرآن مجید کی آخری آیت نازل ہوئی۔

اب ہم بھی چودہ سو برس پیچھے ہٹ کر دیکھتے ہیں کہ ختم الرسل مبلغِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیونکر اس سنتِ ابراہیمی کو دوبارہ زندہ کیا۔ ہجرتِ نبوی کو دس سال گزر چکے ہیں۔ پیغمبرِ عالی مقام صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اچانک اعلان ہوتا ہے کہ امسال حج کی سعادت کے لیے مکہ مکرمہ کی طرف قدم رنجہ فرمایا جائے۔ سال کا بیشتر حصہ گزر چکا تھا اور ماہ ذیقعد بھی ختم ہونے کے قریب تھا۔ اس سے قبل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دو مرتبہ حجِ اصغر یعنی عمرہ ادا کر چکے تھے مگر حجِ اکبر کی ادائیگی کا اب تک موقع نہ آیا تھا۔ اس اہم فریضہ کی ادائیگی کے ساتھ حضور اکرمؐ کے پیشِ نظر یہ امر بھی تھا کہ خود بنفسِ نفیس مسلمانوں کو ارکانِ حج سے آگاہ کیا جائے۔ جونہی یہ خبر قبائل میں پھیلی اور ساتھ ہی رسولؐ کا یہ ارشاد لوگوں تک پہنچا کہ انھیں بھی اس سال اللہ کے رسول کے ہمراہ فریضۂ حج ادا کرنا ہے۔ تمام عرب میں ہلچل مچ گئی۔ لوگ پہاڑیوں، وادیوں، میدانوں اور صحراؤں کو عبور کرتے ہوئے مدینہ کا رخ کرنے لگے اور دیکھتے ہی دیکھتے مدینہ کے گرد خیموں کا ایک شہر آباد ہو گیا۔ جس میں ایک روایت کے مطابق ایک لاکھ سے زائد افراد دعوتِ سرکارِ دو عالم پر لبیک کہتے ہوئے جمع ہو گئے۔

پھر ۲۶ ذیقعد ۱۰ھ کو فدایانِ رسول انبوہ در انبوہ مدینۃ النبی میں شہادت منظمی کر گئے۔ گاتے ہاتھوں میں علمِ اسلام لیے، توحیدِ باری تعالیٰ کے نغمے الاپتے، درِ رسول پر جبینِ عقیدت جھکائے کھڑے تھے کہ اذنِ کوچ ہوا۔ لبیک اللھم لبیک کی فلک شگاف صدائیں دل دہلا رہی تھیں جب یہ عظیم الشان قافلہ اپنی شان و شوکت سے ذوالحلیفہ پہنچا تو سب کو احرام باندھنے کا حکم ہوا۔ آن کی آن میں امیر و غریب سب کے سب ایک ہی لباس میں ملبوس ہو گئے۔ سفید چادر اور سفید تہبند میں جاں نثارانِ رسول کا یہ قافلہ ملکوتی صورت اختیار کر گیا۔ رسول اللہ ﷺ کی اقتدا میں دیگر مسلمانوں نے بھی بآوازِ بلند تکبیرات کو اس طرح ادا کیا کہ دشت و

جبل گونج اٹھے۔ جب یہ قافلہ عرفات کے مقام
پر پہنچا تو رسولؐ نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ تم
میں سے جس شخص کے ساتھ قربانی کا جانور نہیں
ہے وہ عمرے کی نیت کرے۔ لیکن جو لوگ قربانی
کا جانور ہمراہ لے کر آئے ہیں ان کے لیے عمرے
کی نیت جائز نہیں بلکہ وہ حج کی نیت کریں۔
۴ ذی الحجہ کو سرکارِ دو عالمؐ ایک انبوہ کثیر
کو اپنے عقب میں لیے بالائے مکہ سے نیچے
اترے اور حرم محترم میں داخل ہوگئے۔ آپؐ نے
حجرِ اسود کو بوسہ دیا۔ بیت اللہ کا طواف کیا مقام
ابراہیم پر نماز پڑھی۔ دوبارہ حجرِ اسود کو بوسہ دیا
صفا اور مروہ کے درمیان سعی فرمائی تو صحابہؓ بھی پروانہ وار
اطاعت کر رہے تھے۔ یہ وہ نظارہ تھا جو چشمِ
فلک نے پہلی بار دیکھا۔ عرشِ معلیٰ سے رب
الارباب نے چشمِ رحمت سے اپنے ان مخلص
بندوں کو ملاحظہ فرمایا۔ ملائکہ نے صف بہ صف
کھڑے ہو کر عالمِ رضوان سے جھانکا۔ ادھر سرکارِ
دو عالمؐ کوہِ صفا کے نیچے کھڑے کعبۃ اللہ کی طرف
منہ کر کے دست بدعا ہیں کہ خدا جس کے سوا کوئی
عبادت کے لائق نہیں، ایک ہے، اس نے اپنے
بندے کی نصرت فرمائی۔ خود اسی نے سب فوجوں
کو شکست دی۔

۸ ذی الحجہ کو تاجدارِ عالمؐ طلوعِ آفتاب
کے بعد وادئ نمرہ میں فروکش ہوئے۔ اسی وادی
کے ایک طرف عرفات ہے تو دوسری طرف مزدلفہ
ہے۔ عرفات کا یہ میدان، میدانِ حشر کا نقشہ پیش
کر رہا تھا۔ تمام میدان حلقہ بگوشانِ اسلام سے
پُر تھا۔ ایک روایت کے مطابق ایک لاکھ چالیس
ہزار سرو قد فرزندانِ توحید کا متلاطم سمندر تھا۔
سبھی کفن بردوش احرام باندھے ہوئے تھے گورے
کالے، عربی، عجمی، حبشی، بدوی، شہری، دیہاتی،
امیر، غریب، آقا، غلام کا امتیاز ختم ہو چکا تھا۔
مناسکِ حج ختم ہوئے تو دوسرے دن اپنی فرزندانِ
رسالت نے حضورِ اکرمؐ کی متابعت میں منیٰ میں
قربانیاں کیں۔ اس طرح ساڑھے چار ہزار برس
قدیم سنتِ ابراہیمی کو پھر سے زندہ کیا گیا ★

عبادت

حضرت امام ابوحنیفہؒ ساری
رات عبادت کرتے رہتے تھے۔ ایک حاسد
کو آپؒ کی شب بیداری کا حال معلوم ہوا تو
وہ ایک روز امتحان کی غرض سے عشا کی نماز
کے بعد جب سب نمازی اپنے اپنے گھر چلے گئے
اس مسجد میں داخل ہوا جس میں شب بھر
امام صاحبؒ مصروفِ عبادت رہتے تھے
اس نے دیکھا کہ حضرت امامؒ استغراق کی حالت
میں ہیں اس نے ایک پتھر آپؒ کی عبا کے
دامن پر رکھ دیا اور مسجد کے ایک گوشہ
میں بیٹھ گیا اور سو گیا۔ بہت دیر کے بعد
آنکھ کھلی تو امام صاحبؒ کو بدستور استغراق
میں پایا اور وہ پتھر اسی طرح آپؒ کے دامن
عبا پر رکھا ہوا تھا۔ یہ نظارہ دیکھ کر وہ
بےتاب ہو گیا اور کہنے لگا واقعی عبادت ہو
تو ایسی ہو۔ اور حضرتؒ کے قدموں پر گر کر
معافی کا خواستگار ہوا۔

مرسلہ: نوید اختر

نعت

کلفتِ قطعِ منازل ہوئی کافور ہے آج
ہے مدینہ سے جو نزدیک تو سب دور ہے آج

اپنے پلّے کوئی سوغات نہیں اس کے سوا
نقدِ جاں نذر کرا ے دل یہی دستور ہے آج

سنگِ در تک تو بہر کیف رسائی بخشی
دیکھوں کیا کیا مرے سرکار کو منظور ہے آج

آرزوہائے دو عالم تھیں اور اک دل کل تک
فقط اک تیری تمنا سے وہ معمور ہے آج

اب بھی دیدار سے محروم ہی رکھئے گا ہمیں
تھی جو اک حسرتِ پابوس بدستور ہے آج

جس سے چہرے دمک اٹھتے تھے کبھی غریب کے
دیکھو جوہر کی بھی آنکھوں میں وہی نور ہے آج

محمد علی جوہر

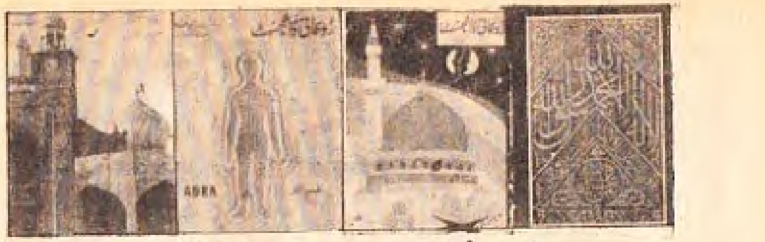

روحانی ڈائجسٹ

ایک منفرد رسالہ
ایک عظیم دستاویز

روشن اور منور تحریروں سے مزین ایک قیمتی دستاویز جو قاری پر اسرار و رموز کے بند دروازے کھول کر معرفت کی نئی دنیا سے روشناس کراتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے کرم، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خصوصی فیضان سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وارث اولیائے کرام کے مقدس مشن کا ترجمان "روحانی ڈائجسٹ" گزشتہ بارہ سال سے باقاعدگی کے ساتھ حقیقت اور علم کے متلاشی راہ سلوک کے مسافروں کو روحانی، ذہنی اور علمی آسودگی فراہم کر رہا ہے۔

اپنی خصوصی تحریروں، تخلیق و تسخیر کائنات کے آفاقی فارمولوں کے انکشافات، پریشان اور درماندہ حال انسانیت میں سکون اور اطمینان فراہم کرنے والی روشن روحانی کرنوں، مخلوق کے دل میں خالق کے عرفان کی تڑپ پیدا کر دینے والی گداز اور مؤثر تحریروں کی وجہ سے روحانی ڈائجسٹ کا ہر شمارہ ایک خصوصی اہمیت رکھتا ہے۔

روحانی ڈائجسٹ کے قارئین جن میں مرد، عورتیں، بوڑھے، جوان، بچے، اعلیٰ تعلیم یافتہ، کم تعلیم یافتہ، تاجر، ملازم پیشہ لوگ، فوجی افسران، ڈاکٹر، وکیل، دانشور، طالب علم، گھریلو خواتین غرض کہ معاشرہ کے تقریباً تمام طبقوں کی خواتین و حضرات شامل ہیں۔ اس رسالے سے بہت محبت کرتے ہیں اور زیادہ تر قارئین اس کے ہر شمارہ کو ایک دستاویز کے طور پر محفوظ رکھتے ہیں۔

ادارہ روحانی ڈائجسٹ نے اپنے قارئین کی فرمائشوں کے پیش نظر گزشتہ سالوں کے شماروں پر مشتمل چند مجلد سیٹ تیار کئے ہیں جو رعایتی قیمت پر دستیاب ہیں۔

روحانی قدروں سے سرشار وہ خواتین و حضرات جو اپنے اور اپنی اولادوں کے لئے ان روشن اور منور تحریروں کو محفوظ کر لینا چاہتے ہیں تو یہ جلدیں دفتر سے ذاتی طور پر یا خط لکھ کر حاصل کر سکتے ہیں۔

قیمت فی جلد فی سال ۹۵ روپے مع محصول ڈاک

رابطہ کے لئے:

سرکولیشن منیجر روحانی ڈائجسٹ ۷-1/D-1 ناظم آباد کراچی ۷۴۶۰۰

فون نمبر: 624785

رسم قربانی

دین اسلام کی بنیاد پانچ ارکان پر ہے۔ جن میں فریضہ حج مذہب اسلام کا ایک اہم ترین لازمی رکن ہے۔ اس عظیم و مقدس فرض کی ادائیگی کے بعد حجاج کرام سنت ابراہیمی کی اتباع کرتے ہوئے اس عظیم قربانی کی یاد تازہ کرتے ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے فرزند ارجمند حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی اپنے رب عظیم کے سامنے پیش کر کے اپنی عبدیت کا مخلصانہ اور عاجزانہ اظہار فرمایا تھا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے نہ صرف اس قربانی کو شرف قبولیت بخشا بلکہ حکم ربی کے تحت حضرت اسماعیلؑ کی جان بھی بخش دی گئی۔ اس کے بعد حکم باری تعالیٰ ہوا کہ تم دونوں مل کر کعبۃ اللہ کی تعمیر کرو۔ اس حکم کی بھی تعمیل کی گئی۔ اس طرح اللہ کے اس سب سے بڑے گھر کی تکمیل ہوئی۔ اس کے بعد دونوں نے مل کر پروردگار عالم سے دعا کی کہ اے رب عظیم ہماری اولاد میں ایک ایسے نبی کو مبعوث فرما جس کا دین تا قیامت باقی رہے۔ اسی دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے دنیا بھر کی ہدایت و راہبری کے لیے حضور رسالت مآب نبی آخر الزمان حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں پیدا فرما کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دین اسلام کو زندہ و پائندہ حقیقت میں ڈھال دیا۔ اس عظیم قربانی کی ابتدا حضرت ابراہیمؑ کے فرزند ارجمند حضرت اسماعیلؑ سے ہوئی۔ اور اس کی انتہا اور عروج سید الشہداء امام عالی مقام امام حسینؓ کے رفقاء کار کی میدان کربلا کے تپتے ہوئے ریگزار میں جام شہادت نوش کرنے سے ہوئی۔ تاریخ عالم اس کی کوئی دوسری مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

مسلمان قوم کو اپنے اسلاف اور بزرگان دین سے رسم قربانی ورثہ میں ملی ہے۔ اس لیے یہ قربانی کی اصل قدر و قیمت سے بخوبی آگاہ ہے۔ اسی لیے زندہ جاوید قوم کی حیثیت سے اس کا لوہا سارى دنیا مانتی ہے۔ جس قوم میں ایثار و قربانی کا جذبہ موجود نہ ہو وہ صفحہ ہستی سے کچھ اس طرح سے مٹ جاتی ہے کہ اس کا کوئی وجود ہی نہیں رہتا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیروی اور ان کی اس سنت کی اتباع کرنے سے ہم میں روحانی قدریں بیدار ہو جاتی ہیں۔ عشق الٰہی اور حُبِ رسول کا جذبہ بیدار ہوتا ہے۔

> نہ مومن ہے نہ مومن کی امیری
> رہا صوفی گئی روشن ضمیری
> خدا سے پھر وہی قلب و نظر مانگ
> نہیں ممکن امیری بے فقیری

اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنا جان و مال، اولاد قربان کر دینے کا جذبہ مضبوط و مستحکم ہو کر ہمیں دنیا کی دوسری اقوام کے مقابلے میں منفرد اور مثالی اہمیت اور کردار کا مالک بنا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرماں برداری اس کے ہر حکم پر سر تسلیم، اس کے احکام کو سچے دل سے بجا لانا عبادت و ریاضت کا افضل ترین مقام ہے جس سے دل و دماغ کو روحانی کیف و سرور حاصل ہوتا ہے۔ عید الاضحیٰ اسی عظیم بے مثال اور یادگار قربانی کی یاد تازہ کرنے کے لیے تمام عالم اسلام میں دس ذی الحجہ کو بڑے جوش و جذبہ سے منائی جاتی ہے۔ ہم سب کا اولین فرض ہے کہ ہم اس عید قربان کے موقع پر اپنے نادار بھائیوں عزیزوں، رشتہ داروں، دوستوں کو کبھی نہ بھولیں۔ غریبوں، مظلوموں، یتیموں، بے سہارا لوگوں کو بھی اس عید سعید کی لازوال خوشیوں میں برابر کا شریک کریں۔ قربانی کی ادائیگی کے بعد مرنے کے باوجود حیات ابدی حاصل ہو جاتی ہے۔ اس سے بہتر اور افضل انعام و اکرام مسلمانوں کے لیے اور کیا ہو سکتا ہے۔ یہ مبارک ترین جذبہ انسان کو معراج و کمال کی بلندیوں پر لے جاتا ہے۔ اس لیے سب کا فرض ہے کہ ہم فی نفس اسلامی جذبہ سے سرشار ہو کر سنت ابراہیمی کی یاد تازہ کریں۔ آج کل کے حالات ہم سے متقاضی ہیں کہ اسلام دشمن طاقتیں ہمیں مٹانے کے درپے ہو کر اپنا ہر حربہ آزما رہی ہیں لیکن انھیں ابھی کامیابی کے آثار کہیں دور دور تک نظر نہیں آتے۔ ہر سو کفر و ظلمت کے سیاہ بادل منڈلا رہے ہیں، لیکن دشمنانِ اسلام یہ اچھی طرح جان لیں کہ آج تمام عالم اسلام پوری طرح بیدار ہے اور پہلے سے بھی زیادہ قربانی دینے کے لیے تیار، مستعد اور کمربستہ ہے۔ آج عید الاضحیٰ ہمارے لیے خوشی اور مسرت کے ساتھ ساتھ پیغام فکر و عمل لائی ہے ——— یہ تمام عالم اسلام کی اولین ذمہ داری ہے کہ وہ دنیا بھر کے مظلوم اور ستم رسیدہ مسلمانوں کے حقوق کی پاسداری اور حقوق کی بجا آوری کا فرض پورا کرے۔ ہماری افرادی اور جنگی صلاحیتیں آپس کے خون خرابہ کے کام آ رہی ہیں۔ دشمن موقع کی تاک میں ہے کہ ہماری کمزوری سے فائدہ اٹھا کر ہمیں با آسانی ہڑپ کر جائے۔ اس جنگ کے خاتمہ کے لیے ہمیں پروردگار عالم سے صمیم اور رقت قلبی سے دعا کرنی چاہیے کہ دو برادر ملکوں میں جنگ و جدل کا جلد از جلد خاتمہ ہو جائے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ان منتظمیوں کو دور فرمائے۔

فرزندان توحید لاکھوں کی تعداد میں ہر سال سنت ابراہیمی کی اتباع میں حج کرنے کے بعد قربانی کرتے ہیں۔ تمام مسلمانوں کو عالم اسلام کے اس سب سے بڑے اجتماع کے موقع پر اپنے خالق حقیقی سے عہد کرنا چاہیے کہ ہم سنت ابراہیمی کی پیروی کریں گے۔ اور اللہ کے نظام کو قائم کرنے سے کسی قسم کی کوتاہی نہیں کریں گے۔ ★

لبیک اللہم لبیک

فرح کشمیر خان

ارشاد باری تعالیٰ ہے: "اور اللہ کے لیے حج اور عمرہ کی نیت کرو تو اس کو پورا کرو، اور اگر راہ میں کہیں رک جاؤ تو قربانی کر دو جیسی کچھ میسر آئے اور جب تک قربانی نہ کر دی جائے اپنے سر نہ منڈواؤ۔" (سورۃ بقرہ)

"اور جو تم میں بیمار ہو یا سر کی کسی تکلیف سے انھیں کچھ تکلیف ہو تو بال کٹوانے کا بدلہ روزے یا خیرات یا قربانی، پھر تمہاری خاطر جمع ہو یعنی عذر رفع ہو جائے تو جو کوئی عمرے کو حج سے ملا کر فائدہ اٹھانا چاہے تو اُسے کو قربانی کرنا ہو گی جیسی کچھ میسر آئے۔ اور جس کو قربانی میسر نہ ہو تو تین روزے حج کے دنوں کے بعد میں رکھ لے اور سات جب واپس آئے یہ پورا دس ہو، یہ حکم اس کے لیے ہے جس کا گھر بار مکہ میں نہ ہو۔" (سورۃ بقرہ)

"اور اللہ سے ڈرو اور جانتے رہو، اللہ کا عذاب سخت ہے۔ حج کے تو خاص مہینے ہیں جو سب کو معلوم ہیں جو شخص ان مہینوں میں حج کی ٹھان لے تو احرام باندھنے سے آخر تک حج کے دنوں میں نہ شہوت کی کوئی بات کرے اور نہ گناہ کی اور نہ جھگڑے۔ اور نیکی کا کوئی سا بھی کام کرو وہ خدا کو اس وقت معلوم ہو جائے گا۔ اور حج کے جانے سے پہلے زادِ راہ جو پہنچ جائے تاکہ بہتر ہے سب سے بہتر پرہیزگاری زادِ راہ پرہیزگاری ہے۔ اور حج کیا کہ مانگنے نہیں پھرنا نہیں، عقل والو! اصل پرہیزگاری یہ ہے کہ تم ہم سے ڈرتے رہو۔" (سورۃ بقرہ)

"حج کے دنوں میں تم اپنے پروردگار کا فضل یعنی تجارت سے کوئی مالی فائدہ حاصل کرنا چاہو تو اس میں تم پر کچھ گناہ نہیں۔ پھر جب عرفات سے لوٹو تو مشعر الحرام یعنی مزدلفہ میں ٹھہر کر خدا کی یاد کرو اور اس کی یاد بھی کرو تو اس طریقے پر جو خدا نے پیغمبر کے ذریعے تم کو بتایا ہے اور اس سے پہلے تم ضرور گمراہوں میں تھے یعنی عبادت کے طریقے بھی نہیں جانتے تھے۔ پھر ایک بات یہ ہے کہ عرفات سے پلٹو تو جس جگہ سے لوگ پلٹیں تم بھی وہیں سے

چلو۔ اور اللہ سے گناہوں کی مغفرت چاہو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (سورۃ بقرہ)

پھر جب اپنے حج کے ارکان تم کر چکو تو جس طرح تم اپنے باپ دادا کے ذکر میں لگ جاتے تھے اس کو چھوڑ کر اسی طرح بلکہ اس سے بھی بڑھ کر خدا کی یاد میں مشغول ہو جاؤ۔ پھر لوگوں میں کچھ ایسے ہیں جو دعائیں مانگتے ہیں کہ اے پروردگار ہمارے، جو کچھ ہم کو دینا ہے دنیا ہی دے۔ چنانچہ ان کو دنیا مل بھی جاتی ہے اور آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہیں۔ اور لوگوں میں کچھ ایسے بھی ہیں جو دعائیں مانگتے ہیں۔ اے ہمارے پروردگار ہمیں دنیا میں بھی خیر و برکت اور آخرت میں بھی خیر و برکت دے۔ اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کو آخرت میں ان کے لیے حصہ یعنی ثواب ملتا ہے اور اللہ سب کا حساب کرنے والا ہے۔ اور گنتی کے ان چند دنوں میں خدا کی یاد کرتے رہو۔ جو شخص جلدی کرے اور دو ہی دن میں چل کھڑا ہو اس پر بھی کچھ گناہ نہیں۔ اور جو دیر تک ٹھہرا رہے اس پر بھی گناہ نہیں۔ یہ رعایت ان کے لیے ہے جو پرہیزگاری کریں۔ اور خدا سے ڈرتے رہو اور جانتے رہو کہ قیامت کے دن تم اس کے حضور میں حاضر کیے جاؤ گے۔

میں نے سورۃ بقرہ کی آیت نمبر ۲۰۰ سے آیت نمبر ۲۰۳ تک قرآن پاک کا ترجمہ لکھا ہے۔ جس میں حج کے لیے اللہ تعالیٰ کے احکامات واضح ہیں۔ حج کے لغوی معنی زیارت کا ارادہ کرنے کے ہیں۔ شرعی اصطلاح میں زیارت خانہ کعبہ کے آداب کو حج کہا جاتا ہے حج ہر عاقل بالغ اور صاحب استطاعت پر ایک مرتبہ فرض ہے۔ اسی لیے جو شخص ان شرائط پر پورا اترے اور وہ حج نہ کرے تو گویا اس نے اسلام کا ایک فرض پورا نہیں کیا۔

حدیث میں ہے کہ جس شخص کو کسی بیماری یا واقعی ضروریات یا ظالم حکمران نے روک نہ رکھا ہو وہ اس کے باوجود حج نہ کرے تو چاہے وہ یہودی مرے یا نصرانی۔ خانہ کعبہ وہ پہلی عمارت ہے جو حضرت آدم علیہ السلام نے عبادتِ الٰہی کے لیے تعمیر کی اور حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اسے دوبارہ تعمیر کیا اور اس کی دوبارہ تعمیر کا حکم اور اس کی نشان دہی اللہ تعالیٰ نے فرمائی۔ جس وقت اس کی دوبارہ تعمیر ہو رہی تھی تو اس وقت کے معمار حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بارگاہِ خداوندی میں یہ دعا کی تھی کہ خدایا ہمارے عمل کو قبول فرما۔ بے شک تو سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔ اے ہمارے پروردگار ہمیں اپنا سچا فرماں بردار بنادے اور ہماری جماعت میں سے ایک ایسا گروہ پیدا کردے جو تیرا فرماں بردار ہو۔ اور ہمیں اپنی عبادت کے طریقے بتا۔ بے شک تو کرم کرنے والا ہے اور رحم فرمانے والا ہے۔

(سورۃ بقرہ)

اس دعا سے کعبہ کی تعمیر کا مقصد سامنے آیا اور یہ معلوم ہوا کہ اس کی تکمیل حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد اور گروہ کے ذریعے ہوگی۔ چنانچہ حضرت اسماعیل یہاں پر بس گئے اور حضور اکرمؐ ان کی ہی اولاد میں تکمیل مقصد کے لیے مبعوث کیے گئے ہیں۔ جب تک کوئی حاجی حج پر جاتا تو مکہ سے کافی دور باقاعدہ نیت کرتا ہے جیسے "احرام"

احرام کی شکل یہ ہوتی ہے کہ حج کی نیت کرنے والا غسل کرکے کپڑوں کی جگہ ایک چادر باندھتا اور ایک اوڑھ لیتا ہے۔ اور پروردگار کے حضور مخاطب ہو کر کہتا ہے۔ "میں حاضر ہوں میرے اللہ میں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں۔ اس میں کوئی

پاکستان کا پہلا اور واحد ادارہ

عظیمیہ کروموپیتھک انسٹی ٹیوٹ

"رنگ و روشنی" طریقۂ علاج بذریعہ ڈاک سیکھنے کے لیے

داخلہ شروع ہے

دورانِ تربیت پریکٹیکل اور ہاؤس جاب کی سہولت کے لیے

العظیمی کلر تھراپی کلینک و ہسپتال، اور

جامعہ عظیمیہ

پراسپکٹس اور داخلہ فارم کے لیے دس روپے نقد یا ڈاک ٹکٹ ارسال کریں۔

ہیڈ آفس: ۱۔ امتیاز شہید روڈ ۲۹۔ ایکس۔ مدینہ ٹاؤن فیصل آباد۔

شک نہیں کہ ہر طرح کی حمد تیرے لیے ہے۔ نعمتیں تیری ہی ہیں اور بادشاہی تیری ہی ہے۔ اور تیرا کوئی شریک نہیں۔

وہ تمام کام جو حج کے لیے فرض کیے گئے ہیں مناسک حج کہلاتے ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ اس کی مصلحتیں معلوم کی جائیں۔ حج کے تمام مناسک پر نظر ڈالنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ہر چیز اور عمل سے بندگی کا تصور نمایاں ہے۔ یہ لباس کی تبدیلی نہیں بلکہ اللہ کے سامنے فقیری کا احساس پیدا کرتا ہے۔ ایسے جذبات دراصل لفظوں میں بیان نہیں کیے جاسکتے جو حج کرنے والوں کے دلوں میں ہوتے ہیں۔ احرام باندھنے کے بعد علاقائی لباس کی تفریق ختم ہوجاتی ہے کیونکہ سب ایک ہی قسم کا لباس پہنے ایک ہی نعرہ لبیک بلند کرتے ہوئے اسلامی قومیت کا زندہ اور قطعی ثبوت پیش کرتے ہیں اور تمام اختلافات کو مٹا کر اسلام کا رشتہ جوڑتے ہیں۔ ہر طرف سے لبیک کا نعرہ بلند ہوتا ہے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہر مسلمان کی روح ایمان اور حقیقت اسلام میں ڈھال دینے کی منادی ہے۔ گویا لبیک کا نعرہ خود کو اللہ کے حوالے کردینے کی تڑپ اور خواہش کا اظہار ہے۔ کعبہ پر نظر پڑتے ہی اس کا تاریخی پس منظر اور اس کی تعمیر کا جذبہ آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے اور یاد آجاتا ہے کہ میں بھی اس کی امت کا ایک فرد ہوں جس کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تھی۔ حاجی حجر اسود پر ہاتھ رکھتا ہے تو یہ حقیقت سامنے آجاتی ہے کہ اس نے اللہ کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے دیا۔ اور رسول اللہ کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے دیا۔ طواف صرف اللہ کی راہ میں قربان کردینے کا والہانہ جذبہ ہے۔ جیسے شمع کے گرد پروانے اس کی محبت میں بےخود ہوکر چکر لگا رہے ہوں۔ خانہ کعبہ کے گرد ایسا معلوم

سلطان عادل

عبدالرحمٰن الناصر کو ایک عمارت کی توسیع کے لئے جب ایک جگہ پسند آئی تو پتہ چلا کہ وہ یتیم بچوں کی ملکیت ہے جو قاضی منذر کی نگرانی میں ہے۔ قاضی صاحب کو جب اطلاع ہوئی تو باوجود اس امر کے کہ وہ بادشاہ کے ملازم تھے اور وہ قطعہ زمین ان کا بادشاہ خریدنا چاہتا تھا۔ انھوں نے اس کو فروخت کرنے سے انکار کردیا اور یہ کہلا بھیجا کہ تین شرطوں میں سے کوئی ایک شرط پوری کرنی ضروری ہے (۱) یا تو کوئی سخت ضرورت لاحق ہو کر خرید اس کی ناگزیر ہو (۲) جائیداد کے مٹ جانے یا برباد ہونے کا خطرہ لاحق ہو (۳) یا پھر ایسی رقم پیش کی جارہی ہو جس سے غریب یتیموں کا فائدہ ہو کیونکہ بظاہر ان تینوں شرطوں میں سے کسی کی تکمیل نہیں ہوئی لہٰذا یہ سودا ابھی نہیں ہوسکتا۔ ملازمین شاہی نے سلطان کے ڈر کی وجہ سے جبر سے کام لینا چاہا۔ قاضی صاحب کو یہ بات بہت ناگوار گزری۔ انھوں نے مکان کو گرا کر زمین دگنی قیمت پر فروخت کردی۔ بادشاہ نے جب یہ سنا تو اپنے ملازمین کی حرکت پر شرمندہ ہوا۔ اور قاضی سے معافی مانگی۔

ہوتا ہے کہ خانہ کعبہ کے ارد گرد مردے کفن پہنے ہوئے بارگاہ خداوندی میں عاجزی اور انکساری کے ساتھ بخشش کے طالب اور اس کی حمد بیان کررہے ہیں۔ صفا اور مروہ پہاڑیوں کے درمیان سعی یاد دلاتی ہے کہ جب پہاڑی پر ننھی سی جان حضرت اسماعیل علیہ السلام کی پیاس سے بےتاب ہوکر ان کی والدہ ماجدہ حضرت ہاجرہ ان کے لیے پانی کی تلاش میں دوڑی پھر رہی تھیں تو ان کی اس کوشش کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے زم زم کا چشمہ جاری کردیا تھا اور اس عزم کا بھی اظہار ہے کہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل کا راستہ ہی ہمارا راستہ ہے۔ ساتویں ذالحج تک تمام حاجی ایک ہی امام کے پیچھے نمازیں پڑھتے ہیں اور ان کا سفر اور قیام ایک بھرپور فوجی زندگی کا نقشہ پیش کرتا ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لاکھوں بندے کفن پہنے ہوئے ایک مخصوص نظم و ضبط کے ساتھ میدان جہاد میں ہوں۔ جمرات یعنی مخصوص ستونوں پر کنکریاں مارنا ایک جانب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بہکانے کے لیے آنے والے شیطان مردود رجیم یعنی لعنت بھیجنا یاد دلاتا ہے اور دوسری طرف اصحاب فیل کے اس واقعے کو یاد دلاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پرندوں کے جھنڈوں کے ذریعے کنکروں سے خانہ کعبہ پر حملہ آور ابرہہ کی فوجوں کو کس طرح تہس نہس کیا۔ قربانی حضرت اسماعیل علیہ السلام کے عظیم واقعے کی یاد دلاتی ہے جب ایک شفیق باپ نے اپنے پیارے بیٹے حضرت اسماعیل کو اللہ کی راہ میں قربانی کے لیے ذبح کردیا لیکن اللہ نے اپنے فضل و کرم سے حضرت اسماعیل کی جگہ ایک دنبہ ذبح کردیا اور انسانی قربانی کے بجائے جانوروں کی قربانی جاری رکھی۔ دراصل خود کو رضائے الٰہی کے لیے قربان کردینے کا جذبہ ہے۔ مناسک حج سے یہ

> ایک موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک صحابی حضرت عبدالرحمٰن سمرہؓ سے فرمایا امارت اور سرداری ہرگز مت طلب کرنا، اگر تمہیں امارت اور حکومت تمہاری طلب پر دی گئی تو تمہیں اسی کے حوالے کردیا جائے گا اور اگر تمہاری طلب کے بغیر امارت کی ذمہ داری تمہارے سپرد کی گئی تو اس کا حق ادا کرنے میں تمہاری مدد کی جائے گی۔ (بخاری)

حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ بندگی کا تصور کیا ہے اور خاص طور پر یہ جہاد کی تمام صورتیں حج میں جمع ہوگئی ہیں۔ اس لیے ایک دفعہ ایک صحابی نے حضور اکرم سے جہاد کی اجازت طلب کی تو حضور نے فرمایا "تمہارا بہترین جہاد حج ہے۔"

حج ایک عبادت ہے مگر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ ہر عمل اور عبادت اس میں موجود ہے۔

(۱) حج نماز بھی ہے اور نماز کی جو حقیقت بیان کی گئی ہے وہ ذکر اور یاد دہانی حج سے ہر مسلمان اسی مقام کی زیارت بھی کرتا ہے جس کی طرف رخ کرکے نماز پڑھتا ہے جو احساس عبودیت کو ابھارتی ہے۔

(۲) حج زکوٰۃ بھی ہے کیونکہ مسلمان اس کے لیے مال خرچ کرتا ہے اور حاجی کو حکم دیتا ہے کہ وہ قربانی کا گوشت غریبوں کو کھلائے۔ وہ مالی قربانی بھی کرتا ہے۔ اور زکوٰۃ کی حقیقت بھی یہی ہے کہ اللہ کی رضا کے لیے اپنا روپیہ خرچ کیا جائے۔

(۳) حج روزہ بھی ہے کیونکہ حج کے موقع پر زیب و زینت، اسباب تعیش پر پابندیاں ہیں۔ جو بڑی حد تک روزہ کی مماثلت کی قائم مقام بن جاتی ہے۔ ★

قربانی اور مسائل

حافظ سلیم ربانی

اللہ تعالیٰ نے سورہ والفجر میں دس راتوں کی قسم کھائی ہے جمہور کے مطابق وہ دس راتیں عشرہ ذی الحجہ کی راتیں ہیں خاص طور پر نویں تاریخ یعنی عرفہ کا دن ۔ عرفہ اور عید کی رات ان تمام دنوں میں فضیلت رکھتے ہیں ۔ عرفہ کا روزہ رکھنا ایک سال گزشتہ اور ایک سال آئندہ کا کفارہ ہے اور عید کی رات بیدار رہ کر عبادت کرنا بہت بڑی فضیلت اور ثواب کا موجب ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے عشرۂ ذی الحجہ سے بہتر کوئی زمانہ نہیں ان میں ایک دن کا روزہ ایک سال کے روزوں کے برابر اور ایک رات کی عبادت شب قدر کی عبادت کے برابر ہے ۔

عرفہ یعنی نویں تاریخ کی صبح سے تیرہویں تاریخ کی عصر تک ہر نماز کے بعد باآواز بلند ایک مرتبہ تکبیر پڑھنا واجب ہے ۔ علماء کرام کے نزدیک باجماعت نماز پڑھنے والے اور تنہا پڑھنے والے اس میں برابر ہیں اسی طرح مرد و عورت دونوں پر واجب ہے البتہ عورت اونچی آواز سے نہ کہے آہستہ کہے تکبیر یہ ہے ۔

اللّٰہُ اکبر اللّٰہ اکبر لا الٰہ الا اللّٰہُ
واللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر و للّٰہ الحمد

نماز عید

عیدالاضحیٰ کے روز جو چیزیں مسنون ہیں وہ یہ ہیں ۔ (۱) صبح سویرے اٹھنا (۲) غسل اور مسواک کرنا (۳) پاک صاف اور عمدہ کپڑے پہننا (۴) خوشبو لگانا (۵) عید کی نماز سے پہلے کچھ نہ کھانا (۶) عیدگاہ کو جاتے ہوئے اوپر ذکر کی گئی تکبیر کا بلند آواز سے پڑھنا (۷) عید کی نماز دوسری نمازوں کی طرح دو رکعت ہے فرق صرف اتنا ہے کہ اس میں ہر رکعت کے اندر تین تین تکبیریں زائد ہیں پہلی رکعت میں سبحانک اللّٰھم پڑھنے کے بعد قرأت سے پہلے اور دوسری رکعت میں قرأت کے بعد رکوع سے پہلے ان زائد تکبیروں میں کانوں تک ہاتھ اٹھائے جائیں پہلی رکعت میں دو تکبیروں کے بعد ہاتھ چھوڑ دیں اور تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ باندھ لیں ۔ دوسری رکعت میں تینوں تکبیروں کے بعد ہاتھ چھوڑ دیئے جائیں چوتھی تکبیر کے ساتھ رکوع میں چلے جائیں نماز عید کے بعد خطبہ سننا سنت ہے ۔

قربانی

قربانی شعائر اسلام میں سے ہے اور ایک اہم عبادت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد دس سال مدینہ منورہ میں قیام فرمایا آپ ہر سال قربانی کرتے تھے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قربانی ہر شخص پر ہر شہر میں تحقیق شرائط کے بعد واجب ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو اس کی تاکید فرماتے تھے اس لئے جمہور کے نزدیک قربانی ہر اس شخص پر واجب ہے جو عاقل بالغ اور مقیم ہو اور جس کی ملکیت میں ساڑھے باون تولے چاندی یا اس کی قیمت کا مال حاجات اصلیہ سے زائد موجود ہو یہ مال خواہ سونا چاندی یا اس کے زیورات کی صورت میں ہو یا مال تجارت یا ضرورت سے زائد گھریلو سامان یا مسکونہ مکان سے زائد کوئی مکان وغیرہ ہو ۔ قربانی کے معاملے میں زکوٰۃ کی طرح اس مال پر سال بھر گزرنا بھی شرط نہیں ۔ بچے اور مجنون کی ملک میں اگر اتنا مال ہو تو اس پر اس کی طرف سے اس کے ولی پر قربانی واجب نہیں اسی طرح جو شخص شرعی قاعدے کے مطابق مسافر ہو اس پر بھی قربانی لازم نہیں ۔ یاد رہے کہ جس شخص پر قربانی واجب نہ تھی اگر اس نے قربانی کی نیت سے کوئی جانور خرید لیا تو اس کی قربانی واجب ہو گئی ۔

قربانی کی عبادت صرف تین دن تک مخصوص ہے دوسرے دنوں میں قربانی کی کوئی عبادت نہیں ۔ قربانی کے دن ذی الحجہ کی دسویں گیارہویں اور بارہویں تاریخیں ہیں ان میں جب چاہے قربانی کر سکتا ہے البتہ پہلے دن یعنی دسویں کو قربانی کرنا افضل ہے ۔

اگر قربانی کے دن گزر گئے ناواقفیت یا غفلت یا کسی عذر سے قربانی نہیں کر سکا تو قربانی کی قیمت فقراء و مساکین پر صدقہ کرنا واجب ہے لیکن قربانی کے تین دنوں میں جانور کی قیمت صدقہ کر دینے سے یہ واجب ادا نہ ہوگا کیونکہ قربانی ایک مستقل عبادت ہے جیسے نماز پڑھنے سے روزہ اور روزہ رکھنے سے نماز ادا نہیں ہوتی ۔ زکوٰۃ ادا کرنے سے حج ادا نہیں ہوتا اسی طرح صدقہ خیرات کرنے سے قربانی ادا نہیں ہوتی ۔

جن بستیوں یا شہروں میں نماز جمعہ و عیدین جائز ہے وہاں نماز عید سے پہلے قربانی جائز نہیں اگر کسی نے نماز سے پہلے قربانی کر دی تو اس پر دوبارہ قربانی لازم ہے البتہ چھوٹے گاؤں جہاں جمعہ و عیدین کی نمازیں نہیں ہوتیں وہاں کے لوگ دسویں تاریخ کی صبح صادق کے بعد قربانی کر سکتے ہیں ایسے ہی اگر کسی عذر کی وجہ سے نماز عید پہلے دن نہ ہو سکے تو نماز عید کا وقت گزر جانے کے بعد قربانی درست ہے ۔

بکرا، دنبہ، بھیڑ ایک ہی شخص کی طرف سے قربانی کیا جا سکتا ہے گائے بیل، بھینس اور اونٹ سات آدمیوں کی طرف سے ایک ہی کافی ہے بشرطیکہ سب کی نیت ثواب کی ہو کسی کی نیت محض گوشت کھانے کی نہ ہو ۔

• بکری، بکرا ایک سال کا پورا ہونا ضروری ہے بھیڑ اور دنبہ اگر اتنا فربہ اور تیار ہو کر دیکھنے میں سال بھر کا معلوم ہو تو وہ بھی جائز ہے ۔ گائے، بیل، بھینس دو سال کی اونٹ پانچ سال کا ہونا ضروری ہے ان عمروں سے کم جانور قربانی کے لئے کافی نہیں ۔

• اگر جانور کے فروخت کرنے والا پوری عمر بتاتا ہے اور ظاہری حالات کے بیان سے اس کی تکذیب نہیں ہوتی تو اس پر اعتماد کرنا جائز ہے ۔

• جس جانور کے سینگ پیدائشی نہ ہوں یا بیچ میں سے ٹوٹ گئے ہوں اس کی قربانی جائز ہے ہاں سینگ جڑ سے اکھڑ گیا ہو جس کا اثر دماغ پر ہونا لازم ہے تو اس

کی قربانی درست نہیں۔

• اندھے، کانے، لنگڑے جانور کی قربانی درست نہیں اسی طرح بیمار، مریض اور لاغر جانور جو قربانی کی جگہ تک اپنے پیروں نہ جا سکے، اس کی قربانی بھی جائز نہیں ہے۔

• جس جانور کا تہائی سے زیادہ کان یا دم وغیرہ کٹا ہو اس کی قربانی جائز نہیں۔

• جس جانور کے دانت بالکل نہ ہوں یا اکثر ٹوٹ چکے ہوں اس کی قربانی جائز نہیں اسی طرح جس جانور کے کان پیدائشی طور پر بالکل نہ ہوں اس کی قربانی درست نہیں۔

• اگر جانور صحیح سالم خریدا تھا پھر اس میں کوئی عیب مانع قربانی پیدا ہوگیا تو اگر خریدنے والا غنی صاحب نصاب نہیں ہے تو اس کے لئے اس عیب دار جانور کی قربانی جائز ہے اور اگر یہ شخص غنی صاحب نصاب ہے تو اس پر لازم ہے کہ اس جانور کے بدلے دوسرے جانور کی قربانی کرے۔

• بھیڑ بکرے کی قربانی جائز بلکہ افضل ہے۔

• اپنی قربانی کو خود اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا افضل ہے اگر خود ذبح کرنا نہیں جانتا تو دوسرے سے ذبح کرا سکتا ہے مگر ذبح کے وقت وہاں خود بھی حاضر رہنا افضل ہے۔

• قربانی کی نیت صرف دل سے کرنا کافی ہے زبان سے کہنا ضروری نہیں۔

• جس جانور میں کئی حصہ دار ہوں تو گوشت وزن کرکے تقسیم کیا جائے۔

• افضل یہ ہے کہ قربانی کا گوشت تین حصے کرکے ایک حصہ اپنے اہل وعیال کے لئے رکھے ایک حصہ احباب و اعزہ میں تقسیم کرے ایک حصہ فقراء و مساکین میں تقسیم کرے اور جس کا عیال زیادہ ہو وہ تمام گوشت خود بھی رکھ سکتا ہے۔

• قربانی کا گوشت فروخت کرنا حرام ہے۔

• ذبح کرنے والے کی اجرت میں گوشت یا کھال دینا جائز نہیں اجرت علیحدہ دینی چاہیئے۔

• قربانی کی کھال کو اپنے استعمال میں لانا مثلاً مصلیٰ بنا لیا جائے یا چمڑے کی کوئی چیز ڈول وغیرہ بنوا لیا جائے جائز ہے لیکن اگر اس کو فروخت کیا جائے تو اس کی قیمت اپنے خرچ میں لانا جائز نہیں بلکہ اس کا صدقہ کرنا واجب ہے۔

• قربانی کی کھال کسی خدمت کے معاوضے میں دینا جائز نہیں اسی طرح مسجد کے موذن یا امام وغیرہ کے حق خدمت کے طور پر ان کو کھال دینا درست نہیں۔

احادیث نبویؐ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

حسد کے مرض سے بچو! یہ نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو

جو شخص آدمیوں پر رحم نہ کرے اللہ تعالیٰ اس پر رحم نہیں کرتا۔

اگر کوئی تمہیں ستائے تو تم اس کو معاف کردو۔

چغل خور جنت میں نہ جائے گا۔

جو شخص اپنے بھائی کی حاجت روائی میں رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی حاجت روائی میں رہتا ہے۔

بدوں سے نیکی کرنا نیکوں کا کام ہے اور نیکوں سے بدی کرنا بدوں کا کام ہے۔

کسی بھائی کی حاجت پوری کرنے والا ایسا ہے کہ گویا تمام عمر خدا کی خدمت میں گزاری۔ اخلاق وہ تلوار ہے جس سے بدترین دشمن بھی زیر ہو سکتا ہے۔

۳ کھرب کہکشائیں

ریاض حیدر

ہمارے نظام شمسی میں اگر زمین کے علاوہ کسی جگہ ترقی یافتہ حیات کا وجود نہیں ہے تو ہمیں کہکشاں کا مطالعہ کرنا پڑے گا آخر کائنات میں نظام شمسی کے علاوہ بھی تو بہت کچھ ہے۔

آسمان پر ظاہری آنکھ سے زیادہ سے زیادہ چھ ہزار ستارے گنے جا سکتے ہیں۔ لیکن آدھی تعداد افق سے پرے ہونے کے باعث اور کچھ ان کناروں پر موجودگی کے باعث اچھے موسم میں بادلوں کی عدم موجودگی اور رات کو چاند کی غیر موجودگی میں ایک بہت اچھی نظر رکھنے والا شخص دو ہزار پانچ سو ستاروں سے زیادہ گنتی نہیں کر سکتا کافی عرصے تک یہ خیال کیا جاتا رہا ہے کہ بس یہی اس کائنات کی حد ہے اور چونکہ قدرت نے کوئی ایسی چیز پیدا نہیں کی جو انسان کو دکھائی نہ دے سکے اسلئے آسمانوں میں ستاروں کی تعداد اتنی ہی ہے جتنی کہ آنکھ سے دکھائی دیتی ہے۔ قدیم علماء کا ایک خیال یہ بھی تھا کہ خدا کی پیدا کی ہوئی تمام چیزیں مکمل ہیں اگرچہ اس اصطلاح یعنی مکمل ہونے کی بھی تشریح کی جا سکتی کہ مکمل ہونے سے ان کی کیا مراد ہے تاہم اس خیال کی رو سے یہ سمجھا جاتا رہا ہے کہ کوئی چیز چونکہ بے مقصد اور بے فائدہ پیدا نہیں کی گئی اس لئے جو بھی اجسام آسمان میں نظر آتے ہیں ان سب میں زندگی موجود ہوگی۔ ہمارے جیسے اجسام سے ملتے جلتے انسان وہاں ہر جگہ بستے ہوں گے بصورت دیگر ان کا وجود بے معنی ہے۔

نکولس آف کیوسا (1401-1464) غالباً پہلا شخص تھا جس نے کائنات کے لامحدود ہونے کا نظریہ پیش کیا۔ اس خیال میں کائنات کی کوئی حد نہیں ہے۔ اور نہ ہی اس کا کوئی مرکز ہے۔ انگریز سائنس دان تھامس ڈگز نے 1575 میں نہ صرف کائنات کی لامحدودیت کے بارے میں نکولس کے نظریات کی تائید کی بلکہ یہ بھی کہا کہ جس طرح کائنات لامحدود ہے اسی طرح اس میں موجود ستارے بھی لامحدود ہیں۔ اطالوی فلاسفر برونو (1548-1600) نے بھی ان تمام نظریات کی شد و مد سے تائید کی لیکن اس کا اندازہ تناظر

اور بلجہ غیر محتاط تھا کہ اس کے نظریات کو مذہب سے متصادم قرار دے کر اس پر کفر کا فتویٰ لگا اور مذہبی راہنماؤں نے برونو کو روم میں زندہ جلا دیا۔

1609 میں اس گرما گرم بحث کا کسی حد تک اس وقت خاتمہ ہونے لگا جب گیلیلو نے اپنی تازہ ایجاد کردہ دوربین کا رخ آسمان کی طرف کیا وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ وہ اس آلے کی مدد سے ننگی آنکھ کی نسبت بہت زیادہ ستارے دیکھ سکتا ہے ملکی وے (کہکشاں) جو ایک چمکدار دھند کی طرح نظر آتی ہے گیلیلو کو اپنی دوربین میں ایک بیلٹ کی طرح نظر آئی قدیم خیالات کے مطابق کہکشاں اصل میں زمین کو آسمان سے ملانے والا ایک پل تھا۔ یونانی دیو مالا اسے دیوی ہیرا کا بکھرا ہوا دودھ قرار دیتی تھی لیکن ان مذہبی دیو مالائی خیالات کے برعکس دوربین کی ایجاد سے پہلے کا بھی عقلی نظریہ یہ تھا کہ یہ دھند اصل میں اس گرد و غبار اور گیسوں کی وجہ سے ہے جس نے ابھی تک ستاروں کی شکل اختیار نہیں کی۔

آسمان پر موجود تمام ستاروں کو کسی بھی دوربین کی مدد سے گننا چاہیے وہ کتنی ہی طاقتور کیوں نہ ہو ایک ناممکن سی بات معلوم ہوتی ہے تاہم ہرشل نے ایک عملی طریقہ یہ نکالا کہ آسمانوں کو مختلف منطقوں میں تقسیم کر کے ایک ایک حصے میں گنتی کی۔ اس نے آسمان کے 683 حصوں کو منتخب کیا اور ہر حصے میں ستاروں کو اندازا کیا اس طرح اس کا اندازہ یہ تھا کہ آسمان میں ستاروں کی تعداد تین سو ملین ہے یا دوسرے لفظوں میں اس تعداد سے پچاس ہزار گنا زیادہ ہے جو ظاہری آنکھ سے نظر آتی ہے۔ ہرشل کے اخذ کردہ نتائج کے مطابق کہکشاں کی شکل چکی کے پاٹ کی طرح ہوتی ہے جس کی لمبائی سات ہزار نوری سال اور گہرائی سترہ سو نوری سالوں کے برابر تھی۔ نوری سال وہ فاصلہ ہے جو روشنی ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سیکنڈ کی رفتار سے ایک سال میں طے کرتی ہے۔ سورج کے متعلق کہا گیا کہ کہکشاں کے مرکز میں ہے۔

ایک سو سال بعد ونلد جزی بیت دان کار تیلس نے جس کے پاس بہتر آلات تھے اور فوٹو گرافی کی سہولت بھی میسر تھیں ہرشل کی اس بات کی تائید کی کہ کہکشاں کی شکل و صورت چکی کے پاٹ کی مانند ہے لیکن اس نے اس کا طول پچپن ہزار (55000) نوری سال اور گہرائی گیارہ ہزار نوری سال متعین کی جو کہ ہرشل کے متعین شدہ حجم سے پانچ سو بیس (520) گنا زیادہ تھا۔ بعد کے مشاہدات سے پتہ چلا کہ کہکشاں گرد و غبار سے اٹی پڑی ہے اور تمام اجسام اس وجہ سے ڈھکے رہتے ہیں اور مکمل طور پر نظر نہیں آ سکتے جوں جوں سائنس کو نئے آلات میسر آتے گئے معلومات میں اضافہ ہوتا رہا اور آخر کار کہکشاں کا طول و عرض صحیح طور پر معلوم ہو گیا جدید ترین معلومات کے مطابق کہکشاں چکی کے پاٹ کی بجائے ایک عدسے سے مشابہت رکھتی ہے درمیان میں اس کی موٹائی زیادہ ہے اور کناروں کی طرف بتدریج پتلی ہوتی جا رہی ہے۔ ایک سرے سے دوسرے تک فاصلہ ایک لاکھ نوری سال ہے۔ جیسا کہ سورج اس کے مرکز سے ستائیس ہزار نوری سال کے فاصلے پر واقع ہے درمیان میں کہکشاں کی گہرائی سولہ ہزار 16000 نوری سال۔ کہکشاں ایک بہت بڑے نظام شمسی کی طرح نظر آتی ہے اس کے درمیانی حصے کا جسے ہم کہکشاں نیوکلیس کہہ سکتے ہیں قطر سولہ ہزار 16000 نوری سال ہے جو کہ پوری کہکشاں کا ایک چھوٹا جزو ہے لیکن زیادہ تر ستارے محو گردش رہتے ہیں سورج اس مرکز کے ارد گرد تقریباً ایک دائرے میں ایک سو پچپن 155 میل فی سیکنڈ کی رفتار سے رواں دواں رہتا ہے سورج کی رفتار زمین کی اس رفتار سے جس سے وہ سورج کے گرد گھوم رہی ہے 8، 4 گنا زیادہ ہے سورج اور دیگر ستارے کہکشاں نیوکلیس کے گرد بیس کروڑ سال میں ایک چکر پورا کرتے ہیں۔

سورج کی اس رفتار سے یہ حساب لگانا مشکل نہیں کہ اس پر اثر انداز ہونے والی کشش ثقل کی مقدار کیا ہے۔ کشش ثقل کی اس مقدار اور سورج کے کہکشاں کے مرکز سے فاصلے کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ حساب لگایا جا سکتا ہے کہ کہکشاں کا وزن کس قدر ہے (یہاں عام قارئین کے لئے وزن کا لفظ کمیت کے معنوں میں استعمال کیا گیا ہے) اس حساب سے معلوم ہوتا ہے کہ کہکشاں کا وزن سورج سے ایک سو بلین گنا زیادہ ہے کہ بعض اندازوں کے مطابق یہ دو سو بلین گنا سے بھی زیادہ ہے کسی نتیجہ پر پہنچنے کے لئے ایک درمیانی مقدار کا تعین زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے اور محفوظ ترین مساوی اندازوں کے مطابق کہکشاں میں مادے کی مقدار سورج سے ایک سو ساٹھ بلین (160-000-000-000) گنا زیادہ ہے کہکشاں میں مادہ تین حالتوں میں موجود ہے۔

(1) ستاروں کی صورت میں۔

(2) سیاروں کی شکل میں جو ستاروں کے گرد گھومتے ہیں اور خود روشن نہیں ہیں۔

(3) گیس اور گرد کے بادلوں کی شکل میں

اگرچہ غیر روشن سیاروں کی تعداد روشن ستاروں سے بھی زیادہ ہوتی ہے لیکن ان کا حجم ستاروں کے مقابلے میں اتنا کم ہوتا ہے کہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان کا مجموعی وزن (یا موجودہ مادے کی مقدار) کہکشاں کے مجموعی وزن کا ایک حقیر سا حصہ ہے جسے نظر انداز کیا جا سکتا ہے اسی طرح گیس اور گرد و غبار کے بادل بھی کہکشاں کے مجموعی وزن میں بہت کم حصہ رکھتے ہیں اور ہم یہ نتیجہ نکالنے میں حق بجانب ہیں کہ کہکشاں میں جس قدر بھی مادے کی مقدار موجود ہے تقریباً تمام تر ستاروں کی شکل میں ہے اگر ہم سورج کی مثال لیں تو اس کے ارد گرد کئی سیارے گردش کرتے نظر آتے ہیں ان میں زمین بھی شامل ہے اور بڑے سیاروں کے اپنے اپنے چاند بھی لیکن تمام نظام شمسی میں مادے کی مقدار کا 99.86 فیصد صرف سورج میں موجود ہے اور بقایا 0.14 فیصد زمین، وینس، مریخ، جیوپیٹر، سیٹرن وغیرہ اور ان کے ذیلی سیاروں کا وزن ہے۔

ممکن ہے کہ کہکشاں میں موجود ستاروں میں مادے کی مقدار اسی تناسب سے موجود نہ ہو جس نسبت سے نظام شمسی میں موجود ہے۔ بعد احتیاط کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ نتیجہ نکالنا بالکل مناسب ہوگا کہ کہکشاں کے مجموعی وزن کا 94 فیصد ستاروں کی شکل میں ہے اس حساب سے کہکشاں میں موجود ستاروں کا وزن (کمیت) سورج سے ایک سو پچاس بلین گنا زیادہ ہے۔

کیا آپ ستاروں کی تعداد معلوم کر سکتے ہیں؟

زمین کی نسبت سورج ایک بہت بڑا کرہ ہے اس کا قطر آٹھ لاکھ ساٹھ ہزار (8.60.000) میل ہے جو کہ زمین کے قطر سے ایک سو دس گنا زیادہ ہے اور وزن زمین سے تین لاکھ چوبیس ہزار (3.24.000) گنا زیادہ ہے تاہم کہکشاں میں ایسے ستارے بھی موجود ہیں جو سورج سے ستر گنا تک بڑے ہیں۔ اور اس سے ایک ارب گنا زیادہ روشن بھی۔ دوسری طرف سورج سے ہیں گنا چھوٹے ستارے بھی اپنا وجود رکھتے ہیں جو روشنی بھی بہت کم دیتے ہیں۔ چوں کہ چھوٹے کروں کی تعداد بڑے کروں کی نسبت ہمیشہ زیادہ ہوتی ہے اگر ہم یہ سمجھیں کہ کہکشاں میں ایک اوسط ستارے کا وزن سورج سے آدھا ہے اور کہکشاں میں موجود ستاروں کا وزن چوں کہ ایک سو پچاس بلین گنا زیادہ ہے اس لئے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ کہکشاں میں صرف روشن ستاروں کی (یا سورج کی) تعداد تین سو بلین ہو سکتی ہے اس بات کو یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ اگر ہمیں زمین سے آسمان میں ایک ستارہ نظر آتا ہے تو پچاس ملین ہماری نظروں سے اوجھل رہتے ہیں ہماری کہکشاں میں موجود ستاروں کی تعداد تین کھرب ہے۔

دیگر کہکشائیں لیکن کیا تمام کائنات میں صرف ایک ہی کہکشاں ہے اور کیا ستاروں کی کل تعداد صرف تین کھرب ہے۔ قارئین اس سلسلہ میں یہ بات پیش نظر رکھیں کہ سورج ایک ستارہ ہے جو روشن ہے

اس کے گرد کئی سیارے غیر روشن ہیں گردش کر رہے ہیں۔ اس لئے جب ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ کہکشاں میں تمام ستاروں کی تعداد تین کھرب ہے تو اس کا مطلب نہیں نکلتا کہ کہکشاں میں تمام اجسام کی تعداد تین کھرب ہے اگر ہم فرض کر لیں کہ ایک ستارے یا ایک سورج کے گرد اوسطاً دس سیارے گردش کرتے ہیں تو کہکشاں میں موجود اجسام یا کرّوں کی تعداد کھرب ہو جانے کی اور اگر ان خاندانوں کو بھی شامل کر لیا جائے جو ہر سیارے کے گرد گھوم رہے ہوتے ہیں یہ تعداد بہت بڑھ جانے کی اس لئے یہ بات ذہن میں رہے کہ ہم نے کہکشاں میں موجود ستاروں (یا سورجوں) کی تعداد تین کھرب نکالی ہے مجموعی اجسام کی نہیں۔

15.1 میں کہکشاں سے پرے دو بادل دریافت ہونے جنہیں میگلانی بادل کہا گیا۔ ہرشل سے پہلے کسی نے ان کا مطالعہ نہیں کیا تھا 1834 میں ہرشل نے کیپ ٹاؤن کی رصدگاہ سے بادلوں کے ان مجموعے کا جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ یہ بہت دھندلے ستاروں پر مشتمل ہیں۔ یہ ستارے دھندلے اس لئے نظر آتے تھے کہ ان کا فاصلہ زمین سے بہت زیادہ تھا۔ 1912 تک ان بادلوں کا فاصلہ متعین ہو چکا تھا بڑا میگلانی بادل ایک لاکھ ستر ہزار نوری سال اور چھوٹا میگلانی بادل دو لاکھ نوری سال کے فاصلے پر واقع تھا۔ یہ دونوں کہکشائیں تھیں جو ملکی وے کہکشاں سے بہت پرے واقع ہیں لیکن یہ زیادہ بڑی کہکشائیں نہیں ہیں۔ بڑی کہکشاں میں دس بلین اور چھوٹی کہکشاؤں میں دو بلین ستارے موجود ہیں لیکن کیا کائنات کی وسعتیں ختم ہو گئی ہیں؟

ہرگز نہیں اینڈرو میڈا کے بادل کے بارے میں ماضی میں مختلف آراء کا اظہار ہوتا رہا 1917 میں ماؤنٹ ولسن کی رصدگاہ پر نصب سورج کی دوربین سے دیکھنے پر اینڈرو میڈا کا بادل کہکشاں ثابت ہوا اس کہکشاں کا فاصلہ بائیس نوری سال نکالا گیا اس عظیم فاصلے سے ظاہر ہے ستاروں کے محض بادل ہی محسوس ہوں گے اینڈرو میڈا کہکشاں ملکی وے کہکشاں سے تقریباً دو گنی بڑی ہے اینڈرو میڈا ملکی وے اور میگلانی کہکشاؤں کو جن میں میں اور نمبر بھی شامل ہیں لوکل گروپ کا نام دیا جاتا ہے ان میں ایک کا نام میفی اول ہے جو تقریباً تیس لاکھ نوری سالوں کے فاصلے پر موجود ہے اور ملکی وے کہکشاں کے برابر ہی ہے جب کہ دوسری چھوٹی کہکشائیں ہیں جن میں سے ہر ایک میں صرف ایک بلین کے قریب ستارے موجود ہیں لوکل گروپ کے باہر مزید کہکشائیں بھی موجود ہیں جن میں بعض گروہوں کی شکل میں ہیں اور بعض انفرادی طور پر جدید آلات کی مدد سے ایک بلین کہکشائیں محسوس کی جا سکتی ہیں جو کہ ایک بلین نوری سال کے فاصلے تک واقع ہیں۔

لیکن اگر ہمارے سائنسی آلات موجودہ آلات سے بہتر ہوں، تو ان سے زیادہ کہکشاؤں کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے جو کہ بارہ بلین نوری سالوں کے فاصلے تک ہوگا۔ لیکن یہ مشاہدے کی آخری حد ہے اس سے زیادہ فاصلے پر جانا ناممکن ہے اس حد کے اندر ایک سو بلین یا ایک کھرب کہکشاؤں کی موجودگی ممکن ہے لیکن یاد رہے کہ یہ انسانی مشاہدے کی آخری حدود ہیں کائنات کے وجود کی آخری حدود نہیں ہیں۔

جس طرح سورج ایک اوسط درجے کا ستارہ ہے اسی طرح کہکشاں ایک اوسط درجے کی کہکشاں ہے یوں کہ اس سے سو گنا بڑی اور ہزار سے زائد گنا چھوٹی کہکشائیں بھی موجود ہیں اگر ایک اوسط درجے کی کہکشاں میں دس بلین ستارے ہوں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ مشاہداتی حدود کے اندر موجود کہکشاؤں میں ستاروں کی تعداد ایک بلین ٹریلین ہے (قارئین یہاں پھر یاد رکھیں کہ یہ ستاروں کی تعداد ہے کل اجسام کی تعداد نہیں)

صرف اس ایک فیکٹر سے اس بات کا احساس کیا جا سکتا ہے کہ زمین کے علاوہ بھی ایسے کرّوں کی موجودگی کا امکان ہے جہاں ذہین اور سائنسی طور پر ترقی یافتہ شکل میں زندگی کی موجودگی یقینی ہے اگر ہم یہ کہیں کہ

ایک بلین یا ایک ارب نظام شمسی میں سے صرف ایک پر ترقی یافتہ تہذیب موجود ہے تو مشاہداتی حدود کے اندر موجود کہکشاؤں میں ایک ٹریلین (ایک ہزار کھرب) جگہوں پر ترقی یافتہ تہذیبیں موجود ہیں لیکن پیشتر اس کے کہ ان اعداد و شمار سے ہمارے دماغ کی شریانیں پھٹنے لگیں ہم اپنی تلاش کو صرف ملکی وے کہکشاں تک ہی محدود رکھ کر آگے بڑھتے ہیں جیسا کہ پہلے حساب لگایا جا چکا ہے ملکی وے کہکشاں میں موجود ستاروں کی تعداد (صرف ستاروں کی) تین سو بلین ہے۔

ستارے اور سیارے۔ ملکی وے (کہکشاں) میں از خود چمکنے والے روشن ستاروں کی تعداد 3 کھرب متعین کی گئی ہے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ان تمام ستاروں کے گرد چھوٹے سیارے اسی طرح گردش کر رہے ہیں جس طرح سورج کے گرد زمین مریخ وغیرہ یا دوسرے لفظوں میں کیا ان تمام ستاروں کے نظام شمسی بھی موجود ہیں جیسا کہ ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ سورج بھی ایک ستارہ ہے اور تمام ستارے ہمارے سورج کی طرح نیوکلیائی تعامل کے باعث توانائی خارج کرتے ہیں جو روشنی اور حرارت کی شکل میں ہوتی ہے کسی بھی ستارے کے وزن کے تناسب سے اس توانائی کی مقدار میں کمی بیشی ہو سکتی ہے۔ لیکن یہ قطعاً قرین قیاس نہیں کہ ان ستاروں کے اوپر زندگی کسی بھی شکل میں موجود ہو سکتی ہے۔ زندگی کی تلاش کے لئے ہمیں یہ دیکھنا پڑے گا کہ کیا ان ستاروں کے بھی نظام شمسی کے انداز کے اپنے اپنے نظام ہیں کیا سب کے ذیلی سیارے موجود ہیں زمین کو نظام شمسی میں ایک ماڈل سمجھتے ہوئے ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ ترقی یافتہ تہذیبیں اگر ان کے علاوہ کہیں اور موجود ہیں تو وہ ستاروں کے گرد گھومنے والے سیاروں میں ہو سکتی ہیں

ہماری ایک مشکل یہ بھی ہے کہ زیادہ دور ستاروں کے ذیلی سیاروں کو ہم دیکھنے سے قاصر ہیں کیوں کہ وہ روشن نہیں ہوتے۔ نظام شمسی سے باہر قریب ترین ستارہ الفاسینٹاری ہے جو کہ زمین سے 4.3 نوری سال کے فاصلے پر واقع ہے۔ اگر ہم ایک ریڈیائی پیغام بھی بھیجیں اور الفاسینٹاری سے اس کا جواب فوراً نشر کر دیا جائے گا تو یہ ریڈیائی جواب ہمیں 8.6 سال میں وصول ہوگا۔ الفاسینٹاری قریب ترین ستارہ ہے اگر اس کے گرد جیوپیٹر سائز کا کوئی سیارہ بھی محو گردش ہے تو ہم اسے دیکھ سکنے سے قاصر ہیں۔ بجائے اپنی شکست کو تسلیم کر لینے کہ ہمیں دیکھنا پڑے گا کہ براہ راست مشاہدہ کے علاوہ کیا اور بلاواسطہ طریقے بھی ہیں جن سے ہم ان ذیلی سیاروں کی موجودگی کا سراغ لگا سکتے ہیں؟

ایک طریقہ یہ ہے کہ پھر اپنے نظام شمسی کو بنیادی ماڈل تصور کرتے ہوئے سورج کے زاویائی مومینٹم کا حساب لگائیں سورج کا مومینٹم (رفتار کمیت) نظام شمسی کے کل کا صرف دو فیصد ہے جبکہ بقایا اٹھانوے فیصد ذیلی سیاروں میں موجود ہے اس کا مطلب یہ بھی ہوا کہ جن ستاروں کا مومینٹم کم ہے وہ اپنے سیارے بھی رکھتے ہیں سائنس کو ایسے بہت سارے ستاروں کا علم ہے جن کا مومینٹم بہت کم ہے ان کی تعداد کو مد نظر رکھتے ہوئے وثوق سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے۔ اس حساب سے کہکشاں میں نظام شمسی کی تعداد دو سو اسی بلین (دو کھرب اسی ارب) ہے۔

یہ ضروری نہیں کہ ہر نظام شمسی میں زندگی کی نمو ممکن ہو سکے، ہو سکتا ہے کہ بعض ستارے اتنے چھوٹے ہوں کہ اپنے ذیلی سیاروں کو اتنی توانائی نہ فراہم کر سکتے ہوں جن سے زندگی کی افزائش ممکن ہو بعض سائنس دانوں کے خیال میں زندگی ایک متعدی مرض کی مانند ہے اور کائنات اس سے اٹی پڑی ہے۔ لیکن آئیے ہم احتیاط سے کسی حتمی نتیجے پر پہنچنے کی کوشش کریں۔

بھرے آسمان پر ہمیں بعض ستارے زیادہ روشن نظر آتے ہیں بعض دھندلے دکھائی دیتے ہیں۔ لیکن اگر ایک ہی سائز اور چمک کی دو چیزیں مختلف فاصلوں پر موجود ہوں تو نزدیکی فاصلے پر موجود جسم زیادہ چمکدار اور زیادہ فاصلے والا دھندلا دکھائی دے گا۔ لیکن سائنس کے پاس فاصلے ناپنے کی تکنیک اور ذرائع موجود ہیں۔ ایک دفعہ فاصلے کو ناپ لیا جائے تو مقابلتاً فاصلے کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ اندازہ لگانا دشوار نہیں کہ زیادہ روشن ستارے کا سائز بڑا ہے یا دھندلے کا۔ 1920ء میں ایک سائنس داں ایڈنگٹن نے دکھایا کہ ایک بڑی جسامت کے ستارے کا زیادہ روشن ہونا ضروری ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ بڑی جسامت کے باعث اس کی کشش ثقل کا فیلڈ بھی زیادہ وسیع ہوتا ہے۔ جس کے زیر اثر ستارہ ٹوٹ پھوٹ سکتا ہے اس ٹوٹ پھوٹ اور بربادی سے بچنے کیلئے ستارے کا مرکزی درجہ حرارت بہت زیادہ ہوتا ہے یا بالفاظ دیگر جتنا سائز بڑا ہوگا اس میں سے خارج ہونے والی توانائی کی مقدار بھی زیادہ ہوگی۔ جس سے چھوٹے سائز میں نیوکلیائی عمل کو اسٹارٹ کرنے کیلئے ایک کم از کم سائز ہوتا ہے جس سے چھوٹے سائز میں نیوکلیائی عمل شروع ہونے کا امکان نہیں ہوتا۔ ستاروں کے فاصلوں کو مدنظر رکھ کر ان کی چمک دمک اور خارج ہونے والی روشنی کو ناپ کر ہم ان کے سائز کا اندازہ کر سکتے ہیں۔

کہکشاں میں سورج سے 70 گنا زیادہ وزن کے اور اس سے ساٹھ لاکھ گنا سے زائد روشن ستاروں کا سائنس کو علم ہے۔ لیکن دوسری طرف سورج سے سو گنا چھوٹا ستارہ صرف اتنی سی توانائی خارج کرے گا اور مشکل سے اتنا روشن ہوگا کہ نظر آسکے۔ تاہم ایسے چھوٹے روشن ستارے بھی بےشمار دانوں کے علم میں ہیں جن کی روشنی سورج کی روشنی سے دس لاکھ گنا کم ہوتی ہے۔ فرض کیجئے کہ زمین سورج سے ستر گنا بڑے ستارے کے گرد گھوم رہی ہوتی یا سورج سے سو گنا کم ستارے کے گرد محو گردش ہوتی تو حالات کیا ہوتے!

اگر زمین ستر گنا بڑے سورج کے گرد اتنے ہی فاصلے پر ہوتی تو ہمیں سورج موجودہ سائز سے چالیس گنا بڑا نظر آتا اور زمین پر پہنچنے والی حرارت اور روشنی کی شکل میں پہنچنے والی توانائی ساٹھ لاکھ گنا زیادہ ہوتی! اور زمین تپتی ہوئی سرخ چٹانوں کا کرہ ہوتی!

چونکہ ہر ستارے کے گرد کچھ فاصلے پر ایک خول سا ہوتا ہے جس کے اندر سیارہ ستارے کے گرد گردش کر سکتا ہے اس خول کو (ECOSIHERE) کہتے ہیں سورج سے ستر گنا ستارے کا یہ خول کئی بلین میل کے فاصلے پر ہوگا فرض کریں کہ ایسے عظیم الجثہ ستارے یا سورج کے گرد زمین اتنے فاصلے پر موجود ہے جہاں پر اسے اتنی توانائی میسر آرہی ہے کہ جتنی کہ اب ہے۔ حساب لگانے پر معلوم ہوگا کہ زمین کو ایسے ستارے سے دو سو ستائس بلین ستائس میل کے فاصلے پر ہونا چاہیے تب اسے اتنی قابل برداشت توانائی مل سکتی ہے جتنی کہ موجودہ حالات میں مل رہی ہے۔ لیکن اتنے فاصلے سے زمین 14500 چودہ ہزار پانچ سو سال بعد سورج کے گرد ایک چکر مکمل کرے گی۔ اتنے عظیم فاصلے سے یہ ستارہ ایسے دکھائی نہیں دے گا جس طرح ہمیں سورج نظر آتا ہے بلکہ صرف ایک بہت چمکدار ستارہ ہی دکھائی دے گا۔ لیکن اس کی چمک دمک بہت زیادہ ہوگی کیونکہ ہمارے سورج کی سطح کا درجہ حرارت چھ ہزار ڈگری سنٹی گریڈ ہے جبکہ ایسے عظیم الجثہ ستارے کا سطحی درجہ حرارت پچاس ہزار ڈگری سنٹی گریڈ ہوگا۔ لیکن یہ اتنی ہی حرارت اور روشنی زمین کو مہیا کر رہا ہوگا جتنا کہ سورج کر رہا ہے اگرچہ اس توانائی کی شکل بالکل مختلف ہوگی درجہ حرارت تبدیل ہونے سے کسی جسم میں سے خارج ہونے والی توانائی کی نوعیت بدل جاتی ہے ایسے عظیم الجثہ ستارے جس کا وزن سورج سے ستر گنا بڑا ہے اور جس کی سطح کا درجہ حرارت پچاس ہزار سنٹی گریڈ ہوگا زمین کی سطح پر

خواجہ شمس الدین عظیمی

کا نام سن کر ذہن کے اوپر ماورائی دنیا کا نقشہ ابھرنے لگتا ہے، فہم میں گہرائی پیدا ہونے لگتی ہے اور دل محبت سے معمور ہو جاتا ہے۔

عوامی قبولیت حاصل کرنے والی کتابیں روحانی علاج، روحانی نماز اور آوازِ دوست کے بعد

خواجہ صاحب کی ایک اور نئی کتاب

تجلیات

پچانوے عنوانات پر مشتمل اس کتاب میں صاحبِ قرآن کی راہ نمائی میں قرآنی استدلال سے زندگی کے ہر شعبہ کی آبیاری کی گئی ہے۔

ہدیہ ۳۵/ روپے

مکتبہ روحانی ڈائجسٹ 1-K-13 ناظم آباد کراچی ۱۸
پوسٹ بکس ۲۲۱۳

سمٹنے والی توانائی الٹراوائلٹ اور ایکس رے شعاعوں پر ہی مشتمل ہوگی اور نظر آنے والی روشنی کی مقدار بے حد کم ہوگی! اور یہی شعاعیں زندگی کے لئے زہر قاتل ہوں گی!

بہت بڑے ستاروں کی اپنی زندگی اتنی طویل نہیں ہوتی جتنی کہ سورج کی ہے مختلف قوتوں کے زیر اثر یہ جلد ہی فنا ہو جاتے ہیں۔ اپنی جسامت کے مطابق یہ ہائیڈروجن کے ایندھن کو بہت تیزی سے استعمال کرتے ہیں کیوں کہ اپنا وجود برقرار رکھنے کے لئے انہیں زیادہ توانائی کی ضرورت ہوتی ہے اس لحاظ سے سورج سے ستر گنا بڑے ستارے کی زندگی جس میں سے اس کی پیدائش اور فنا ہونے کے عمل کا عرصہ نکال کر صرف پانچ لاکھ سال رہ جاتی ہے۔ سورج کی مفید زندگی اس کے برعکس بارہ تیرہ بلین بارہ یا تیرہ ارب سال بنتی ہے جس میں سے یہ پانچ بلین یا پانچ ارب سال گزار چکا ہے اگر ہم یہی زندگی کو ہی ہم ماڈل تصور کریں تو ترقی یافتہ تہذیب کے ارتقاء کے لئے پانچ ارب سال درکار ہوں گے! اگر سورج کی زندگی پانچ لاکھ سال ہوتی تو غالباً اس پر ترقی یافتہ حیات کا وجود ممکن نہ ہو سکتا لیکن یہ سوچنا کہ ہر سیارے پر زندگی کے ارتقاء کے لئے پانچ بلین سال کا عرصہ درکار ہوگا ممکن ہے صحیح نہ ہو۔ ہو سکتا ہے مقابلتاً زمین پر یہ ارتقاء بہت سست ہوا ہو یا مقابلتاً بہت تیز ہوا ہو لیکن چوں کہ ہمیں اس کے برعکس معلومات حاصل نہیں ہیں اس لئے ہم یہی تصور کریں گے کہ زمین ایک اوسط درجے کا سیارہ ہے اور ترقی یافتہ زندگی کے ارتقاء کے لئے جبکہ دوسرے تمام عوامل بھی موجود ہوں پانچ بلین سال درکار ہوں گے! اس ساری بحث سے ہم یہی نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ بہت چمکدار ستارے جو ہمیں نظر آتے ہیں اور جو سورج سے کئی گنا بڑے ہوں گے۔ زندگی کے نمو اور ارتقاء میں کوئی مدد نہیں دے سکتے ایسے ستاروں کے کسی بھی نظام میں ترقی یافتہ حیات کا وجود ممکن نہیں ہے۔

بونے ستارے

سورج سے اگر کوئی ستارہ سولہ گنا سے کم مادے کا حامل ہے تو اندازہ ہے کہ ایسے ستارے میں نیوکلیائی یا عام لفظوں میں ایٹمی آگ کی تحریق کا عمل شروع ہی نہیں ہو سکے گا۔ اور اسے ستاروں کے زمرے میں نہیں گن سکتے۔

ایسے ستارے جو سورج سے سولہ گنا چھوٹے ہیں (لیکن جیوپیٹر سے پینسٹھ 65 گنا زیادہ وزنی ہوں گے) اور ان کی کثافت اگرچہ زیادہ ہوگی تاہم ان کا حجم ترانوے ہزار میل کے قریب ہوگا اگر زمین ایسے ستارے کے مرکز سے ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل کے فاصلے پر گردش کر رہی ہے تو وہ ایک چکر ایک گھنٹے میں مکمل کرے گی زمین اپنے ستارے سے اتنی ہی توانائی وصول کر رہی ہوگی جتنی کہ موجودہ فاصلے پر رہ کر سورج سے حاصل کر رہی ہے لیکن چوں کہ درجہ حرارت کی کمی بیشی سے توانائی کی نوعیت تبدیل ہو جاتی ہے اس لئے زمین پر پہنچنے والی توانائی انفراریڈ شعاعوں کی شکل میں ہوگی۔ ہمیں ہر چیز سرخ دھند میں لپٹی ہوئی نظر آئے گی اور یہ ستارہ ہمیں قربت کے باعث سورج سے تین ہزار گنا بڑا دکھائی دے گا۔ اس تصوراتی ستارے کا فاصلہ (ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل جو ہم نے فرض کیا ہے) اس فاصلے کا پانچ سواں (1.500) حصہ ہے جو اس وقت سورج کا زمین سے ہے اتنے نزدیک سے سمندروں اور زمین پر چاند کی نسبت اس کی کشش ہزاروں گنا زیادہ ہوگی اور زمین پر سے پانی بھاپ بن کر اڑ جائے گا۔ ایسے چھوٹے ستاروں کے زیر اثر کسی بھی سیارے میں زندگی کا امکان نظر نہیں آتا۔ اس کا مطلب یہ بھی نکالا جا سکتا ہے نہ صرف سورج کی مانند ستارے ہی زندگی کو سپورٹ کر سکتے ہیں جن کی تعداد کہکشاں میں غالباً پچیس فیصد ہے اس لئے ہماری کہکشاں میں سورج کی مانند نظام شمسی کی کل تعداد پچھتر بلین یا پچھتر ارب کے قریب ہے۔

زمین سے مشابہ سیارے

ایک نظام شمسی کا سورج ممکن ہے وزن، حجم اور توانائی کے ذخیرے میں سورج جیسا ہی ہو لیکن یہ ضروری نہیں کہ اس کے سیاروں میں کوئی زمین جیسی خصوصیات والا سیارہ بھی موجود ہو اور جیسا کہ ہم جانتے ہیں زندگی کی پیدائش اور اس کے ارتقاء کے لئے زمین جیسے ماحول کا ہونا ضروری ہے ستارے ایک دوسرے سے مختلف بھی ہو سکتے ہیں لیکن ان تمام چیزوں کو مد نظر رکھتے ہوئے اندازہ کیا گیا ہے کہ سورج کی مانند نظام شمسی جو پچھتر ارب کے قریب ہیں ان کے مداروں میں کم از کم پینسٹھ کروڑ سیارے ایسے ہیں جو زمین جیسی خصوصیات کے مالک ہیں اور اپنے اپنے سورج سے اتنے ہی فاصلوں پر ہیں جتنے فاصلے پر ہماری زمین ہے ان پینسٹھ کروڑ زمین سے مشابہ سیاروں میں زندگی کا وجود ممکن ہو سکتا ہے۔

- مقناطیس کا بنیادی اصول پیٹرس (PETRUS) نامی ایک سائنس داں نے ۱۲۶۹ء میں پیش کیا۔
- "لیون ہاک" (LEEUWEN HOEK) نامی سائنسداں نے ۱۶۷۵ء میں بیکٹیریا کے وجود کا انکشاف کیا۔
- زمین کی کشش سے باہر نکلنے کے لئے کسی بھی راکٹ یا میزائل کی رفتار ۲۵ ہزار میل فی گھنٹہ ہونی چاہیئے۔
- پوسٹ مارٹم ایک لاطینی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں "مرنے کے بعد"
- "ملیریا" اطالوی زبان کا لفظ ہے۔
- چوزہ انڈے کی سفیدی سے پیدا ہوتا ہے۔
- رات کے اندھیرے میں بلی انڈیم شعاعوں کی مدد سے دیکھتی ہے۔
- "قطب نما" مارکوپولو نے ایجاد کیا۔
- مکھیوں کی بھن بھن کی آواز ان کے پروں میں سے آتی ہے۔
- ایسے کئی پودے ہیں جو کیڑوں کو کھا جاتے ہیں ان کو "بیرابلاغش" کہتے ہیں۔
- کاغذ کا پہلا کارخانہ مسلمانوں نے سمرقند میں لگایا۔
- چھوٹی چڑیوں کی نبض کی رفتار انسانی نبض کی رفتار سے بارہ گنا ہوتی ہے۔
- ایٹم بم جب پھٹتا ہے تو اس کی روشنی اور گرمی زمین پر سورج سے بھی زیادہ تیز ہوتی ہے۔

عدنان قریشی

یادِ حبیب

ہر تسبیح دے دانے

تسانوں ماہی یاد کراں

چلدیاں، پھردیاں، اٹھدیاں، بہندیاں   ہسدیاں، رُندیاں، دُکھڑے سہندیاں

کرکرکتی بہانے

تسانوں ماہی یاد کراں

یاد کراں کدوں آون ماہی   پچھو پچھو تھکیاں پاہندے راہی

کوئی پتہ نشان نہ جانے

تسانوں ماہی یاد کراں

جس مکتب اتے کوچہ ورلے ہے   نظر کیتی پیا جادو لگا ہے

کئی دانے بنے دیوانے

تسانوں ماہی یاد کراں

گوت پاڑا گل کر منہ کالا   جا ملے در سجناں والا

کدی پچھن پیر یگانے

تسانوں ماہی یاد کراں

یاد پیا دی آوے جسدم   رو رو آہیں ماراں تسدم

گئے اپنے چھوڑ بیگانے

تسانوں ماہی یاد کراں

روزِ ازل دا جو نابینا   او کمذات شریر کمینہ

کی شان تساندی جانے

تسانوں ماہی یاد کراں

جسدے پاک حبیب محافظ   آپ خداوند اُسدے حافظ

کوئی وِرلا رمز پچھانے

تسانوں ماہی یاد کراں